

مصحح البیان

الذی قد تم تصحيحه وشرح

در ذکر البیان

مترجم و شرح

استاد العالم

محمد لیاقت علی رضوی



طالب دعا زوہیب حسن عطاری

خوشخبری

مسلم اہلسنت و جماعت کے عقائد و

نظریات۔۔۔

بد مذہبوں کے باطلہ عقائد اور ان

کے رد۔۔۔

اہلسنت پر کئے جانے والے

اعتراضات کے جوابات پر مشتمل

کتاب و رسائل، آڈیو ویڈیو بیانات اور

والیپیپر حاصل کرنے کے لئے

تحقیقات چینل ٹیلیگرام جوائن کریں

<https://t.me/tehqiqat>

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ



جميع حقوق الطبع محفوظة للناس

All rights are reserved

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب _____ مصباح البلاغہ درون البلاغہ
 مترجم _____ علامہ محمد لیاقت علی رضوی
 کمپوزنگ _____ ورڈ ز میکر
 باہتمام _____ ملک شبیر حسین
 سن اشاعت _____ نومبر 2014ء
 سرورق _____ اے ایف ایس اینڈ سونٹاگر وید
 طباعت _____ اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز لاہور
 ہدیہ _____ 280/- روپے

شبیر برادرز®
 آفس: 042-37246006
 shabbirborthar786@gmail.com

ضروری التماس

کارمین کرام! ہم نے اپنی بساط کے مطابق اس کتاب کے متن کی تصحیح میں پوری کوشش کی ہے، تاہم پھر بھی آپ اس میں کوئی غلطی پائیں تو ادارہ کو آگاہ ضرور کریں تاکہ وہ درست کر دی جائے۔ ادارہ آپ کا بے حد شکر گزار ہوگا۔



ترتیب

۲۶	کلمہ میں فصاحت ہونے کا بیان	۹	مقدمہ مصباح البلاغہ
۲۸	کلام میں فصاحت ہونے کا بیان	۹	ادب کے لغوی مفہوم کا بیان
۲۹	ضعف تالیف کے مفہوم کا بیان	۹	ادب کے اصطلاحی مفہوم کا بیان
۳۰	تعمید کے مفہوم کا بیان	۹	علم ادب کی اہمیت کا بیان
۳۰	فصاحت شکلم کا بیان	۹	علوم ادب
۳۲	بلاغت کی لغوی تعریف	۱۰	نبی کریم ﷺ کی فصاحت و بلاغت کا بیان
۳۲	بلاغت کی اصطلاحی تعریف	۱۱	جوامع الکلام ہونے کی بعض مثالوں کا بیان
۳۳	علم المعانی	۱۲	فصاحت و بلاغت کے اعجاز کا بیان
۳۳	پہلا علم معانی بلاغت کے بیان میں ہے	۱۳	کلام میں حسن و شگفتگی کا بیان
۳۵	الباب الاول فی الخبر والنشاء	۱۴	بلاغت کی پانچ امتیازی خصوصیات کا بیان
۳۵	پہلا باب خبر اور انشاء کے بیان میں ہے	۱۹	کلام میں فصاحت و بلاغت کی بعض امثلہ کا بیان
۳۵	ہر کلام کا خبر یا انشاء میں حصہ ہونے کا بیان	۲۰	قرآن مجید کی فصاحت کا بیان
۳۵	جملہ خبریہ کے مفہوم کا بیان	۲۱	شعراء عرب کی فصاحت اور فصاحت قرآن
۳۶	الکلام علی الخبر	۲۲	علوم البلاغۃ
۳۶	یہ باب خبر کے بیان میں ہے	۲۳	پہلا فن علوم بلاغت کے بیان میں ہے
۳۷	خبر کا جملہ اسمیہ یا فعلیہ ہونے کا بیان	۲۳	علوم بلاغت کا تعارف
۳۸	جملہ خبریہ کی وضاحت کا بیان	۲۳	علم البیان کی تعریف
۳۸	جملہ خبریہ کی اقسام کا بیان	۲۳	علم المعانی کی تعریف
۳۸	جملہ اسمیہ خبریہ کا بیان	۲۳	علم البدیع کی تعریف
۳۸	جملہ فعلیہ خبریہ کا بیان	۲۵	مقدمۃ فی الفصاحت والبلاغۃ
۳۸	خبر کے مختلف مواقع کا بیان	۲۵	مقدمہ فصاحت و بلاغت کے بیان میں ہے
۳۹	استرحام باعث زوال عزت	۲۵	فصاحت کے لغوی و اصطلاحی مفہوم کا بیان
۳۹	خبر کی بعض اقسام کا بیان	۲۵	فدا - بلاغت کا بیان

۶۳	اسم موصول لانے کا بیان	۴۰	الكلام على الانشاء
۶۳	قبول و تخیل کے طور پر لانے کا بیان	۴۰	یہ باب انشاء کے بیان میں ہے
۶۵	معرفہ بہ مضامین کو لانے کا بیان	۴۰	انشاء طلبی و غیر طلبی کا بیان
۶۷	مناوہی کو لانے کا بیان	۴۰	جملہ انشاء کے مفہوم کا بیان
۶۷	نکرہ کو لانے کا بیان	۴۰	انشاء کی تعریف
۶۹	الباب الخامس في الاطلاق والتقييد	۴۱	اس کی تعریف و مختلف معانی کا بیان
۶۹	پانچواں باب مطلق و مقید کے بیان میں ہے	۴۲	اس کے مفہوم و تعریف کا بیان
۷۰	شرط کو لانے کا بیان	۴۳	اس کے مختلف معانی کا بیان
۷۱	بعض دیگر الفاظ کے ذریعے مقید کرنے کا بیان	۴۳	استفہام کے معنی و مفہوم کا بیان
۷۲	نئی کو لانے کا بیان	۴۳	طلب اسرار کا بیان
۷۳	توانی و تخیل سے لانے کا بیان	۴۵	شرح اسم کی طلب کا بیان
۷۴	تاکید کی تعریف	۴۶	الفاظ استفہام کا مجاز کی جانب جانے کا بیان
۷۴	تاکید کی اقسام	۴۸	سَلَعَتْ كَعَجَبْ
۷۴	عطف بیان و نسق و بدل کا بیان	۴۸	تمنی کا بیان
۷۶	الباب السادس في القصر	۴۹	نداء کے ذریعے طلب کا بیان
۷۶	چھٹا باب قصر کے بیان میں ہے	۵۰	الفاظ نداء کا معنی مجازی کو اختیار کرنے کا بیان
۷۸	الباب السابع في الوصل والفصل	۵۲	الباب الثانی في الذكر والعطف
۷۸	ساتواں باب وصل اور فصل کے بیان میں ہے	۵۲	دوسرا باب ذکر اور حذف کے بیان میں ہے
۸۲	الباب الثامن في الایجاز والاطناب والمساواة	۵۲	اصل کے ذکر و حذف کا بیان
۸۲	آٹھواں باب ایجاز و اطناب اور مساوات کے بیان میں ہے	۵۶	الباب الثالث في التقديم والتأخير
۸۲	مساوات و ایجاز کا بیان	۵۶	تیسرا باب تقدیم و تاخیر کے بیان میں ہے
۸۳	اطناب کا بیان	۵۶	اجزائے کلام میں تقدم و تاخر کا بیان
۸۳	اقسام الایجاز	۵۷	چند دوائی تقدیم کا بیان
۸۳	ایجاز کی اقسام کا بیان	۵۹	الباب الرابع في التعليل والتوكيد
۸۳	ایجاز کی اقسام کا بیان	۵۹	چوتھا باب تعلیل و تکیہ کے بیان میں ہے
۸۵	اقسام الاطناب	۵۹	تعلیل و تکیہ کے مقامات کا بیان
۸۵	اطناب کی اقسام کا بیان	۶۰	اشارہ کے مفہوم کا بیان
۸۵	اطناب کی اقسام کا بیان	۶۲	اشارہ کے بعض مقامات کا بیان

۱۰۶	(۲) تشبیہ مفروق کی تعریف	۸۶	اعتراض کا بیان
۱۰۷	وجہ شبہ کے اعتبار سے تشبیہ کی اقسام کا بیان	۸۷	منوعہ اعتراض کا بیان
۱۰۷	تمثیل کی تعریف	۸۷	مشوخل کا بیان
۱۰۷	غیر تمثیل کی تعریف	۸۷	مشوخل وسط کا بیان
۱۰۸	تشبیہ مفصل کی تعریف	۸۸	مشوخل قبیح کا بیان
۱۰۸	تشبیہ مجمل کی تعریف	۸۹	الخاتمة
۱۰۸	حرف تشبیہ کے اعتبار سے تقسیم	۸۹	(فی اخراج الکلام علی خلاف مقتضی الظاہر)
۱۰۸	تشبیہ موکد کی تعریف	۹۰	ماضی کو مضارع کی جگہ لانے کا بیان
۱۰۸	تشبیہ مرسل کی تعریف	۹۲	الثقات و دیگر اقسام کا بیان
۱۰۹	المبحث الثالث فی اغراض التشبیہ	۹۳	اسلوب حکیم کا بیان
۱۰۹	تیسری بحث اغراض تشبیہ کے بیان میں ہے	۹۳	بعض دیگر اقسام کا بیان
۱۱۰	تشبیہ کی اغراض	۹۵	تغلیب کو لانے کا بیان
۱۱۲	المجاز (۱)	۹۷	علم البیان
۱۱۲	مجاز کا بیان	۹۷	علم بیان کی تعریف
۱۱۲	مجاز کی تعریف و بیان	۹۷	تشبیہ کی تعریف
۱۱۳	الاستعارة	۹۸	تشبیہ کی تعریف
۱۱۳	استعارہ	۱۰۱	المبحث الاول فی ارکان التشبیہ
۱۱۳	استعارہ کا بیان	۱۰۱	پہلی بحث ارکان تشبیہ کے بیان میں ہے
۱۱۳	استعارہ کی تقسیم	۱۰۱	چار ارکان تشبیہ کا بیان
۱۱۳	استعارہ معرکہ کی تعریف	۱۰۱	تشبیہ کی تعریف
۱۱۵	(۲) استعارہ مکدیہ کی تعریف	۱۰۲	وجہ شبہ کی تعریف
۱۱۶	استعارہ اصلیہ کی تعریف	۱۰۲	اداة تشبیہ کی تعریف
۱۱۶	استعارہ تبعیہ کی تعریف	۱۰۳	تشبیہ ینف کی تعریف
۱۲۲	المجاز المرسل	۱۰۳	المبحث الثانی فی اقسام التشبیہ
۱۲۱	مجاز مرسل	۱۰۳	دوسری بحث اقسام تشبیہ کے بیان میں ہے
۱۲۲	مجاز مرسل کا بیان	۱۰۳	تشبیہ کی چار اقسام کا بیان
۱۲۳	مجاز مرسل	۱۰۵	تشبیہ مشوخل و مفروق کا بیان
۱۲۴	مجاز کے اجزا	۱۰۶	(۱) تشبیہ ملفوف کی تعریف

۱۳۲	کنایہ سے متعلق تفصیلات	۱۳۲	لفظ مجاز
۱۳۳	کنایہ کی اقسام	۱۳۳	مجازی معنی
۱۳۳	کنایہ قریب	۱۳۳	سبب
۱۳۳	کنایہ بعید	۱۳۵	علاقہ یا تعلق
۱۳۳	کنایہ سے صرف صفت مطلوب ہو	۱۳۵	قرینہ یا علامت
۱۳۳	کنایہ سے کسی امر کا اثبات یا نفی مراد ہو	۱۳۵	مجاز مرسل کی اقسام
۱۳۳	تعریف	۱۳۵	جزو کہہ کر کل مراد لینا
۱۳۳	کوت	۱۳۵	کل بول کر جزو مراد لینا
۱۳۳	رمر	۱۳۵	ظرف بول کر مظهر مراد لینا
۱۳۵	ایما و اشارہ	۱۳۵	مظهر بول کر ظرف مراد لینا
۱۳۶	علم البدیع	۱۳۵	سبب کہہ کر سبب یا نتیجہ مراد لینا
۱۳۶	علم بدیع کا بیان	۱۳۵	سبب یا نتیجہ بول کر سبب مراد لینا
۱۳۶	علم بدیع کی تعریف و بیان	۱۳۶	ماضی بول کر حال مراد لینا
۱۳۶	علم بدیع کی لغوی و اصطلاحی تعریف کا بیان	۱۳۶	مستقبل بول کر حال مراد لینا
۱۳۸	محسنات معنویہ	۱۳۶	مضاف الیہ بول کر مضاف مراد لینا
۱۳۸	محسنات معنویہ کا بیان	۱۳۶	مضاف الیہ حذف کر کے مضاف کا ذکر کرنا
۱۳۸	توریہ کا بیان	۱۳۶	آلہ بول کر صاحب آلہ مراد لینا
۱۳۹	حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ طور توریہ کلام کرنے کا بیان	۱۳۶	صاحب آلہ بول کر آلہ مراد لینا
۱۴۰	ابہام کا بیان	۱۳۶	لفظ بول کر متضاد مراد لینا
۱۴۱	ابہام کی اقسام کا بیان	۱۴۷	المجاز المركب
۱۴۵	توجیہ کا بیان	۱۴۷	مجاز مرکب
۱۴۵	صنعت توجیہ کا بیان	۱۴۷	مجاز مرکب کا بیان
۱۴۶	طباق کا بیان	۱۴۸	المجاز العقلي
۱۴۷	مقابلہ کا بیان	۱۴۸	مجاز عقلی
۱۴۷	ترجیح کا بیان	۱۴۸	مجاز عقلی کا بیان
۱۴۸	ادماج کا بیان	۱۴۸	الکنایۃ
۱۴۸	استبصار کا بیان	۱۴۸	کنایہ
۱۴۹	مرآۃ نظیر کا بیان	۱۴۸	کنایہ کی تعریف و بیان

۱۶۹	تقدیر کا بیان	۱۵۰	اسناد ام کا بیان
۱۷۰	صنعت رد النحر علی الصدر	۱۵۰	صنعت اسناد ام کا بیان
۱۷۰	جمع کا بیان	۱۵۰	اسطر اد کا بیان
۱۷۱	قلب کی ایک صورت کا بیان	۱۵۲	اقتنان کا بیان
۱۷۱	مکس کا بیان	۱۵۲	جمع کا بیان
۱۷۱	تخریج کا بیان	۱۵۳	صنعت جمع کا بیان
۱۷۲	موارد کا بیان	۱۵۳	تفریق کا بیان
۱۷۳	لفظ کے لفظ کے ساتھ اختلاف کا بیان	۱۵۳	صنعت تفریق کا بیان
۱۷۳	خاتمہ	۱۵۳	تقسیم کا بیان
۱۷۳	کتاب کے خاتمہ کا بیان	۱۵۳	صنعت تقسیم کا بیان
۱۷۴	کلام کے سرقہ کی بعض اقسام کا بیان	۱۵۳	صنعت جمع مع تفریق کا بیان
۱۷۷	اقتباس کا بیان	۱۵۳	صنعت جمع مع تقسیم کا بیان
۱۷۸	تضمین کا بیان	۱۵۵	صنعت جمع و تفریق و تقسیم کا بیان
۱۷۹	عقد و حل کا بیان	۱۵۵	طی نشر کا بیان
۱۸۰	تلمیح کا بیان	۱۵۶	صنعت لف و نشر کا بیان
۱۸۲	حسن ابتداء کا بیان	۱۵۶	ارسال شمل و کلام کا بیان
۱۸۲	حسن ختم کا بیان	۱۵۷	مبالغہ کا بیان
۱۸۲	برأت طلب کا بیان	۱۵۸	صنعت مبالغہ کا بیان
۱۸۲	حسن انتہاء کا بیان	۱۵۹	تاکید المدح کا بیان
۱۸۵	تنبیہ	۱۵۹	تاکید الذم کا بیان
۱۹۰	مختصر المعانی کا تعارف	۱۶۰	تجریہ کا بیان
۱۹۰	مختصر المعانی کا پس منظر	۱۶۱	حسب تعلیل کا بیان
۱۹۱	فصاحت کی تین قسمیں ہیں	۱۶۲	اختلاف کا بیان
۱۹۲	بلاغت کی دو قسمیں ہیں	۱۶۳	محسنات لفظیہ
۱۹۳	۱ مختصر المعانی کی اباحت کی وجہ حصر	۱۶۳	محسنات لفظیہ کا بیان
۱۹۳	۲ فنون ثلاثہ اور خاتمہ پر ایک اشکال کا جواب	۱۶۳	تشابہ اطراف کا بیان
۱۹۳	۳ مقدمہ کا مآخذ	۱۶۴	جناس کا بیان
۱۹۴	علم معانی کا خلاصہ	۱۶۷	صنعت مجہول اور اس کی اقسام کا بیان

۲۰۳	مبالغہ مقبولہ	۱۹۶	قصر خدائی کی دہشتیں ہیں
۲۰۳	مذہب کلامی	۱۹۷	صبر بیان کا خلاصہ
۲۰۳	حسن تعلیل	۱۹۷	تشبیہ ناریں
۲۰۴	تفریع	۱۹۷	ارکان تشبیہ
۲۰۴	تاکید المدح بمایبہ الذم	۱۹۸	مقتضی تشبیہ
۲۰۴	تاکید الذم بمایبہ المدح	۱۹۹	میز کایان
۲۰۴	استبصار	۱۹۹	استعارہ کی چار قسمیں ہیں
۲۰۴	ادماج	۲۰۰	کنایہ کا بیان
۲۰۴	توجیہ	۲۰۰	کنایہ کی اقسام
۲۰۴	ہزل	۲۰۰	عم بدیع کا خلاصہ
۲۰۵	تجاہل عارفانہ	۲۰۱	مطابقت
۲۰۵	قول بالموجب	۲۰۱	مراعات نظیر
۲۰۵	اطراد	۲۰۱	ارصاد
۲۰۵	لفظی وجوہ تحسین کلام	۲۰۱	صنعت ارصاد کا بیان
۲۰۵	جناس	۲۰۱	مشاکلت
۲۰۵	رد الجوز علی الصدر	۲۰۱	مزاوجت
۲۰۵	جمع	۲۰۲	نکس
۲۰۵	موازنہ	۲۰۲	رجوع
۲۰۶	قلب	۲۰۲	توریہ
۲۰۶	تشریح	۲۰۲	استخدام
۲۰۶	لزوم بالایلزم	۲۰۲	نیت و نشر
۲۰۶	خاتمہ کا خلاصہ	۲۰۲	جمع
۲۰۷	اغارہ و سنج	۲۰۲	تفریق
۲۰۷	المام و سلخ	۲۰۲	تقسیم
۲۰۷	آخری فصل کا خلاصہ	۲۰۳	جمع مع التفریق
۲۰۷	کتاب مصباح البلاغت کے اختتامی کلمات کا بیان	۲۰۳	جمع مع التقسیم
		۲۰۳	جمع مع التفریق و التقسیم
		۲۰۳	تجربہ

مقدمہ: ادب کا مفہوم اور اس کا بیان

ادب کے لغوی مفہوم کا بیان

ادب عربی زبان میں ثلاثی مجرد کے ابواب سے مصدر اور اردو میں بطور حاصل مصدر مستعمل ہے۔ لفظ ادب باب کرم سے بھی آتا ہے اور ضرب سے بھی، کرم سے اس کا مصدر اذبا (دال پر زبر کے ساتھ) آتا ہے، ادب والا ہونا اور اسی سے ادیب ہے جس کی جمع ادباء ہے اور باب ضرب سے اس کا مصدر اذبا (دال پر جزم کے ساتھ) دعوت کا کھانا تیار کرنے اور دعوت کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ اسی سے اسم فاعل آداب ہے۔ ادب باب افعال سے بھی اسی معنی میں بولا جاتا ہے، باب تفعیل سے علم سکھلانے کے معنی میں مستعمل ہے۔ باب استفعال اور باب تفعیل دونوں سے ادب سیکھنے اور ادب والا ہونے کے معنی میں آتا ہے۔

اردو میں سب سے پہلے گلشنِ عشق میں مستعمل ملتا ہے۔ اردو لغات میں ادب کے معنی، کسی کی عظمت و بزرگی کا پاس و لحاظ، حفظ مراتب، احترام، تعظیم، پسندیدہ طریقہ، ضابطہ یا سلیقہ، قاعدہ، قرینہ، وغیرہ ہیں۔

ادب کے اصطلاحی مفہوم کا بیان

ادب کی اصطلاحی تعریف میں علماء کی مختلف آرا ملتی ہیں۔ علامہ مرتضیٰ زبیدی کے قول کے مطابق یہ ہے۔

الادب ملکہ تعظم من قامت به عما یشینہ ۔

ادب ایک ایسا ملکہ ہے کہ جس کے ساتھ قائم ہوتا ہے ہر ناشائستہ بات سے اس کو بچاتا ہے۔

ابوزید انصاری نے ادب کی تعریف کچھ یوں کی ہے۔

الادب يقع علی کل ریاضہ محمودہ یتخرج بها الانسان فی فضیلہ من الفضائل ۔

ادب ایک ایسی اچھی ریاضت ہے جس کی وجہ سے انسان بہتر اوصاف سے متصف ہوتا ہے۔

ابن الکفانی کے نزدیک۔

وهو علم یتعرف منه التفاهم عما فی الضمائر بادلۃ الالفاظ والکتابۃ ۔ وموضوعه الفظ والخط

ومنفعته اظهار ما فی نفس انسان ۔

(علم ادب) ایسا علم ہے جس کے ذریعے الفاظ اور کتابت کے ذریعے اپنا مافی الضمیر دوسروں تک پہنچایا جاسکتا ہے۔ اور اس کا

موضوع لفظ اور خط ہے۔ اس کا فائدہ مافی الضمیر کا اظہار ہے۔

معروف عربی لغت السنجد میں علم ادب کی تعریف یوں بیان کی گئی ہے۔

هو علم يحتر ذبه من الخلل في كلام العرب لفظاً وكتابة .

علم ادب وہ علم ہے جس کے ذریعہ انسان کلام عرب میں لفظی اور تحریری غلطی سے بچ سکے۔

یعنی اپنے مافی الضمیر کو قرینے اور سلیقے سے بیان کرنا۔ کلام خواہ نثر ہو یا نظم، اس کے الفاظ چچے تلے ہوں، مفہوم واضح، اچھوتا

اور دلنشین ہو، اسے ادب کہا جاتا ہے۔

علم ادب کی اہمیت کا بیان

ادب خوب صورت میرائے میں اظہار مدعا کا نام ہے۔ ادب، دراصل اخلاق کے چہرے کا حسن اور زبان کی زینت کا نام ہے۔ کسی زبان کا ادب اس کی ثقافت کا بہترین عکس ہوتا ہے۔ ادب ہی ایک ایسا آئینہ ہے جس میں کسی قوم کی ثقافت تہذیب و تمدن، اس کے اخلاق، ماحول کا معیار اور اس معاشرے کی بلندی یا پستی دیکھی جاسکتی ہے۔

بقول صاحبزادہ خورشید گیلانی ادب معاشرے کی آنکھ، کان، زبان اور ذہن ہوتا ہے، انسانی زندگی میں پھیلے ہوئے ہزاروں بے جوڑ سنگین واقعات، طبقاتی امتیازات، روزمرہ کے معمولات، رموز و کنایات، سنگین حادثات، فطرت کی نوازشات، یہ سب کچھ ایک ادیب کو دکھائی اور سنائی دیتے ہیں، جس سے اس کا ذہن منفی یا مثبت طور پر متاثر ہوتا ہے، ان مناظر کو وہ زبان عطا کرتا ہے اور پھر سے وہ معاشرے کو لوٹا دیتا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہما سے شعر سنتے اور اچھے اشعار پر اپنی پسندیدگی کا اظہار فرماتے۔ کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ کا قصہ مشہور ہے، یہ فتح مکہ سے قبل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے خلاف اشعار کہا کرتے تھے۔ جب مکہ فتح ہوا تو ان کے بھائی بھیر نے ان کو پیغام بھیجا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کے ایسے شعراء کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے، الا یہ کہ کوئی تائب ہو کر مسلمان ہونے کا اعلان کر دے۔ کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کیا اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں اپنا لافانی قصیدہ ہانت سعاد کہا جو آج بھی عربی ادب کے ماتھے کا جھومر ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں اپنی چادر انعام کے طور پر مرحمت فرمائی۔

علوم ادب

علم ادب، دراصل مختلف علوم پر مشتمل ہے۔ ان سب علوم کا مقصد کلام میں حسن اور تاثیر پیدا کرنا ہوتا ہے۔ علامہ عبد الرحمن ابن خلدون نے چار علوم، لغت، نحو، بیان اور ادب کو عربی زبان کا رکن قرار دیا ہے۔

ابن الاکفانی (محد) نے علم الادب کو دس انواع میں تقسیم کیا ہے۔ اسی طرح صاحب منتہی الادب نے دو اور علوم کا اضافہ کر کے

درج ذیل بارہ علوم علوم ادب میں شامل کیے ہیں۔

نبی کریم ﷺ کی فصاحت و بلاغت کا بیان

اہل عرب فصاحت و بلاغت میں تمام اقوام عالم سے برتر اور افضل تھے۔ انہیں اپنے اس وصف پر اتنا فخر تھا کہ وہ اپنے اقوام اقوام عالم کو بھی (گوٹکا) کہتے تھے۔ ان فصحاء و بلغاء میں بھی حضور کی شان فصاحت مدیم الیشاں تھی۔

حضور ﷺ کی شان فصاحت کا کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا تھا۔ حضور ﷺ کے کلام میں بلا کی سلاست و روانی تھی۔ یوں معلوم ہوتا کہ کلمات نور کے سانچے میں اصل کر زبان اقدس سے ادا ہو رہے ہیں۔ جو بات زبان مبارک سے نکلتی وہ ہر عیب سے پاک ہوتی، اس میں تکلف کا شائبہ تک نہ ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو جوامع الکلم سے نوازا تھا۔ یعنی الفاظ قلیل ہوتے لیکن لطائف اور معانی کا ایک سمندر ان میں موجزن ہوتا تھا۔ حضور ﷺ کی زبان مبارک سے ایسے حکیمانہ جملے صادر ہوتے جو حکمت و دانائی میں اپنی مثال نہیں رکھتے تھے۔

عرب کے مختلف خطوں میں جو عربی بولی جاتی تھی اس میں بڑا تفاوت ہوتا تھا۔ سرکارِ دو عالم ﷺ کا وطن مبارک اگرچہ حجاز تھا لیکن حضور ﷺ اہل حجاز کی لغت میں بھی جب گفتگو فرماتے تو فصاحت و بلاغت کے چمن آباد ہو جاتے اور عرب کے دیگر علاقوں کی علاقائی زبانوں میں بھی اس سلاست و قادر الکلامی سے گفتگو فرماتے کہ سننے والی حیران ہو جاتے۔ حضور ﷺ جب بھی کسی کو مخاطب فرماتے تو اس کی علاقائی زبان میں خطاب فرماتے۔ اسی زبان کے محاورے استعمال فرماتے۔ انہیں کی شان فصاحت کا مقابلہ کرتے، یہاں تک کہ صحابہ کرام جب کسی دوسرے علاقہ کی زبان میں حضور ص ﷺ کو گفتگو کرتے سنتے تو کئی الفاظ کی تشریح و وضاحت کیلئے اپنے آقا کی طرف رجوع کرتے۔

ذوالمعشار ہمدانی سے اس وقت ملاقات ہوئی جب حضور ﷺ جوک سے واپس تشریف لائے تھے۔ بنی نہد کے خطیب طہہ العہدی، قطن بن حارثہ، اشعث بن قیس، وائل بن حجر الکندی اور حضرموت کے قبیلوں کے روسا اور یمن کے بادشاہوں سے گفتگو فرماتے تو انہیں کی زبان اور انہیں کے لہجہ سے۔

بطور مثال ہادی برحق ﷺ کا ایک مکتوب یہاں پیش کر رہا ہوں جو سرکار نے قبیلہ ہمدان کے سردار ذوالمعشار العہدی انی کی طرف انہی کی زبان میں لکھا تھا۔

ان لکم فراعھا و وھاظھا و عزاھا . تاکلون علالھا و ترعون عفاء فھا لنا من دفنھم و صرامھم
ما سلموا بالمیثاق و الامانة و لهم من الصدقة الثلب و الناب و الفصیل . و الفارض و الداجن و
الکبش الحوری و علیھم فیھا الصالغ و لقارح (الشفاء)

اس کے ترجمہ کی ضرورت نہیں یہ سارے جملے اہل عرب کے لیے بھی غریب اور مشکل ہیں۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے اس موقع پر متعدد علاقائی زبانوں کے نمونے بیان کئے ہیں۔ بنی نہد قبیلہ کے سردار طہہ کے لیے حضور ﷺ کے ارشادات، وائل بن حجر کے نام حضور ﷺ کا گرامی نامہ، مختلف قبائل کے روسا اور سلاطین کے طرف حضور

سورۃ النور میں آیت ۲۴: "وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ يَجْعَلِ اللَّهُ لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا" (اور جو ایسا کرے گا، اللہ اس کے لیے عذاب عظیم بنائے گا)۔
 سورۃ النور میں آیت ۲۵: "وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ يَجْعَلِ اللَّهُ لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا" (اور جو ایسا کرے گا، اللہ اس کے لیے عذاب عظیم بنائے گا)۔
 سورۃ النور میں آیت ۲۶: "وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ يَجْعَلِ اللَّهُ لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا" (اور جو ایسا کرے گا، اللہ اس کے لیے عذاب عظیم بنائے گا)۔

سب عرب کی ان عاداتی زبانوں میں جو متداول تھیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی فصاحت و بلاغت کا مستند دعوے کیا نہیں جا سکتا۔
 پڑھنے اور سننے والے سمجھے بغیر ان کی فصاحت و جزالت سے لطف اندوز ہوتے تو روزمرہ زبان میں جو شیے اپنی اور ہنسی ہوئی اس کا
 کون اندازہ رکھا سکتا ہے۔

نئی ادب نے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جوامع الکلم اور خیالان اقوال کے مجموعے تالیف کیے ہیں جو عربی زبان کا طرہ امتیاز ہیں اور
 اہل عرب کے لیے فخر و مباہات کا باعث ہیں۔ جوامع الکلم اور اقوال حکمت کے چند نمونے ملاحظہ فرمائیں۔

جوامع الکلام ہونے کی بعض مثالوں کا بیان

1۔ المسلمین تنكفأ دماءہم تمام مسلمانوں کا خون مساوی ہے۔
 یعنی قصاص و دیت میں کسی شخص کو اس کی ثروت اور اس کے خاندان کے پیش نظر ترجیح نہیں دی جائے گی بلکہ سب کا قصاص
 یکساں ہوگا۔

2۔ یسعی بدمتہم ادناہم اگر کوئی کم درجے والا مسلمان کسی قوم کو امان دے گا یا عہد کرے گا تو سب مسلمانوں پر اس کی
 پابندی لازمی ہوگی۔

3۔ وہم ید علی من سواہم تمام مسلمان دشمن کے مقابلہ میں یکجان ہوں گے۔
 یہ تین چھوٹے چھوٹے جملے ہیں لیکن اگر ان میں غور کیا جائے تو ان میں علم و حکمت کے چشمے اچلتے ہوئے محسوس ہوتے ہیں۔ ان
 کی تشریح میں بڑے بڑے دفاتر لکھے جاسکتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعدد ارشادات جو جوامع الکلم میں سے ہیں اور ان کا دامن حکمت کے انمول موتیوں سے معمور ہے ان میں
 سے چند یہاں درج کیے جاتے ہیں۔

1۔ الناس کاسنان المشط تمام انسان اس طرح برابر ہیں جس طرح سنکھنی کے دندانے
 2۔ والمرء مع من احب ہر انسان کو اس کی معیت حاصل ہوگی جس کے ساتھ وہ محبت کرتا ہے۔
 3۔ لاخیر فی صحبۃ من لا یری للک ماتری لد اس شخص کی ہم نشینی میں کوئی فائدہ نہیں کہ تو اس کے بارے میں خیر کی
 تمن کرے اور وہ تمہیں رک پہنچانے کے منصوبہ بناتا رہے۔

4۔ والناس معادن لوگوں کے مزاج مختلف قسم کے ہوتے ہیں جس طرح زمین میں مختلف قسم کی معدنیات ہوتی ہیں۔
 5۔ وما هلك امرؤ عرف قدرہ جو اپنی قدر پہنچتا ہے وہ ہلاک نہیں ہوتا۔

6۔ المستشار مومن و هو بالخیار ما لم یتکلم، جس سے مشورہ لیا جائے وہ امین ہے۔ جب تک وہ اپنی رائے کا

الہی نہ کر۔ بلکہ خاموش رہے اسے اختیار ہے کہ وہ مشورہ دے یا نہ دے۔

7. رحمہ اللہ علہا لقال غیوہا مغنہ او سکت فسلمہ اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے جو ابھی بات زبان سے نکالتا ہے اور اس سے فائدہ پہنچتا ہے یا سکوت اختیار کرتا ہے اور تمام لوگوں کی ایذا رسانی سے محفوظ رہتا ہے۔

یہاں علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے حضور پر نور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جوامع الکلمات کی بہت سے نادر مثالیں درج کی ہیں۔ ان کے پڑھنے سے یقیناً نور بصیرت میں اضافہ ہوتا ہے۔ (فیاء النبی جلد پنجم صفحہ 275 پر محمد کرم شاہ رحمۃ اللہ علیہ)

فصاحت و بلاغت کے اعجاز کا بیان

نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کا دور مبارک آیا تو دنیا حسن بیان سے آراستہ اور زیور کلام سے ہیرا ستہ ہو چکی تھی۔ خاص طور پر عرب اپنی زبان دانی اور جادو بیانی کے سبب ساری دنیا کو مجسم (یعنی گونگا) کہتے تھے۔ چنانچہ عربوں کی زبان بیان کے منہم خانہ کو ڈھانے کیلئے قدرت نے اعجاز قرآن سے کام لیا اور صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وسلم کو فصاحت و بلاغت کے حسن و جمال سے آراستہ و ہیرا ستہ کیا۔ اس طرح خالق نطق و بیان نے اپنے نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کو سر زمین عرب پر فصیح العرب بنا کر بھیجا۔ چنانچہ آپ سب سے زیادہ فصاحت و بلاغت کے مالک تھے۔

جیسا کہ قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے: جہاں تک فصاحت لسانی اور بلاغت زبانی کا تعلق ہے تو اُمی لقب اصح العرب صلی اللہ علیہ وسلم اس میدان میں افضل ترین مقام کے مالک تھے۔

عرب میں دو قبیلے فصاحت و بلاغت میں سب سے زیادہ ممتاز تھے۔ ایک تو قریش اور دوسرے بنو سعد قریش میں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہی ہوئے تھے، اور بنو سعد میں پرورش پائی تھی۔ اس لیے فصاحت و بلاغت اور خطابت آپ کی گھنٹی میں پڑی ہوئی تھی اور بنو سعد صحرائی ماحول میں پرورش پانے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں زور کلام اور فطری انداز بیان از خود آ گیا تھا اور قریش میں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے تھے، جس کا نتیجہ تھا کہ فصاحت و بلاغت کے ساتھ کے ساتھ شہری انداز گفتگو کی شائستگی اور شستہ الفاظ کی تابندگی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام میں رچ بس گئی تھی اور سب سے بڑی بات یہ کہ تائید الہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل تھی، جس کا ادراک علم انسانی سے بعید ہے۔

الفاظ آیتیں ہیں تو فقرے ہیں سورتیں گویا کہ بولتا ہوا قرآن ہیں مصطفیٰ ﷺ

چنانچہ آپ نے زبان کھولی تو معرفت کا نور برسنے لگا۔ آپ نے کلام فرمایا تو فصاحت و بلاغت کے چشمے اگلنے لگے۔۔۔ جلالت خطبتا آپ پر ثار۔۔۔ طلاقت بیان آپ پر قربان۔۔۔ ضعف ایجاز و اختصار آپ کے وجدان کا صدقہ ا

حسن ترکیب کی جدت ترتیب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے افکار کی زکوٰۃ منتخب حروف اور موزوں الفاظ غلام تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہاتھ باندھے کھڑے رہا کرتے تھے خوش بیانی اور شگفتہ بیانی کنز تھیں کہ حاشیہ برداری میں آپ کے پیچھے نیچے چد کرتی تھیں ایسی سبب تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم برملا فرمایا کرتے تھے۔

انا نصح العرب۔ میں عرب کا نصیح ترین شخص ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول مبارک کو نہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں کوئی جھٹلا سکا اور نہ آج تک کسی میں یہ جرأت پیدا ہو سکی!

ظاہر ہے کہ جس کے حسن بیان کی خالق نطق و بیان نے خود قسم کھائی ہو۔ اس کے کلام فصاحت نظام کے مقابل بھلا کون آ سکتا ہے؟ (الزخرف (87))

وہ خدا نے ہے مرتبہ تجھ کو دیا، نہ کسی کو ملے نہ کسی کو ملا کہ کلام مجید نے کھائی شہا تیرے شہر و کلام و بقا کی قسم اعجاز کلام: نتیجہ یہ نکلا کہ حضرت انصح العرب صلی اللہ علیہ وسلم کے اعجاز کلام نے سخن دان عرب کے علم و ادب کی بساط ہی الٹ کر رکھ دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے توحید کا وہ نمونہ چنانچہ اچھا عیڑا کہ عرب کی مردہ روایات کا جنازہ نکل گیا۔ کفار کے فرسودہ اعتقادات ماضی کے تاریک غاروں میں دفن ہو کر رہ گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت سرمدی سے زبان کے جادو گروں اور بیان کے سامریوں کا طلسم ہو کر باٹوٹا!

حضرت انصح العرب صلی اللہ علیہ وسلم کو فصاحت و بلاغت کی وہ بلندیاں عطا کی گئیں تھیں کہ ان کے آگے فن و ادب کی کوئی معراج کمال باقی نہ رہی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان حق بیان میں وہ تاثیر تھی کہ ادھر دامن مبارک سے کوئی کلمہ حق نکلا اور ادھر کئی دشمن جانی، نور ایمانی سے سرفراز ہو کر ہمیشہ کیلئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بے دام غلام بنے۔ چنانچہ احادیث مبارکہ میں یہ بات تو اتر سے آئی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہایت شریں زبان اور فصیح بیان تھے۔ جو کوئی آپ کا کلام سنتا دیوانہ ہو جاتا۔ چنانچہ ایک موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کفار مکہ کے سامنے سورۃ النجم تلاوت کی۔ ابھی آپ نے ان پر چند لفظ ہی ادا فرمائے تھے کہ دمک کے ابر سے عالم پر گڑ پڑی بجلی سننے والے اپنے اوپر قابو نہ رکھ سکے، بے ساختہ سجدے میں گر پڑے۔

انہی عرفانی تجلیات اور نورانی واردات کے سبب سیاہ بخت کافر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر اپنے کانوں میں روئی ٹھونس لیا کرتے تھے کہ کہیں نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز حق ان کے محروم کانوں میں نہ پڑ جائے اور کہیں اسے سن کر اثر و تاثیر کی نورانی بجلیاں ان کے تاریک دلوں پر نہ ٹوٹ پڑیں اور پھر امر واقعہ بھی یہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مواعظ حسنہ کے مسحور کن انداز میں تجلیات الہی کی بجلیاں کوندا کرتی تھیں۔ بقول حضرت انس رضی اللہ عنہ، ایک دن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: اے لوگو! جو میں جانتا ہوں اگر تم وہ جانتے تو بہتے کم اور روتے زیادہ!

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جملہ کچھ ایسے کرب سے فرمایا کہ اس اثر انگیزی سے لوگوں کی حالت غیر ہو گئی وہ منہ پر کپڑے ڈال کر بے اختیار رونے لگے۔

حسب حال گفتگو: حضور انصح الخلق صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ حسب حال گفتگو فرمایا کرتے تھے۔ ہر شخص سے اس کے ذہن کے مطابق بات کرتے تھے اور اپنے صحابہ کرام کو بھی یہی ہدایت فرماتے تھے۔ زبان نبوت کا یہ اعجاز تھا کہ سب کچھ بروقت فطری انداز

میں بے تکلفانہ ادا ہوتا چلا جاتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام میں آمدی آمدی، آورد کا نام تک نہ تھا۔ موقع و محل سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنی بات کو مؤثر بنانے کا فن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خوب آتا تھا۔ چنانچہ ایک موقع پر وعظ فرماتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ معرفت اچانک ڈوبتے ہوئے سورج پر جا پڑی۔ سورج کے پیلے چہرے کو دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عجب ولد و زانداز میں فرمایا: دنیا کی گذشتہ عمر کے مقابلہ میں اب اس کی عمر کا اسی قدر حصہ باقی رہ گیا ہے جتنا آج کے دن کا سورج اور اس کے غروب ہونے کا وقفہ۔ یہ سن کر لوگوں پر رقت طاری ہو گئی۔ دل آخرت کے تصور سے لرزنے لگا۔ قرب قیامت کا احساس بیدار ہو گیا۔

ایک واقعہ کا واقعہ ہے کہ ازواج مطہرات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شریک سفر تھیں عرب کا لقی و دق صحرا تھا۔ حدی خواں نے انہوں کو حیز و دژانا شروع کیا تو مستورات بیقرار ہونے لگیں۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے بے ساختہ یہ خوبصورت جملہ نکلا: **رویدک ولفقا بالقواریر**۔ آہستہ چلو ساتھ نازک (شیشے کے) آئینے بھی ہیں۔

یہ حدیث شریف کیا ہے؟ سراسر ادبیت ہی ادبیت ہے۔ خصوصاً قواریر کا لفظ حدیث شریف کی جان ہے۔ اس میں جو بلیغ کنایہ ہے، اس کی تعریف سے زبان عاجز ہے۔ صنف نازک کو شیشے سے تشبیہ دینا آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا طرہ امتیاز ہے۔ خواتین کی اس خوبصورت تعبیر تو آج تک کوئی بڑے سے بڑا شاعر و ادیب بھی نہ پیش کر سکا۔ حقیقت یہ ہے کہ ساری ادبیت و بلاغت اس مختصری حدیث شریف کے اندر سمٹ آئی ہے اور لطف یہ کہ یہاں حقیقی اور مجازی دونوں معانی کی گنجائش موجود ہے۔ سبحان اللہ! سبحان اللہ! کلام و بیان میں میانہ روی: حضرت الفصح الخلق صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کلام فصاحت نظام میں درمیانہ روش اختیار فرماتے تھے۔ ہمیشہ اعتدال سے کام لیتے تھے میانہ روی کا دامن کبھی نہ چھوڑتے تھے، ہمیشہ حسب موقع اور بقدر ضرورت کلام فرماتے تھے اور وہ بھی اس شان کے ساتھ کہ اپنی گفتگو میں نہایت موزوں الفاظ اور چمکا تلک نہایت مؤثر انداز اختیار فرماتے تھے۔ بقول ام معبد رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہ تو کثیر الکلام تھے اور نہ ہی قلیل الکلام، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر بات بڑی واضح ہوا کرتی تھی۔ غرضیکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام میں الفاظ ضرورت سے کم ہوتے تھے اور نہ ضرورت سے زیادہ! جیسا کہ ترمذی شریف میں ہے کہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام میں نہ تو ست روی ہوتی تھی اور نہ ہی جلد بازی، بلکہ الفاظ و معانی کا حسین توازن ہوتا تھا۔

اسی کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ فصیح البیان، واضح البیان اور مختصر کلام تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ سب سے زیادہ وزنی ہوتے تھے اور معانی بھی سب سے زیادہ وسیع ہوتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی فصاحت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی فطرت کی غماز تھی! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بلاغت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انداز تکلم میں نہ تو بے جا تکلف کا عیب دکھائی دیتا تھا اور نہ ہی اس میں زبردستی کی الفاظی کا خلل دکھائی دیتا تھا۔

اگرچہ کبھی کبھی کسی خاص موقع پر آپ اپنے خطبے کو طویل بھی کر دیا کرتے تھے مگر یہ طول لوگوں کی بیزاری کا باعث کبھی نہ بناتا اور نہ

آپ ﷺ کی نعت گویائی حروف اور ان کے مخارج کے عیوب سے پاک تھی اور یہ کہ آپ ﷺ ان حروف کے خوبصورت ترین اور موثر ترین طریقے سے ادا کرنے پر قدرت کاملہ رکھتے تھے۔

احیاء العلوم میں امام غزالیؒ نے فصاحت نبوی ﷺ کے متعلق لکھا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ فصیح تھے۔ آپ ﷺ کا کلام سب سے زیادہ شیریں تھا اور کہا کرتے تھے کہ میں اصح العرب ہوں۔ اہل جنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان میں گفتگو کریں گے آپ ﷺ کم بولنے والے آسانی سے گفتگو کرنے والے تھے۔ جب بھی بولتے تو نہ آپ ﷺ فضول بات کرتے نہ بیکاریوں لگتا تھا کہ آپ ﷺ کا کلام موتی ہیں جو لڑی میں پر دوپے گئے ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں آپ ﷺ سب سے زیادہ مختصر کلام کرنے والے تھے۔ یہی کچھ آپ ﷺ کے لیے جبرئیلؑ لاتے تھے اختصار کے ساتھ آپ ﷺ کلام حسب ضرورت جامع بھی ہوتا تھا۔ آپ جوامع الکلم کے انداز میں بات کرتے تھے۔ جس میں نہ فالتو بات ہوتی نہ کوئی نقص۔ یوں لگتا تھا جیسے الفاظ ایک دوسرے کے پیچھے پیچھے آرہے ہیں۔ آپ ﷺ کے کلام میں وقفہ ہوتا تھا۔ جس سے سننے والا آپ ﷺ کی بات حفظ کر لیتا تھا۔ آپ ﷺ بلند آواز اور سب سے زیادہ خوش آواز تھے۔ آپ ﷺ کافی دیر تک خاموش رہتے۔ بغیر ضرورت کے آپ ﷺ بات نہ کرتے تھے ناپسندیدہ بات آپ ﷺ کبھی نہ کرتے۔ خوشی اور ناراضگی میں حق بات ہی کہتے تھے۔ جو شخص اچھی بات نہ کرتا اس سے آپ ﷺ کنارہ کشی اختیار کرتے۔ مجبوراً کسی ناپسندیدہ چیز کا نام لینا پڑتا تو کنایات سے کام لیتے۔ آپ ﷺ جب خاموش ہوتے تو آپ ﷺ کے ہمنشین بات کرتے تھے۔ آپ ﷺ کے سامنے گفتگو میں جھگڑا نہیں ہوتا تھا۔ وعظ فرماتے تو بڑی توجہ اور اخلاص سے آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے۔ آیات قرآنی کو ایک دوسرے سے مت نکرایا کرو۔ کیونکہ یہ تو متعدد طریقوں سے نازل ہوا ہے۔

کلام میں حسن و مٹھاس کا بیان

مصر کے ممتاز عالم اساذ محمد عطیہ الابرہی نے عظمتہ الرسول میں آپ ﷺ کی فصاحت کے بارے میں لکھا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان فصیح تھی کلام بلیغ تھا۔ الفاظ پر رونق عبارت عمدہ اور تکلف نہ تھا۔ آپ ﷺ کو جوامع العلم عطا ہوئے۔ انوکھی حکمت بھری باتیں آپ ﷺ کی خصوصیت تھی۔ عرب کی زبانوں کا آپ ﷺ کو علم عطا ہوا تھا۔ آپ ﷺ ہر قبیلے سے اس کی زبان میں بات چیت کرتے۔ اس کی اپنی زبان اور لہجہ میں سوال و جواب ہوتے تھے۔ چنانچہ قریش انصار اہل مجاز اور اہل بخد کے ساتھ گفتگو میں جو انداز بیان اختیار کرتے وہ اس اسلوب کلام سے مختلف ہوتا تھا جو آپ ﷺ قحطانی عربوں کے ساتھ بات چیت کے دوران اختیار کرتے تھے۔ نبی اکرم ﷺ تمام فصحاء سے بڑے فصیح تمام بلغاء سے بڑے بلیغ اور تمام ذکی لوگوں سے زیادہ ذہین تھے۔ آپ ﷺ کا اسلوب آسان شیریں اور خوبصورت ہوتا تھا جسے ہر سننے اور پڑھنے والا سمجھ لیتا اور اس کی فصاحت و بلاغت سے لطف اندوز ہوتا تھا۔

امام العرب العربی ابو عثمان عمرہ بن بحر الحافظ حضور ارم صلی اللہ علیہ وسلم کی فصاحت و بلاغت کو ان الفاظ میں خراج تحسین پیش

کہتا ہے کلام نبوی ایک ایسا کلام ہے جس کے حروف کی تعداد تو قلیل ہے مگر اس کے معانی کی تعداد کثیر ہے۔ یہ قطع سے بلند تر اور تکلف سے منزه ہے۔ یہ کلام تو بالکل ایسا ہی ہے کہ جیسا اللہ تعالیٰ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! کہہ دیجئے کہ میں تکلف کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔ بھلا کیوں نہ ایسا ہوتا جبکہ آپ ﷺ نے اپنے پیچھے چار کلمات کہنے کو محبوب قرار دیا اور گھٹے کی گہرائی سے آواز نکالنے والوں سے کنارہ کشی کی ہے۔ آپ ﷺ بات کو پھیلانے کے موقع پر بات کو پھیلاتے اور مختصر بات کی جگہ مختصر بات ہی کرتے تھے۔ آپ ﷺ انوکھے اور نامانوس الفاظ کو ترک کرتے۔ بازاری اور رکیک الفاظ سے نفرت کرتے تھے۔ آپ ﷺ کا کلام سراپا حکمت و دانش کی میرات تھا۔ آپ ﷺ کی گفتگو کو محنت خداوندی اپنے جہوں میں لیے ہوئے تھی۔ اس کلام کی تعمیر کو تائید الہی اور توفیق ربانی کی سہولت میسر تھی۔ کلام نبوی ﷺ ایک ایسا کلام ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے محبت کی رنگت بکھار دی ہے۔ اور اسے شرف قبولیت سے سرفراز فرمایا ہے۔ اس میں ہدایت کے ساتھ شرعی و عبادت اور حسن فہم کے ساتھ قلت کلمات ایک ساتھ نظر آئے گی۔ قاضی میاض سیرت نبوی ﷺ میں لکھتے ہیں جہاں تک فصاحت لسانی اور بلاغت زبانی کا تعلق ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس میدان میں افضل ترین مقام کے مالک تھے۔ آپ ﷺ کا مرتبہ فصاحت کسی سے پوشیدہ نہ تھا۔ طبیعت کی سلامت و روانی معانی پیدا کرنے کا کمال جامع و مختصر جملے بولنا سترے اور چمک دکھانے والے الفاظ صحت معانی اور ہر بات بے ٹکان اور بے تکلف و بلا قطع بولنا۔ آپ ﷺ کی فصاحت و بلاغت کا حصہ تھا۔ انوکھی اور بے حکمت باتیں آپ ﷺ کے حضائض میں سے تھیں اور آپ ﷺ کو عرب کی تمام زبانوں کا علم دیا گیا تھا۔

علامہ ابوالحسن لماوردی علوم اللہ میں لکھتے ہیں۔ آپ ﷺ سب سے زیادہ فصیح اللسان و واضع لہسان مختصر کلام تھے۔ آپ ﷺ کے الفاظ سب سے زیادہ وزنی اور آپ کے معانی بھی سب سے زیادہ سمجھ ہوتے۔ آپ ﷺ کا کلام بلاغت کی تمام شرائط کا مجموعہ تھا۔ آپ ﷺ نے نہ تو کسی سے بلاغت سیکھی اور نہ اہل بلاغت سے آپ ﷺ کا کبھی میل جول رہا تھا۔ آپ ﷺ کی بلاغت تو وحی ہے جو آپ ﷺ کی جبلت اور فطرت کا تقاضا تھا۔

امام ابو حیری فصاحت نبوی ﷺ کا اعتراف کرتے ہوئے کہتے ہیں نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی معجزہ کافی تھا کہ دور جاہلیت کی تاریکیوں کو علم سے روشناس کر دیا اور حقیقت ہوتے ہوئے بھی آپ ﷺ کو وسیع قدرت نے ادب سکھا دیا۔

عرب کے تمام نصحاء و بلغاء نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی فصاحت و بلاغت کی ستائش کی ہے اور سب کا اس پر اتفاق ہے کہ عربی زبان و ادب کی تاریخ میں کلام اللہ کے بعد فصاحت و بلاغت میں کلام نبوی ﷺ کا مقام ہے۔ آپ ﷺ کا اسلوب فیضان الہی کا نتیجہ ہے۔ اس لیے اس میں وحی الہی کے اثرات نمایاں تھے۔ آپ ﷺ کے اسلوب نظم و خطابت میں تکلف و تصنع نہیں تھا بلکہ سادہ و سلیس پر کشش تھا۔ جاحظ نے البیان میں لکھا ہے لوگوں نے آپ ﷺ کو ہمیشہ انتہائی راست گو صاحب عقلیت و معصومیت اور شرف ربانی کی تائید سے صحف پایا تو وہ جان گئے کہ یہ حکمت کا پھل اور توفیق ایزدی کا نتیجہ ہے۔ اور یہ حکمت تقویٰ کا پھل اور اخلاص کا نتیجہ ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ انسان پر بیشتر آفات زبان کی بدولت آتی ہیں۔ حتیٰ کہ سب سے بڑی آفت

یعنی جہنم میں داخل ہونا بھی زبان درازی کا نتیجہ ہوگا۔ آپ ﷺ نے ریاکاری تکلف سے تیاری کرنے اور ہر اس چیز سے منع فرمایا ہے جو دکھلاوے شہرت حاصل کرنے تکبر اور بڑائی دکھانے کے مشابہ ہو۔ اس طرح ایک دوسرے کو بھٹلانے بھڑکانے مقابلہ کرنے اور ایک دوسرے پر غالب آنے کے لیے خطابت کو استعمال کرنے منع فرمایا ہے۔ آپ ﷺ ایک ایسی قوم میں مبعوث ہوئے تھے جس کے ہاں کمال کا معیار ہی بیان و بلاغت اور فصاحت لسانی تھی۔ ایک موقع پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم دیکھتے ہیں کہ آپ ﷺ تمام عرب کے لیے اور مقامی بولیاں سمجھ لیتے ہیں اور ہر قبیلے سے اس کی زبان میں گفتگو کرتے ہیں یہ علم و ادب آپ کو کس طرح حاصل ہوا آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا میرے رب نے مجھے سلیقہ اور ادب سکھایا ہے اور میری خوب خوب تربیت فرمائی۔

اللہ کی یہ سنت رہی ہے کہ جس دور میں جس چیز کا زور ہوتا ہے اسی کے مطابق انبیاء کو معجزہ عطا ہوتا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ساحری کا جھجکا تھا چنانچہ ید بیضاء اور عصا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عطا کیا گیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زمانہ طلب و حکمت کا عہد تھا اس لیے آپ ﷺ کو اعجاز مسجائی عطا ہوا۔ لیکن فصاحت و بلاغت کے رسا عربوں میں قرآن کریم کے اعجاز سے کام لیا گیا۔ اس لیے آپ ﷺ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر اور زبان اقدس کو فصاحت و بلاغت کے تمام لوازمات کمال سے نوازا گیا۔ آپ ﷺ کی فطرت میں خطابت کا اعجاز و دلیعت کیا گیا آپ ﷺ کا معمول یہ تھا کہ آپ ﷺ انداز کلام اور اسلوب خطابت میں ہمیشہ اعتدال و میانہ روی اختیار فرماتے تھے۔ حسب موقع اور بقدر ضرورت گفتگو فرماتے۔ جب تقریر فرماتے تو نہایت موزوں الفاظ اور چمکتا۔ مگر پُر اثر انداز اختیار فرماتے۔ بات ختم کر چکے۔ تو سامعین کی تسکین جاتی نہیں رہتی تھی۔ آپ ﷺ کے خطبات اکثر مختصر مگر جامع ہوتے۔

آپ ﷺ کی بود و باش ایسے قبائلی میں تھی جو خالص ترین زبان والے اور شیریں ترین بیان والے تھے۔ چنانچہ آپ ﷺ بنو ہاشم میں پیدا ہوئے۔ قریش میں بڑے ہوئے اور بنو سعد میں پرورش پائی۔ اس لیے آپ ﷺ فطرتاً فصیح العرب تھے۔ آپ ﷺ کی فصاحت الہام و فیضان کے مشابہ معلوم ہوتی تھی۔ جس میں آپ ﷺ نے مشقت یا تکلف سے کچھ کام نہ لیا۔ آپ ﷺ کی زبان سے نہ تو کبھی کوئی ناگوار لفظ ادا ہوا۔ اور نہ آپ ﷺ کے اسلوب بیان میں ناہمواری نظر آئی۔ آپ ﷺ کا کلام قرآن مجید کے بعد سب سے زیادہ فصیح و بلیغ تھا۔ آپ ﷺ کے کلام میں نہ تکلف تھا نہ آپ ﷺ اسے سجانے کا قصد فرماتے اور نہ تفع کے وسائل میں سے کسی وسیلے کی تلاش میں ہوتے۔

بلاغت کی پانچ امتیازی خصوصیات کا بیان

آپ ﷺ کی بلاغت کی پانچ امتیازی خصوصیات تھیں:

1- کتاب اللہ کے بعد عربی فصاحت و بلاغت کی تاریخ میں کوئی ایسا خطیب نہیں ہوا جو آپ ﷺ کی فصاحت و بلاغت کا ہم پلہ ہو سکے۔ یعنی قرآنی بلاغت کے بعد بلاغت نبوی ﷺ کا ایک اعلیٰ و منفرد مقام ہے۔

2- کلام نبوت میں ایسی تراکیب ہیں جو قلت لفظ کے ساتھ ساتھ کثرت معنی کا رنگت لیے ہوئے ہیں۔ گویا کوزے میں دریا بند ہے۔ چند لفظ ہیں جن میں خطابت کے وسیع سمندر ٹھاٹھیں مارتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

3- تیسری خصوصیت خلوص ہے۔ یعنی کسی قسم کا ابہام مغالطہ نہیں۔ لفظ و معنی میں ایسی پختگی اور وضاحت ہے کہ سامع کو کوئی مشکل پیش نہیں آتی۔

4- قصد و اعتدال چوتھی خصوصیت ہے یعنی لفظ و معنی میں ایجاز و اقتضاء اور اسیا توازن پایا جاتا ہے جسے اقتصاد لفظی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

5- آپ ﷺ کے کلام کی پانچویں خصوصیت یہ ہے کہ سننے والے کے دل میں کوئی تشنگی یا طلب باقی نہیں رہتی۔ لفظ و معنی اس کی تسلی کر دیتے ہیں۔

آپ ﷺ کے بے حد و بے شمار حکمت آگئیں فصاحت نظام و بلاغت کلام کے نمونے موجود ہیں جن میں سے چند مندرجہ ذیل میں پیش کیے جا رہے ہیں۔

کلام میں فصاحت و بلاغت کی بعض امثلہ کا بیان

1- لوگ کٹھی کے دانوں کی طرح ہیں۔

2- بیٹا اس کا جس کے بستر پر پیدا ہوا۔

3- سنی ہوئی بات دیکھی ہوئی بات کی طرح نہیں ہے۔

4- جو مخلوق پر رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جائے گا۔

5- قوم کا سردار وہ ہے جو اس کی خدمت کرے۔

6- شرک ترک کرنا بھی صدقہ ہے۔

7- انسان اس کی ساتھ ہے جس کو وہ محبوب رکھے۔

8- لوگ کانیں ہیں۔

9- جس سے مشورہ لیا جائے اس کے امانت ضروری ہے۔

10- انسان مختار ہے جب تک کلام نہ کرے۔

11- وہ شخص ہلاک نہیں ہوتا جو خود شناس ہے۔

12- اللہ تعالیٰ نے اس بندے پر رحم فرمایا جس نے اچھی بات کہی تو فائدہ اٹھایا یا خاموشی اختیار کر کے محفوظ ہو گیا۔

13- منہ دیکھ کر بات کرنے والا اللہ تعالیٰ کے حضور میں باعزت نہیں ہے۔

14- میانہ روی اچھی چیز ہے۔

15- اسلام قبول کر محفوظ ہو جا۔

16- اللہ سے ڈر تو جہاں کہیں بھی ہو۔

17- اپنے دوست کو راز کم یا د ممکن ہے وہ تمہارا کسی روز دشمن ہو جائے۔

18- تم کوڑا کرکٹ کے ڈھیر پر آگے ہوئے سبزے سے بچو (یعنی انسانی زندگی کی ایسی ظاہری خوشنمائی اور چکا چوند سے بچنا چاہیے جس کی تہہ میں فکر و نظر اور اخلاق کی گندگی اور عفونت ہو۔

19- اب تنور بھڑکا ہے۔ (یعنی معرکہ کارزار اب گرم ہوا ہے۔

20- دعا انبیاء کا ہتھیار ہے۔

21- پہلے اونٹ کا گھٹنا باندھو پھر اللہ پر توکل کرو (یعنی ہر معاملے میں پہلے اپنی طرف سے پوری کوشش کرنی چاہیے پھر اللہ پر بھروسہ کرنا چاہیے۔

22- تم کبھی کبھار ملنے جاؤ محبت میں اضافہ ہوگا۔ (یعنی کبھی کبھار کی ملاقات سے باہمی محبت بڑھتی ہے۔

23- نہ کسی کو نقصان پہنچانا روا ہے نہ کس کو انتقام کی خاطر تکلیف دینا روا ہے۔

24- آگینوں کو ٹھیس مت پہنچاؤ۔ یعنی عورتوں سے محبت اور شفقت کے ساتھ پیش آؤ۔

25- کامیابی صبر کے ساتھ وابستہ ہے۔

26- انسان دوست سے پہچانا جاتا ہے۔

27- جس نے کوشش کی وہ کامیاب ہوا۔

28- جو دوسروں پر ہنسنا ہے دنیا اس پر ہنسے گی۔

29- لڑائی ایک چال ہے۔ یعنی میدان جنگ میں چال چلنا بھی لڑائی ہے۔

30- حیا ایمان میں سے ہے۔

31- اچھا خلق بہترین عبادت ہے۔

32- شکون لینا شرک ہے۔

33- اپنے ہاتھ و قابو میں رکھو یعنی تمہارا ہاتھ کسی پر ظلم و زیادتی نہ کرے۔

34- اپنی زبان کو قابو میں رکھو۔

35- غصہ سے اجتناب کرو۔

قرآن مجید کی فصاحت کا بیان

قرآن مجید جس دور میں نازل ہوا وہ فصاحت و بلاغت اور منطق و حکمت کا دور تھا چنانچہ جب اسے فصیح و بلیغ ادیبوں 'عالموں اور

شاعروں کے سامنے پیش کیا گیا تو وہ بے ساختہ پکار اٹھے کہ: "خدا کی قسم یہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کلام نہیں ہے۔"

قرآن مجید ایسی فصیح و بلیغ زبان میں نازل ہوا جس کی نظیر پیش کرنے سے انسان قاصر تھے، قاصر ہیں اور قاصر رہیں گے اسلئے قرآن مجید نے حسب اپنی فصاحت و بلاغت کا دعویٰ کیا تو عربوں نے اجماعی غور فکر کے بعد تین الفاظ پر اعتراض کیا کہ وہ عربی محاورے کے خلاف ہیں۔ یہ الفاظ کُتِبُوا، هُنُوْا اور غُصَبَاب تھے۔ معاملہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے پیش ہوا۔ آپ نے معترضین کے مشورے سے ایک بوڑھے شخص کو منصف بنایا۔

جب وہ شخص آیا اور بیٹھنے لگا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "ادھر بیٹھ جائیں۔" وہ اس طرف بیٹھنے لگا تو آپ نے فرمایا: "ادھر بیٹھ جائیں۔" جب وہ ادھر بیٹھنے لگا تو پھر اشارہ کر کے فرمایا: "ادھر بیٹھ جائیں۔" اس پر اس شخص کو طعنا گیا اور اس نے کہا: اءَ مَا شَبَّحَ كُتِبُوا، كَتَبْتُ لِي هُنُوْا هَذَا شَيْءٌ غُصَبَاب،

"میں نہایت بوڑھا ہوں کیا آپ مجھ سے مذاق کرتے ہیں؟ یہ بڑی عجیب بات ہے۔"

یوں اس نے تینوں الفاظ تین جملوں میں کہہ ڈالے۔ اس پر معترضین اپنا سامنہ لے کر رہ گئے۔

ایک مصری عالم لکھتے ہیں کہ وہ ایک مجلس میں اپنے جرمن مستشرق دوستوں کے ساتھ بیٹھے تھے۔ مستشرقین زبان سے پوچھا: کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ قرآن مجید فصیح و بلیغ عربی میں کبھی کسی نے گفتگو کی ہے نہ کوئی ایسی زبان لکھ سکا ہے۔ علامہ نے کہا: "ہاں میرا ایمان ہے کہ قرآن مجید فصیح و بلیغ عربی میں کسی نے کبھی گفتگو کی ہے نہ ایسی زبان لکھی ہے۔" انھوں نے مثال مانگی تو علامہ نے ایک جملہ دیا کہ اس کا عربی میں ترجمہ کریں: "جہنم بہت وسیع ہے۔"

جرمن مستشرقین سب عربی کے قاضی تھے، انہوں نے بہت زور مارا۔ جہنم وسیعہ، جہنم وسیعہ جیسے جملے بنائے مگر بات نہ بنی اور عاجز آ گئے تو علامہ طعلاوی نے کہا: "لو اب سنو قرآن کیا کہتا ہے۔"

يَوْمَ نَقُولُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَايْتَ وَتَقُولُ هَلْ مِنْ مَّزِيدٍ

"جس دن ہم دوزخ سے کہیں گے: کیا تو بھر گئی؟ اور وہ کہے گی: کیا کچھ اور بھی ہے؟"

اس پر جرمن مستشرقین اپنی نشستوں سے اٹھ کھڑے ہوئے اور قرآن کے اعجاز بیان پر مارے حیرت کے اپنی چھاتیاں پیٹنے لگے۔

شعراء عرب کی فصاحت اور فصاحت قرآن

اگر ہم کسی انسان کے فصیح و بلیغ کلام کا مطالعہ کریں تو اختلاف مضامین، اختلاف احوال اور اختلاف اغراض سے اس کی فصاحت و بلاغت میں فرق ضرور نظر آئے گا جیسے اہل عرب کے جن شعراء اور خطباء کی فصاحت و بلاغت میں مثالیں دی جاتی ہیں ان میں سے کوئی تعریف و مدح بہت بڑھ چڑھ کر ہے تو جہوں میں معمول سے زیادہ گرا ہوا اور کوئی اس کے برعکس ہے کوئی مرثیہ گوئی میں فوجیت رکھتا ہے تو غزل میں بھدا ہے اور کوئی اس کے برعکس پیداوریوں ہی کوئی رجز میں اچھا ہے تو قصیدے میں خراب اور کوئی اس کے

برعکس اس تمام کے برعکس قرآن کریم پر غور فرمائیے اس میں وجودِ خطاب بھی مختلف ہیں: کہیں قصص و مواعد ہیں کہیں حلال و حرام کا ذکر کہیں اعدا و اعداء اور تو کہیں وعدہ و وعید کہیں تحریف و توشیح تو کہیں اخلاق حسنہ کا بیان ہے مگر یہ کتاب ہر فن میں فصاحت و بلاغت کے اس اعلیٰ درجے پر فائز ہے جو بشری طاقت سے باہر ہے یوں تو قرآن کریم کی فصاحت و بلاغت کے سلسلے میں بے شمار واقعات و روایات ہیں، ہر دست و پاء کے ذکر پر اکتفاء کرتا ہوں:

(۱) درسِ نظامی (عالم کورس) کے نصاب میں داخل مشہور کتاب سبع تعلقات کے فصیح و بلیغ شعراء میں سے ایک حضرت لبید بن ربیعہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ انہوں نے اسلام قبول کیا اور قبول اسلام کے بعد 60 سال زندہ رہے نیز اسلام لانے کے بعد انہوں نے صرف یہی ایک شعر کہا۔

ماعتب المرء الکرم کفہ والمرء یصلحہ القرین الصالح

ایک دن امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا: اپنے اشعار میں سے مجھے بھی کچھ سناؤ۔ تو انہوں عرض کی: ماسکنت لاقول شعرا بعد ان علمنی اللہ تعالیٰ البقرة وال عمران یعنی جب سے اللہ تعالیٰ نے مجھے سورہ بقرہ اور سورہ آل عمران سکھا دی ہے میں کوئی شعر نہیں کہتا۔ (مسند احمد)

دورِ تابعین سے تعلق رکھنے والے فصاحت و بلاغت میں یگانہ روزا ابن المقفع کے متعلق منقول ہے کہ اس نے قرآن کریم کا معارضہ کرنا چاہا تو ایک کلام نظم کیا، اسے منسل بنایا اور اس کا نام سورتمیں رکھا ایک دن وہ کسی مدرسے کے پاس گزرا تو اس نے کسی بچے کو قرآن کریم کی یہ آیت طیبہ پڑھتے ہوئے سنا۔

وَقِيلَ يَا أَرْضُ ابْنِي مَاءَ كَيْ وَبَسْمَاءَ أَفْلَحِي وَغِيْضَ الْمَاءِ وَقُضِيَ الْأَمْرُ وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُودِيِّ وَقِيلَ بُعْثَا لَلْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ۝ (ہود)

اور حکم فرمایا گیا کہ اے زمین اپنا پانی نکل لے اور اے آسمان نعم جا اور پانی خشک کر دیا گیا اور کام تمام ہوا اور کشتی کو جو جودی پر ٹھہری اور فرمایا گیا کہ دور ہوں بے انصاف لوگ۔

یہ سن کر وہ واپس لوٹا اور گھبرا کر جو کچھ لکھا تھا سب مٹا دیا اور کہا کہ اشهد ان هذا لا يعارض ابدا وما هو من كلام البشر یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ اس کتاب کا معارضہ کبھی نہیں ہو سکتا اور یہ انسان کا کلام نہیں۔ (تفسیر الماوردی، الموابہ اللہ نیتہ مع شرح الرقانی) یا اس نے یہ کہا: هذا كلام لا يستطيع احد من البشر ان يأتى بمثله یعنی یہ ایسا کلام ہے کہ کوئی بشر اس جیسا کلام نہیں کر سکتا۔ (تفسیر البحر المحیط)

محمد لیاقت علی الرضوی الحنفی

چک سنیکا بہاولنگر

بسم الله الرحمن الرحيم

علوم البلاغہ

پہلا فن علوم بلاغت کے بیان میں ہے

علوم بلاغت کا تعارف

علوم بلاغت تین ہیں۔ علم البیان، علم المعانی، علم البدیع

تحریر و تقریر میں فصاحت و بلاغت، حسن تاثیر، زور اور وزن پیدا کرنے اور کسی عبارت میں موجود بلاغت کی مقدار پہنچانے اور جانچنے کے لئے ان علوم کا جاننا اور ان میں مہارت حاصل کرنا انتہائی ضروری ہے۔

علم البیان کی تعریف

علم البیان وہ علم ہے جس میں سلیس و حسین انداز اور موثر پیرائے میں اپنے خیالات کا اظہار کرنے کے لئے لفظی و معنوی و جمعی اور تعقید سے بچنے کے قواعد بیان کئے جاتے ہیں۔

گویا اس علم کا مقصد لفظی ژولیدگی اور معنوی پیچیدگی سے بچنا ہے، تاکہ خیالات و احساسات واضح انداز میں مخاطب تک پہنچ سکیں، اور اسے سمجھنے میں کوئی دشواری پیش نہ آئے۔ وہ حسین تعبیر اور بلیغ اسلوب کی بدولت وہ سب کچھ سمجھ لے، جو شکام اسے بتانا چاہتا ہے۔

علم المعانی کی تعریف

وہ علم ہے جس میں شکام کو مخاطب کی ذہنی صلاحیت اور مقتضی حال کے مطابق کلام کرنے کے قواعد سکھائے جاتے ہیں، نیز کسی عبارت سے قیسی معنی کے ملاوہ قرائن اور سیاق و سباق سے جو اور معانی، مفہوم و مستطہ ہوتے ہیں ان کی تشریح کی جاتی ہے۔

علم البدیع کی تعریف

علم البدیع وہ علم ہے جس میں لفظی و معنوی محاسن کے ذریعے، فصیح و بلیغ کلام کو مزید سنوارنے اور خوبصورت بنانے کے قواعد بیان کئے جاتے ہیں۔ گویا اس علم کا مقصد حسین کلام کو مزید حسین بنانا ہے تاکہ اس کا حسن شعلہ و جوالہ بن جائے اور پڑھنے سننے والوں کو بہوت و ششدر کر دے۔ جیسے کسی یگانہ روزگار شخصیت کے حسن قرار سوز سے انسان ہکا بکار ہو جاتا ہے، اور کچھ دیر کے لئے محرز وہ سا ہو جاتا ہے۔ علم البیان میں تشبیہ، مجاز لغوی، مجاز مرسل، مجاز عقلی، استعارہ تمثیلیہ، اور کنایہ کی تفصیلات مذکور ہیں۔

(ماخوذ از منہاج البلاغہ، محمد معراج الاسلام)

مقدمہ فصاحت و بلاغت کا بیان

مقدمہ فصاحت و بلاغت کے بیان میں ہے

فصاحت کے لغوی و اصطلاحی مفہوم کا بیان

الفصاحة في اللغة تنبى عن البيان والظهور يقال الفصح الصبي في منطق اذبان وظهر كلامه و
نفع في الاصطلاح وصفا للكلمة والكلام والمتكلم .

فصاحت کا لغوی ہوتا ہے ظاہر ہونا اور واضح ہونا، جس طرح کہا جاتا ہے کہ الفصح الصبی فی منطقہ (بچے نے اپنی بات واضح کی) اس وقت جب کہ اس کی بات واضح اور صاف ہو اور اصطلاح میں یہ کلمہ، کلام اور شکلم کی صفت بنتی ہے۔
شرح

عربی زبان میں ثلاثی مجرد کے باب سے مشتق اسم ہے جو اردو میں اپنے اصل معنی و ساخت کے ساتھ بطور اسم ہی استعمال ہوتا ہے تحریر اسب سے پہلے 1635ء کو، سب رس، میں مستعمل ملتا ہے۔ خوش بیانی، خوش کلامی، پرکشش انداز بیان، کلام بآفتو کی شگلی، سلامت و لطافت کلام۔

علم معانی میں کلام میں ایسے الفاظ ہونا جن کو اہل زبان بولتے ہوں کلام کا خلاصہ محاورہ، طیر مانوس، رثیل الفاظ اور بھاری ترکیبوں سے مبرا ہونا کلام کا معیاری اور مستند محاورے کے مطابق ہونا۔

فصاحت و بلاغت کا بیان

فصاحت و بلاغت کی آمیزش سے ہی اچھا شعر یا اچھا ادب تخلیق کیا جاسکتا ہے۔ حالانکہ ہر انسان اپنی بات کو دوسروں تک پہنچانے کی ہر ممکن کوشش کرتا ہے۔ لیکن یہ ملکہ کسی کسی کو ہی حاصل ہوتا ہے وہ جو کچھ بیان کرنا چاہتا ہے وہ اتنا پرکشش اور واضح ہو کہ جس سے تحریر و تقریر میں اثر پیدا ہو جائے جیسا کہ غالب نے اچھے شعر کی تاثیر کے بارے میں کہا ہے کہ

دیکھنا تقریر کی لذت کو جو اس نے کہا

میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے

ادھر بات منہ سے نکلے اور ادھر دل میں گھر کر جائے۔ علما فصاحت کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ فصاحت وہ صفت ہے جس کے معنی خوش بیانی کے ہیں۔ یعنی جملے اور فقرے میں ایسے الفاظ و محاورات کا استعمال کرنا جو مستند ہوں جن کو ادا کرنے میں اہل

زبان کی بیرونی کی جائے مثلاً قد ماہ اس کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

فصاحت کلمہ اور کلام دونوں میں پائی جاتی ہے یعنی کلمہ بھی فصیح ہوتا ہے اور کلام بھی، کلمے کی فصاحت یہ ہے کہ اس میں جو حروف آئیں ان میں تناظر نہ ہو اور مخالفت قیاس لغوی اور غریب لفظی سے پاک ہو اور نہ ایسا ہو کہ اس کے سننے سے کراہیت معلوم ہو۔ اس تعریف سے ظاہر ہوتا ہے کہ فصاحت کا تعلق سماعت سے گہرا ہے مثلی نعمانی بھی الفاظ کے سبک اور شیریں کلمہ کو فصیح کہتے ہیں اور الفاظ کے ثقل اور کریہہ کو غیر فصیح سے تعبیر کرتے ہیں۔ اس کے ساتھ انھوں نے اس کو فصیح، فصیح تر، اور فصیح ترین کے درجات میں بھی بانٹا ہے لیکن کچھ مفکروں کا خیال ہے کہ الفاظ یا کلمہ نہ تو خوش صورت ہوتے ہیں نہ کریہہ صورت بلکہ کسی مصرعے، جملے کے طریق استعمال سے یہ صورت پیدا ہو جاتی ہے۔

اس کے علاوہ محققین نے کلام کی فصاحت کے لیے جن عیوب سے کلام کو علیحدہ رکھنے کی تلقین کی وہ قابلِ اعتناء نہیں ہو سکتی کیونکہ جب اظہار و مطلب کے لیے ادباء و شعراء کو روایتی ذخیرہ الفاظ محدود معلوم ہوتے ہیں تو وہ نامانوس الفاظ اور نئی تراکیب استعمال کرنے کی طرف راغب ہو جاتے ہیں۔ اس سلسلے میں کئی بار متروک الفاظ اور تراکیب کا استعمال بھی کر جاتے ہیں۔ کیونکہ فلسفیانہ اور مفکرانہ خیالات و جذبات کی تہہ داری کو ظاہر کرنے میں عام اور سادہ الفاظ ان کا احاطہ کرنے سے قاصر ہو جاتے ہیں۔ ایسے میں ان کے موزوں ترین اظہار کے لیے تادیر اور دقیق الفاظ و تراکیب کی طرف ادباء اور شعراء کا رجوع کرنا فطری ہے۔ اس طرح فصاحت کلام الفاظ کے موزوں ترین انتخاب اور حسین ترتیب سے عبارت ہے اس سلسلے میں مثلی نعمانی کی آراء ہے کہ کلام کی فصاحت میں صرف الفاظ کا فصیح ہونا کافی نہیں بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ جن الفاظ کے ساتھ وہ ترتیب میں آئیں ان کی ساخت ہیئت دلشست سکی اور گرانی کے ساتھ اس کو خاص توازن اور تناسب ہو ورنہ فصاحت قائم نہ رہے گی۔

شمس الرحمن فاروقی اس سلسلے میں کہتے ہیں کہ فصاحت سے مراد یہ ہے کہ لفظ یا محاورے کو اس طرح بولا یا لکھا جائے جس طرح مستند اہل زبان لکھتے یا بولتے ہیں۔ لہذا فصاحت کا تصور زیادہ تر سماعی ہے اس کی بنیاد روزمرہ اہل زبان ہے جو بدلتا بھی رہتا ہے اس لیے فصاحت کے بارے میں کوئی دلیل لانا یا اصول قائم کرنا تقریباً ناممکن ہے۔

کلمہ میں فصاحت ہونے کا بیان

(۱) ففصاحة الكلمة سلامتها من تنافر الحروف ومخالفة القياس والغرابية فتنافر الحروف وصف في الكلمة يوجب ثقلها على اللسان وعسر النطق بها نحو الظش للموضع النخش والهمخع لنبات ترعاه الابل والفتاح للجماء العذب الصافي والمستشرد للمفتول ومخالفة القياس كون الكلمة غير جارية على القانون الصرفي كجمع بوق على بوقات في قول المتنبي ر

ففي الناس بوقات لها وطول

فان يك بعض الناس سيفالدولة

اذا القياس في جمعه للقلة ابواق و كمودة في قوله

ان بني للنام زهده

مالی فی صدورهم من مودة

والقياس مودة بالادغام

والغربة كون الكلمة غير ظاهرة المعنى نحو تكا كما بمعنى اجتماع و افرقع بمعنى انصرف

واطلعهم بمعنى اشتد

ترجمہ

پس کلمہ کی فصاحت اس کا تانہ حروف، مخالفت قیاس، اور غرابت سے محفوظ ہوتا ہے۔ پس تانہ حروف کلمہ کی ایک ایسی صفت ہے جو کلمہ کو زبان پر ثقل بنا دے اور اس کی ادائیگی دشوار کر دے۔ جس طرح، طش، بمعنی کھر دہی جگہ اور صمغ بمعنی ادخاں کا چاند جسے وہ چرتے ہیں اور، نقاع، بمعنی صاف اور شیریں پانی اور، مستنزر، بمعنی بٹا ہوا، بٹا ہوا اور مخالفت قیاس وہ کلمہ کا قانون صرفی پر پورا نہ اترتا ہے جس طرح کہ متنبی کا لفظ بوق کی جمع اپنے اس شعر میں بوقات کی شکل میں لانا۔

فان يك بعض الناس سيفالدولة ففي الناس بوقات لها وطول

(اگر کوئی شخص کسی حکومت کے لئے تیار کے درجے میں ہے تو بعض لوگ اس کے لئے بگل اور دھول کے درجے میں ہیں) اس لئے کہ صرفی قاعدہ کے اعتبار سے اس کی جمع قلت، ابواق آتی ہے اور جس طرح لفظ، مودہ، شاعر کے اس شعر میں۔

ان بني للنام زهده مالی فی صدورهم من مودة

(بے شک میرے بیٹے کہینے ہیں بخیل ہیں ان کے دلوں میں میرے لئے کوئی محبت نہیں ہے) حالانکہ صرفی قاعدہ لفظ مودہ ادغام کے ساتھ لانے کا تھا اور غرابت فی السمع وہ کلمہ کا غیر ظاہر المعنی ہونا ہے جس طرح نکا کا، یعنی وہ چیز جمع ہو گئی اور، افرقع، یعنی لوٹ گیا اور، اطلعهم، یعنی دشوار اور شدید ہو گیا۔

شرح

علم بیان کی اصطلاح میں ایسا کلام جو مقام اور حال کے مطابق ہو۔ کلام بلغ میں فصاحت کا ہونا لازمی ہے، لیکن فصاحت کے لیے بلاغت لازمی نہیں ہے۔ گویا فصاحت اور بلاغت کے درمیان عموم و خصوص مطلق کی نسبت پائی جاتی ہے۔

بلاغت کی تعریف یوں بھی کی گئی ہے کہ ایسا کلام جس میں مخاطب کے سامنے وہی نکات بیان کیے جائیں جو اسے پسند ہوں۔ جو اس کو ناگوار محسوس ہوتے ہوں ان کو حذف کر دیا گیا ہو۔ زیادہ اہم باتوں کو پہلے بیان کیا گیا ہو اور کم اہمیت رکھنے والی باتوں کو بعد میں، نیز غیر ضروری باتوں کو نظر انداز کر دیا گیا ہو

تأخر خواہ حروف کا ہو یا کلمات کا، اس کا ادراک ذوق سلیم سے ہوتا ہے جو مذکورہ بالا علوم میں طہارت سے پیدا ہوتا ہے۔
غرابت سے مراد کسی شعر میں عجیب و غریب یا غیر مانوس الفاظ کا استعمال ہے جنہیں سمجھنے کے لیے لغات کا سہارا لینا پڑے۔

کلام میں فصاحت ہونے کا بیان

(۲) وفصاحة الكلام سلامته من تنافر الكلمات مجتمعة ومن ضعف التاليف ومن التعقيد .
مع فصاحة كلامه .

فالتنافر وصف في الكلام يوجب ثقله على اللسان وعسر النطق به . نحو

ففي رفع عرش الشرع مثلك يشرع
كريم متى امدحه امدحه والورى
وليس قرب قبر حوب قبر
معنى واذا مالمته لمته وحدى

و ضعف التاليف كون الكلام غير جار على القانون .

النحو المشهور (۱) كالاضمار قبل الذكور لفظا ورتبة في قوله

جزى بنوه ابا الفيلان عن كبر وحسن فعل كما يجرى سمار

والتعقيد ان يكون الكلام خفى الدلالة على المعنى المراد والخفاء اما من جهة اللفظ بسبب
تقديم او تاخير او فصل ويسمى تعقيد لفظيا كقول المتنبي

جفخت وهم لا يجفخون بهابهم شيم على الحسب الاغر دلائل

فان تقديره جفخت بهم شيم دلائل على الحسب الاغر وهم لا يجفخون بها واما من جهة
المعنى بسبب استعمال مجازات وكتابات لا يفهم المراد بها ويسمى تعقيدا معنويا نحو قولك
نشر الملك السنة في المدينة مريدا جواسيسه والصواب نشر عيونہ وقوله . ساطلب بعد الدار
عنكم لتقربوا وتسكب عيناى الدموع لتجمدا حيث كنى بالجمود عن السرور مع ان الجمود
يكنى به عن البخل وقت البكاء .

ترجمہ

کلام کی فصاحت وہ محفوظ رہتا ہے اس کے کلمات کے فصیح ہونے کے ساتھ ساتھ کلموں کے باہم جمع ہونے کے سبب پیدا ہونے
والے تنافر سے اور ضعف تالیف سے اور تعقید سے، پس تاخر کلمات کا ایک ایسا وصف ہے جو زبان پر اس کے تلفظ کو بوجھل بنا دیتا ہے
اور اس کی ادنیٰ دشوار کر دیتا ہے جس طرح۔ فی رفع عرش الشرع مثلك يشرع۔ شریعت کی عزت اور تخت کی سر بلندی کا کام
آپ جیسا ہی شخص کر سکتا ہے اور جس طرح، وليس قرب قبر حوب قبر، حرب نامی مقتول شخص کی قبر کے پاس کسی کی کوئی قبر نہیں
ہے۔

اور جس طرح شاعر کا یہ شعر ہے۔

کریم متسی امدحہ امدحہ والوری
معنی واذا ما لمتہ لمتہ وحدی

(میر امدوح ایسا شریف اور مہی ہے کہ جب میں اس کی تعریف کرتا ہوں تو ساری مخلوق میرے ساتھ مل کے تعریف کرتی ہے اور اگر میں اس کی مذمت و بھوکروں تو اکیلا ہی اس کی ملامت کرنے والا رہ جاتا ہوں) اور ضعیف تالیف وہ کلام نامہ جو رنجوی قانون سے مطابق نہ ہونا ہے جس طرح کہ لفظ اور رتبے کے اعتبار سے کسی لفظ کو ذکر کرنے سے پہلے ہی ضمیر کو لے آنا جس طرح کی شاعر نے اس شعر میں۔

جزی بنوہ ابا الغیلان عن کبر
وحسن فعل کما جوزی سمنار

(بڑھاپے اور حسن سلوک کے باوجود اس کے بیٹوں نے ابو الغیلان کو ایسا بدل دیا جیسا کہ سمنار نامی مہمار کو بدل دیا گیا ہے) اور تعقید یہ ہے کہ کلام اپنا معنی مرادی صاف اور واضح طور پر نہ بتائے۔ اور کلام کا یہ خفاء کبھی تو لفظ کی طرف سے آتا ہے نقدیم ماقدمہ اخیر کی وجہ سے یا تاخیر ماقدمہ تقدیم کی وجہ سے یا مبتدا اور خبر، موصوف و صفت اور حال ذوالحال جس طرح دو مربوط کلمات کے درمیان کسی اجنبی لفظ کے ذریعہ فصل لانے کی وجہ سے اور اسے تعقید لفظی کہا جاتا ہے جس طرح متنبی کے اس شعر میں ہے۔

جفخت وہم لا یجفخون بہا بہم
شیم علی الحسب الاعز دلائل

(فخر کیا حالانکہ وہ لوگ فخر نہیں کرتے ہیں ان لوگوں پر ایسے اچھے اخلاق نے جو معزز حسب پر دلالت کرنے والے ہیں) اس شعر کی تقدیری عبارت یہ ہوگی جفخت بہم شیم دلائل علی الحسب الاعز وہم لا یجفخون بہا (ان پر ایسے اچھے اخلاق نے فخر کیا جو کی معزز حسب پر دلالت کرنے والے ہیں حالانکہ یہ لوگ ان اخلاق پر فخر نہیں کرتے) اور ٹھٹھا تو معنی کی جہت سے آتا ہے مجازات کثیرہ اور کنایات بعیدہ کے استعمال کے سبب جن کے ہوتے ہوئے معنی مرادی کو سمجھنا نہ جاسکے اور اس کو تعقید معنوی کہا جاتا ہے جس طرح تیراقول نشر الملک السنہ فی المدینہ (بادشاہ نے اپنی زبانوں کو شہر میں پھیلا دیا) تو زبانوں سے مراد لے رہا ہو جاسوسوں کو حالانکہ صحیح جملہ نشر الملک عیونہ کہنا چاہیے تھا اور جس طرح شاعر کا یہ شعر ہے۔

سا طلب بعد الدار عنکم لتقربوا
وتسکب عینای الدموع لتجعدا

(میں تم سے گھر کی دوری طلب کرتا ہوں تاکہ تم قریب ہو جاؤ اور میری آنکھیں آنسو بہا رہی ہیں تاکہ وہ جم جائیں) اس شاعر نے لفظ جمود سے سرور کا کنایہ کیا ہے حالانکہ جمود کے ذریعے رونے کے موقع پر رونا نہ آنے پر کنایہ کیا جاتا ہے۔

ضعیف تالیف کے مفہوم کا بیان

اہل زبان اور روزمرہ سے خلاف کوئی نیا لفظ استعمال کرنا۔ مثلاً پکار کے وزن پر اٹھانے سے اٹھار یا بگانے سے بڑکار۔ اسی طرح

نائب کی جگہ معب اور سر کی جگہ نشی استعمال کرتا۔

تعقید کے مفہوم کا بیان

تعقید بھی عربی زبان کا لفظ ہے جس کا مادہ 'عقَد' ہے۔ عقد کا مطلب ہے 'گرہ یا گانٹھ لگانا' یا 'آپس میں باندھنا'۔ 'کاح' کے لیے بھی عقد کا لفظ اسی رعایت سے استعمال کیا جاتا ہے کہ اس میں فریقین کو ایک رشتے میں باندھ دیا جاتا ہے۔

شاعری کی بحث میں بھی 'تعقید' کی اصطلاح انہی معنوں میں مستعمل ہے لیکن یہاں 'تعقید' صرف 'بے محل و موقع' الفاظ کو آپس میں باندھنے کے عیب کا نام ہے اور یہ بھی معائب سخن میں سے ایک ہے۔

کسی بھی شعر کے الفاظ کی ترتیب جس قدر روزمرہ و محاورہ کے قریب تر ہوگی اسی قدر وہ شعر سہولت کے ساتھ سمجھ آ سکے گا۔ گو قافیہ، ردیف اور وزن بنانے کی خاطر شعرا کو آزادی حاصل ہے کہ وہ روزمرہ یا محاورہ کی عمومی ترتیب سے ہٹ کر الفاظ کو کسی حد تک الٹ پلٹ سکتے ہیں لیکن اس الٹ پلٹ سے معنوی اعتبار سے شعر میں تبدیلی نہ آئے۔ بطور مثال غالب کا یہ مصرع دیکھئے۔

تھا زندگی میں مرگ کا کھٹکا لگا ہوا

اگر اسے روزمرہ کے مطابق نثر میں لکھا جاتا تو یوں ہوتا۔

زندگی میں مرگ کا کھٹکا لگا ہوا تھا

لیکن وزن بنانے کی خاطر 'تھا' کو آخری کی بجائے پہلا لفظ بنا دیا گیا۔

اس حد تک تو جائز ہے۔ لیکن یہ آزادی ایک حد سے تجاوز کر جائے تو 'تعقید' کے زمرہ میں آتی ہے۔ یعنی اگر اسے 'ہوا تھا مرگ کا زندگی میں لگا کھٹکا' کر دیا جائے تو اس کا مفہوم یا تو بمشکل تمام سمجھ آئے گا اور یا معنوی اعتبار سے اس مفہوم سے مختلف ہوگا جو شاعر نے ادا کرنا چاہا اور یہی 'تعقید' ہے۔

فصاحت متکلم کا بیان

(۳) وَلِصَاحَةِ الْمُتَكَلِّمِ مَلَكَةٌ يَقْتَدِرُ بِهَا عَلَى التَّعْبِيرِ عَنِ الْمَقْصُودِ بِكَلَامٍ فَصِيحٍ لِي أَيْ غَرَضٍ كَانِ .

(والبلاغة) فی اللغة الوصول والانتفاء يقال بلغ فلان مراده اذا وصل اليه وبلغ الركب المدينة اذا انتهى اليها وتقع فی الاصطلاح وصفا للكلام والمتكلم .

فبلاغة الكلام مطابقته لمقتضى الحال مع فصاحت .

والحال ويسمى بالمقام هو الا مر الحامل للمتكلم على ان يورد عبارته على صورة مخصوصة والمقتضى ويسمى الاعتبار المناسب هو الصورة المخصوصة التي تورد عليها العبارة .

مثلا المدح حال يدعولا يراد العبارة على صورة الاطناب وذكاء المخاطب حال يدعولا يرادها

على صورة الايجاز فكل من المدح والذكاء حال وكل من الاطناب والايجاز مقتضى و ايراد الكلام على صورة الاطناب والايجاز مطابقة للمقتضى وبلاغة المتكلم ملكة يقتدر بها على التعبير عن المقصود بكلام بليغ في اى غرض كان . ويعرف التناظر بالدوق . ومخالفة القياس بالصرف وضعف التاليف والتعقيد اللفظي بالنحو والغرابه بكثرة الاطلاع على كلام العرب والتعقيد المعنوي بالبيان والاحوال ومقتضياتها بالمعاني فوجب على طالب البلاغة معرفة اللغة والصرف النحو والمعاني والبيان مع كونه سليم الذوق كثير الاطلاع على كلام العرب .

ترجمہ

متکلم کی فصاحت ایک ایسی صلاحیت و قابلیت ہے جس کے ذریعے کسی بھی غرض میں کلام فصیح کی مدد سے معنی مقصود کے ادا کرنے پر متکلم قادر ہو جائے۔

بلاغت لغت میں پہنچنے اور رک جانے کو کہتے ہیں کہا جاتا ہے بلیغ فلان مرادہ جب کہ اپنی مراد کو پہنچ جائے اور پالے اور کہا جاتا ہے بلیغ الרכب المدینہ جب کہ قافلہ شہر تک اپنے سفر کی انتہا کرے اور وہاں جا کر رک جائے اور اصطلاح میں یہ کلام اور متکلم کی صفت بنتی ہے۔

کلام کی بلاغت وہ اس کا فصاحت کلام کے ساتھ ساتھ حال کے تقاضے کے موافق ہونا ہے اور حال جسے مقام بھی کہا جاتا ہے وہ ایک ایسی بات ہے جو متکلم کو اپنا کلام کسی مخصوص صورت میں لانے پر آمادہ کرے اور مقتضائے اعتبار مناسب بھی کہا جاتا ہے وہ ایسی مخصوص صورت ہے جس کے مطابق عبارت کو لایا جائے مثلاً کسی کی تعریف کرنا یہ ایک حال ہے جو عبارت کو اطناب کی شکل میں لانے کا تقاضا کرتا ہے اور جس طرح مخاطب کی دانائی و ذکاوت یہ ایک حال ہے جو عبارت کو ایجاز کی صورت میں لانے کو چاہتی ہے پس مدح و ذکاوت میں سے ہر ایک حال ہوئے اور اطناب اور ایجاز میں سے ہر ایک مقتضائے ہوئے اور کلام کا اطناب اور ایجاز کی صورت میں لانا ہر ایک مقتضائے مطابق ہوا۔ متکلم کی بلاغت ایک ایسی صفت ہے جس کے ذریعے کسی بھی غرض میں کلام بلیغ کی مدد سے معنی مقصود کے ادا کرنے پر متکلم قادر ہو جائے۔

اور تناظر پہچانا جاتا ہے ذوق سلیم سے اور مخالفت قیاس لغوی سے علم صرف سے اور ضعف تالیف اور تعقید لفظی علم محو سے غرابت فی السمع کلام عرب کا بکثرت مطالعہ کرنے سے اور تعقید معنوی علم بیان سے اور احوال اور ان کے مقتضیات علم معانی سے۔ لہذا علم بلاغت کے طالب علم کے لیے اس کے ذوق سلیم ہونے اور عربوں کے کلام کی بکثرت واقفیت کے ساتھ ساتھ لغات کو پہچانا اور علم صرف، علم نحو، علم معانی اور علم بیان کا سیکھنا ضروری ہے۔

بلاغت کی لغوی تعریف

لغوی طور پر یہ معنی ہے فصیح و فہم ہونا۔ جو معنی بخوار۔ بلند افہامی و پہنچاؤ خیریت کا معنی دیتا۔ (القاموس)

بلاغت کی اصطلاحی تعریف

بلاغت کی مختلف تعریفات کی گئی ہیں جن میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) لغوی تعریف

اس کی دو قسمیں ہیں: ایک بلاغت کلام کی فصیح ہونے کے ساتھ ساتھ محکماتے حال کے مطابق ہونا۔ یعنی جو بات مقام و شخص کے مطابق ہو۔

دوسری بلاغت محکمہ: جو محکمہ معنی ہے جس کی وجہ سے اس میں اپنے مقصود کو کامیابی کے ساتھ تعبیر کرنے پر قادر ہو جائے۔

(۲) دوسری تعریف

کون الکلام مطابقاً للعقلی المعانی

یہ معنی ہے معانی کو واضح اور صحیح عبارت کے ساتھ ادا کرنا۔ اس قسم کی عبارت جو دلوں پر چھا جائے، محکمہ کی حالت کے مطابق ہو، اس کی ذہنی کیفیت کے مطابق ہو اور معانی کی قوت فہم اور موقع محل کے مطابق ہو۔

بلاغت سے مراد کلام و دیوہوں کے گوش گزار کرنے سے تعلق رکھتی ہے بلاغت کے لغوی معنی تیز زبان کے ہیں۔ بلاغت کی تعریف عموماً یوں کی جاتی ہے کہ کلام فصیح ہو اور تقدیر حال کے مطابق ہو۔ بلاغت کی تعریف کرتے ہوئے شمس الرحمن فاروقی رقم طراز ہیں کہ بلاغت کسی علم کا نام نہیں ہے بلکہ بلاغت ایک تصور ہے۔ بلاغت اس صورت حال کی تصوراتی شکل کو کہا جاتا ہے جو زبان کو حسن اور خوبی کے ساتھ استعمال کرنے سے تصور میں آتی ہے بلاغت اس صورت حال کو کہتے ہیں۔ جب کلام میں الفاظ معمولی زبان کے مقابلے میں زیادہ زور اور خوبی کے حامل ہوں مغرب کے جدید ماہرین استعارہ بھی اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ شعر میں زبان کے استعمال کی جو کیفیت ہوتی ہے وہی زبان سے زیادہ ارفع و اچھا ہوتی ہے۔

اور عقلی معانی کا خیال ہے کہ گویا بلاغت کا صرف اس قدر فرض ہے کہ تم کسی مطلب کو ادا کرنا چاہو تو یہ بتاؤ گے کہ جملہ کے اجزا کیا ہوں چاہیں اور ان اجزاء کی ترکیب کیا ہونی چاہئے۔ لیکن اگر عام طور سے یہ سوچا جائے کہ کس قسم کے مضامین کیوں کر ادا کرنا چاہئیں؟ تو موجودہ فن بلاغت اس کے متعلق چھوٹی نہیں کر سکتا، حالانکہ بلاغت کا اصلی تعلق مضامین ہی سے ہے نہ الفاظ سے

بلاغت الفاظ کی حیثیت بلاغت کا ابتدائی درجہ ہے، اصلی اور اعلیٰ درجہ کی بلاغت، معانی کی بلاغت ہے۔ یعنی قدام کے نزدیک بلاغت محکم سے تعلق رکھتی ہے۔ لیکن اس میں اسے تصور سے تعبیر کیا جاتا ہے جو زبان کے فنکارانہ استعمال سے ظاہر ہوتی ہے۔ وہ بلاغت شاعری، بلاغت نثری، بلاغت علمی میں اپنی آراء کا اظہار کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

شاعری میں جو الفاظ ہوتے ہیں وہ یقینی جانے پہچانے ہوتے ہیں۔ لیکن خالق انھیں نئی توانائی بخش دیتا ہے۔ اس طرح کہ وہ عام سطح سے بلند ہو جاتے ہیں اور ایک واضح معیاری صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ یہی مرتبہ کمال ہے۔ جس کا حصول آسان نہیں اور جس میں ذوق کی کارکردگی کھل کر سامنے آتی ہے۔ گویا بلاغت کی تنہیم معنی سے زیادہ الفاظ سے ہوتی ہے۔ یہ بالکل نیا تصور ہے۔

مندرجہ بالا اقوال کی روشنی میں یہ بات پوری طرح سامنے آ جاتی ہے کہ بلاغت کا تعلق الفاظ سے بھی ہے اور معنی سے بھی لیکن اس کا اصل تعلق مضامین سے گہرا ہے یعنی ایک ادیب یا شاعر جس واقعہ کو بیان کر رہا ہے وہ اس طرح بیان ہو کہ موقع اور حالت کے پیش نظر عقل اس کو قبول کرے اور واقعات کی جزئیات حالت سے پوری طرح ہم آہنگ ہونی چاہئے تاکہ وہ تصویر آنکھوں کے سامنے کھنچ جائے اسی کا نام بلاغت ہے۔ اگر کلام میں بلاغت نہیں ہوگی تو وہ تاثیر اور فطرت کے منافی ہوگا۔ فصاحت اور بلاغت کا چولی دامن کا ساتھ ہوتا ہے البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ کسی کلام میں فصاحت ہو، بلاغت نہ ہو مگر یہ نہیں ہو سکتا کہ کوئی کلام بلیغ ہو، اور فصیح نہ ہو۔



علم المعانی

پہلا علم معانی بلاغت کے بیان میں ہے

هو علم يعرف بعد احوال اللفظ العربي التي بها يطابق مقتضى الحال . فتختلف صور الكلام
لاحتلاف الاحوال . مثلاً ذلك قوله تعالى (وانا لاندرى اشر اريد بمن فى الارض اراد بهم ربهم
رشداً فان ما قبل وام) صورة من الكلام تخالف صورة ما بعدها لان الاولى فيها فعل الارادة مبنى
للمجهول .

والثانية فيها فعل الارادة مبنى للمعلوم والحال الداعى لذلك نسبة الخبر اليه سبحانه فى الثانية
ومنع نسبة الشر اليه فى الاولى . وينحصر الكلام على هذا العلم فى ثمانية ابواب وخاتمة .

ترجمہ

علم معانی دو ایک ایسا علم ہے جس کے ذریعے عربی لفظ کے احوال کو پہچانا جائے جن کے ساتھ مقتضائے حال موافق ہو پس کلام
کی صورتیں احوال کے بدلنے سے بدل جائیں گی اس کی مثال اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے وانا لاندرى اشر اريد بمن فى
الارض اراد بهم ربهم رشداً اور ہمیں معلوم نہیں کہ زمین والوں کے ساتھ کیا شر کا ارادہ کیا گیا ہے یا ان کے ساتھ ان کے
رب نے بھلائی کا ارادہ کیا ہے پس ام سے ما قبل کلام کی ایک صورت ہے جو اس کے مابعد کی صورت کے خلاف ہے کیوں کہ پہلی
صورت میں ارادت کا صیغہ مجہول کا ہے اور دوسری صورت میں ارادت کا صیغہ معروف ہے اور اس کا تقاضا کرنے والا حال خیر کی
نسبت کا اللہ تعالیٰ کی طرف کرتا ہے دوسری صورت میں۔ اور اس کی طرف شر کی نسبت کا نہ کرتا ہے پہلی صورت میں۔ اور اس علم سے
متعلق کلام آٹھ ابواب اور ایک خاتمہ میں منحصر ہے۔

نوٹ

علم معانی علوم بلاغت کی اہم شاخ ہے اور اس کا تعلق الفاظ کے ان استعمالات سے ہے جن کے لیے وہ بنیادی طور پر تخلیق کیے
گئے ہوں۔ اس علم کی مدد سے گویا الفاظ کو ان کے حقیقی معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے۔

الباب الاول فی الخبر والانشاء

پہلا باب خبر اور انشاء کے بیان میں ہے

ہر کلام کا خبر یا انشاء میں حصر ہونے کا بیان

کل کلام لہو اما خبرا وانشاء والخبر ما یصح ان یقال لقائلہ انه صادق لہ او کاذب کسافر
محمد و علی علیہ السلام مقیم ۔

والانشاء ما لا یصح ان یقال لقائلہ ذلك کسافر یا محمد و الہم یا علی علیہ السلام والمراد بصدق الخبر
مطابقته للواقع وبکذبه عدم مطابقته له فجملۃ علی مقیم ان کانت النسبة المفہومۃ منها
مطابق ۔ لمافی الخارج لصدق والافکذب ۔ ولكل جملة رکنان محکوم علیہ ومحکوم بہ
ویسمی الاول مسندا الیہ کالفاعل ونائبہ والمبتدأعا اللہی لہ خبر ویسمی الثانی مسندا کالفاعل
والمبتدأ المکتفی بمرفوعہ ۔

ترجمہ

ہر کلام یا تو خبر ہو گا یا انشاء خبر وہ کلام ہے جس کے کہنے والے کو اس کلام کے کہنے میں سچا یا جھوٹا کہا جاسکے، جیسا کہ مسافر محمد
(محمد نے سفر کیا) اور علی مقیم (علی مقیم ہے) اور انشاء وہ کلام ہے جس کے کہنے والے کو اس کلام کے کہنے میں سچا یا جھوٹا نہ کہا جاسکے
جس طرح مسافر یا محمد (اے محمد سفر کر) اور اقم یا علی (اے علی مقیم ہو جا) اور سچی خبر سے مراد یہ ہے کہ وہ خبر واقعہ کے
مطابق ہو اور جھوٹی خبر کا مطلب یہ ہے کہ وہ خبر واقعہ کے مطابق نہ ہو چنانچہ علی مقیم کا جملہ سچا ہو گا اگر اس سے کچھ جاننے والی
نسبت خارجی نسبت کے مطابق ہے ورنہ وہ جھوٹا ہو گا اور ہر جملے کے دو رکن ہوتے ہیں ایک محکوم علیہ اور دوسرا محکوم بہ اور پہلے کا نام
مسند علیہ ہے جیسا کہ فاعل، نائب فاعل اور وہ مبتدأ جس کی کوئی خبر ہو اور دوسرے کا نام مسند ہے جس طرح کہ فعل اور وہ مبتدأ جس کی
اپنے مرفوع کے ذریعے کفایت کی گئی ہو۔

جملہ خبریہ کے مفہوم کا بیان

وہ جملہ جس کے بولنے والے کو سچا یا جھوٹا کہا جاسکے۔ جیسے، زیند قائم

جب ہم کسی بھی جملہ خبریہ میں غور و فکر اور تحقیق کرتے ہیں تو ہمیں اس میں صرف نو چیزیں نظر آتی ہیں اور یہ نو چیزیں ایسی ہیں کہ

جسب بھی کسی چیز کو دوسری چیز کیلئے ثابت کرنا چاہیں یا ایک چیز کی دوسری سے الٹی کرنا چاہیں تو ان نو چیزوں کا ہونا لازمی ہے۔

۱۔ جملے کے مفردات جن میں اس کے موارد اور ہیئت لفظیہ بھی شامل ہیں۔

۲۔ مفردات کے معانی اور ان کے مدلول۔

۳۔ جملے کی ہیئت ترکیبیہ۔

۴۔ وہ چیز جس پر ہیئت ترکیبیہ دلالت کرے۔

۵۔ خبر دینے والے شخص کا مادہ جملہ اور ہیئت جملہ کا تصور کرنا۔

۶۔ مادہ جملہ اور ہیئت جملہ کے مدلول کا تصور۔

۷۔ نسبت کا خارج کے مطابق ہونا یا نہ ہونا۔

۸۔ خبر کا اس مطابقت و عدم کا علم رکھنا یا شک کرنا۔

۹۔ متکلم کا مقدمات ارادہ کے بعد جملے کو خارج میں ایجاد کرنے کا ارادہ کرنا۔

الکلام خالی الخبر

یہ باب خبر کے بیان میں ہے

خبر کا جملہ اسمیہ یا فعلیہ ہونے کا بیان

الخبر اما ان يكون جملة فعلية او اسمية فالاولى موضوعا لافادة الحدوث في زمن مخصوص

مع الاختصار وقد تفيد الاستمرار بالتجديد بالقرائن اذا كان الفعل مضارعا كقول طريف

او كلما وردت عكاظ قبيلة

بعثوا الي عريقهم يتوسم

والثانية موضوعا لمجرد ثبوت المسند للمسند اليه نحو الشمس مضيئة وقد تفيد الاستمرار

بالقرائن اذا لم يكن في خبرها فعل نحو العلم نافع والاصل في الخبر ان يلقي لافادة المخاطب

الحكم الذي تضمنه الجملة كما في قولنا حضر الامير او لافادة ان المتكلم عالم به لخواتم

حضرت امس ويسمى الحكم فائدة الخبر وكون المتكلم عالما به لازم الفائدة وقد يلقي الخبر

لاغراض اخرى

ترجمہ

خبر یا تو جملہ فعلیہ ہو گا یا اسمیہ، اور پہلا اختصار کے ساتھ مخصوص زمانے میں حدوث کے معنی کا فائدہ دینے کے لیے بنایا جاتا ہے

اور کبھی قرآن کے پائے جانے کے وقت استمرار تجدیدی کا فائدہ دیتا ہے بشرطیکہ وہ فعل مضارع ہو جس طرح کہ طریف کا یہ قول ہے۔

او كلما وردت عكاظ قبيلة بعثوا الى عريفهم بنو سہم

(جب کبھی میلہ عکاظ میں کوئی قبیلہ اترتا ہے، وہ میری جانب اپنے نمائندے کو بھیجتے ہیں جو مجھے بار بار دیکھتا رہتا ہے اور میرے چہرے کو پہچاننے کی کوشش کرتا رہتا ہے) اور دوسرا بتایا گیا ہے صرف مسند کے مسند الیہ کے لیے ثابت ہونے کو بتانے کے لیے جس طرح، الشمس مضیئة (سورج روشن ہے) اور کبھی وہ قرآن کی موجودگی میں استمرار کا فائدہ دیتا ہے بشرطیکہ اس کی خبر میں کوئی فعل نہ ہو جس طرح، العلم نافع (علم نفع دیتا رہتا ہے) اور خبر میں اصل یہ ہے کہ وہ لائی لاتی ہے مخاطب کو اس حکم کا فائدہ پہنچانے کے لیے جس پر جملہ مشتمل ہے جیسا کہ ہم یوں کہیں، حضر الامیر (جاگم آگئے) یا وہ لائی جاتی ہے یہ بات بتانے کے لیے کہ شکم اس بات سے واقف کار ہے جس طرح، انت حضرت امس (توکل آیا) اور حکم کو فائدة الخبر کہیں گے اور شکم کے اس خبر سے ہا خبر ہونے کو لازم فائدة الخبر کہیں گے۔

جملہ خبریہ کی وضاحت کا بیان

جملہ خبریہ اس جملہ کو کہتے ہیں جس کے کہنے والے کو امور خارجیہ کا لحاظ کیے بغیر سچا یا جھوٹا کیا جاسکے۔

سوال آپ نے امور خارجیہ کا لحاظ نہ رکھنے کی قید کیوں لگائی؟

جواب دفع اشکال کے لئے کیونکہ یہاں پر اشکال ہوتا ہے کہ بعض جملے تو ایسے ہیں جن میں صدق ہی صدق ہوتا ہے جیسے نبی کریم ﷺ کی باتیں کہ اَلْجَنَّةُ حَقٌّ اَلنَّارُ حَقٌّ یا اس شخص کا قول جو مشاہدہ کے موافق ہو جیسے اَلسَّمَاءُ فَوْقَنَا وَاَلْاَرْضُ تَحْتَنَا تمام امور میں اگر ان امور کا لحاظ کریں جو نفس جملہ سے خارج ہیں تو ان کے کہنے والے کو صرف صادق یا صرف کاذب ہی کہیں گے اس طرح یہ جملہ خبریہ نہیں بن سکتے اور اگر ان امور خارجیہ کا لحاظ نہ کریں تو ان کے کہنے والے کو سچا یا جھوٹا کہا جاسکتا ہے اس لئے ہم نے امور خارجیہ کا لحاظ نہ کرنے کی قید لگائی۔

۱۔ خبریہ کی اقسام کا بیان

جملہ خبریہ کی پھر دو قسمیں ہیں:

(۱) جملہ اسمیہ خبریہ (۲) جملہ فعلیہ خبریہ

جملہ اسمیہ خبریہ کا بیان

اس جملہ کو کہتے ہیں جسکی دو مقصودی جزوں (یعنی مسند و مسند الیہ) میں سے پہلی جزو اسم ہو جیسے (زَیْدٌ قَائِمٌ) دوسری جزو عام ہے خواہ اسم ہو یا فعل ہو۔ اسم ہے جیسے (زَیْدٌ عَالِمٌ) فعل ہو جیسے (زَیْدٌ مَرَبٌ) جملہ اسمیہ کی پہلی جزو کو مسند الیہ کہتے ہیں اور ترکیبی نام اس

کا مبتدا ہے اور دوسری جز کو مسند کہتے ہیں ترکیبی نام اس کا خبر ہے ان ناموں کے علاوہ مسند الیہ کو محکوم علیہ مجرمانہ اور موضوع بھی کہتے ہیں اس طرح مسند کو مسند یہ مجرمانہ محکوم محکوم یہ اور محمول بھی کہتے ہیں۔

جملہ فعلیہ خبریہ کا بیان

اس جملہ کو کہتے ہیں جسکی دو مقصودی جزدوں میں سے پہلی جز فعل ہو اور دوسری جز و ہمیشہ اسم ہی ہوگی جیسے (ضربت نیند) خبر فعلیہ کی پہلی جز کو مسند کہتے ہیں اور ترکیبی نام اس کا فعل ہے اور دوسری جز کو مسند کہتے ہیں اور ترکیبی نام اس کا فاعل ہے یا نائب فاعل ہے۔

خبر کے مختلف مواقع کا بیان

- (۱) لا استرحام فی قول مومنی علیہ السلام (رب انی لما انزلت الی من خبر فقیر)۔
 - (۲) و اظہار الضعف فی قول زکریا علیہ السلام (رب انی وھن العظم منی)
 - (۳) و اظہار التحسر فی قول امراة عمران (رب انی وضعتھا انثی واللہ اعلم بما وضعت)
 - (۴) و اظہار الفرح بمقبل والشماتۃ بمد برفی قولک (جاء الحق وزھق الباطل)
 - (۵) و اظہار السرور فی قول اخذت جائزۃ التقدیم لمن یعلم ذلك
 - (۶) والتوبیخ فی قولک للعائر (الشمس طالعة)۔
- (اضرب الخبر) حیث کان قصد المنجر بخبرہ افادۃ المخاطب

ترجمہ

- (۱) جس میں طلب رحم کی اپیل نہ ہو جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قول میں ہے۔ (رب انی لما انزلت الی من خبر فقیر)۔
- (۲) قول میں ضعف کا اظہار کرنا جس طرح حضرت زکریا علیہ السلام کے قول کے میں ہے۔ (رب انی وھن العظم منی)
- (۳) حسرت کا اظہار کرنا جس طرح عمران کی عورت کی قول میں ہے۔ (رب انی وضعتھا انثی واللہ اعلم بما وضعت)

(۴) مد مقابل پر فرحت کا اظہار کرنا جس طرح تیرا قول یہ ہو۔ (جاء الحق وزھق الباطل)

(۵) خوشی کا اظہار کرنا جس طرح تیرے اس قول میں ہو۔ لمن یعلم ذلك

(۶) توبیخ کرنا جس طرح جب تیرا قول عاثر کیلئے ہو جیسے (الشمس طالعة)

خبر بیان کرنا جب خبر کا ارادہ خبر کے ساتھ مخاطب کیلئے فائدہ ہو۔

طرح ان احکام قدام (بیشک تیرا بھائی آیا) اور اگر اس حکم سے منکر ہے تو اس کی خبر کو انکار کے درجے کے موافق ایک یا دو یا زیادہ تاکید سے مؤکد و پختہ کرنا ضروری ہوگا جس طرح ان احکام قدام (بیشک تیرا بھائی آیا) یا انہ لقادم (بیشک وہ ضرور آیا ہے) خبر کی تاکید سے خالی ہونے اور تاکید پر مشتمل ہونے کے لحاظ سے تین قسمیں ہیں جیسا کہ آپ نے دیکھ لیا۔ اور پہلی قسم کا ہر ابتدائی، دوسری کا طلبی، اور تیسری کا نام انکاری ہے اور تاکید ہوتی ہے، ان، آن، لام ابتداء، حرف تنبیہ، قسم، تاکید کے نون، حروف زائدہ، تکرار خبر، قد اور اما شرطیہ کے ذریعے ہوگی۔

الکلام طلبی والی انشاء

یہ باب انشاء کے بیان میں ہے

انشاء طلبی و غیر طلبی کا بیان

الانشاء اما طلبی او غیر طلبی فالطلبی ما استدعی مطلوباً غیر حاصل وقت الطلب و غیر الطلبی ما ليس كذلك والاول يكون بخمسة اشیاء الامر والنهي والاستفهام والتمنى والنداء (اما الامر) فهو طلب الفعل على وجه الاستعلاء وله اربع صیغ فعل الامر (نحو خذ الكتاب بقوة) والمضارع المقرون باللام (نحو لينفق ذو سعة من سعته) واسم فعل الامر (نحو حي على الفلاح) والمصدر النائب عن فعل الامر نحو (سعیالی الخیر) وقد تخرج صیغ الامر عن معناها الاصلی الی معان اخر تفهم من سياق الکلام وقرائن الاحوال۔

ترجمہ

انشاء یا تو طلبی ہوگی یا غیر طلبی، طلبی وہ انشاء ہے جو کسی ایسے مطلوب کو چاہے جو طلب کے وقت حاصل نہ ہو اور جس میں یہ بات نہ ہو وہ انشاء غیر طلبی ہے۔ اور انشاء کی پہلی قسم حاصل ہوتی ہے پانچ چیزوں سے۔ ۱۔ امر، ۲۔ نہی، ۳۔ استفہام، ۴۔ تمنی، اور ۵۔ نداء سے۔

جملہ انشائیہ کے مفہوم کا بیان

انشاء کے لغوی معنی از سر نو پیدا کرنے کے ہیں اور اصطلاح میں جملہ انشائیہ اس جملے کو کہتے ہیں جس کے کہنے والے کو سچا یا جھوٹا نہ کہا جائے جملہ انشائیہ کی پھر دس قسمیں ہیں جنکی تفصیل جملہ انشائیہ کی اقسام میں ملاحظہ فرمائیں۔

انشاء کی تعریف

وہ کلام جس میں ذاتی طور پر سچ اور جھوٹ کا احتمال نہ ہو، جیسے، اَقِمِ الصَّلَاةَ (لقمان: 17) نماز قائم کر اور لا تُشْرِكْ بِاللَّهِ (لقمان: 13) اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرا۔

اس کی دو قسمیں ہیں، طلبی، غیر طلبی

طلبی، یہ انشاء کی وہ قسم ہے جس میں مطلوب کو طلب کیا جاتا ہے اور بوقت طلب مطلوب حاصل نہیں ہوا ہوتا۔ اس کی چند اقسام ہیں۔

امر کی تعریف و مختلف معانی کا بیان

بہر حال امر کہتے ہیں اپنے آپ کو بڑا سمجھتے ہوئے کوئی کام کروانا اور اس کے چار صیغے ہیں (۱) فعل امر جس طرح خذ الكتاب بقوة (اس کتاب کو مضبوطی سے تھام لے) (۲) وہ مضارع جس کے ساتھ لام امر لگا ہوا ہو لينفق ذو سعة من سعته جس طرح (کشائش والے کو اپنی کشائش کے مطابق خرچ کرنا چاہیے) (۳) اور اسم فعل امر جس طرح حسی على الفلاح (آؤ کامیابی کی طرف) (۴) اور وہ مصدر جو فعل امر کا نائب ہو جس طرح سعي في الخير (نیک کام کی کوشش کر) اور کبھی امر کے صیغے ان کے اصلی و حقیقی معنوں کی بجائے دوسرے مجازی معنوں میں بھی مستعمل ہوتے ہیں جو کلام کے سیاق و سباق اور احوال کے قرینوں اور دلائلوں سے سمجھے جاتے ہیں۔

(۱) كالدعاء نحو اوزعني ان اشكر نعمتك

(۲) والالتماس كقولك لمن يساويك اعطني الكتاب .

(۳) والتمنى نحو

الا ايها الليل الطويل الانجلي بصبح وما الا صباح منك بامثل

(۴) والارشاد نحو (اذا تدانيتم بدين الى اجل مسمى فاكتبوه وليكذب عينكم كاتب بالعدل

(۵) والتهديد نحو (اعملوا ما شئتم .

(۶) والتعجيز نحو

يا لبكر انشر والي كليبيا يا لبكر اين اين الفوار

(۷) والاهانة نحو (كونوا احجارة او حديد)

(۸) والاباحة نحو (كلوا واشربوا)

(۹) والامتنان نحو (كلوا مما رزقكم الله)

(۱۰) والتخيير نحو (خذ هذا او ذاك)

(۱۱) والتسوية نحو (اصبروا ولا تصبروا)

(۱۲) والاكرام نحو (وادخلوها بسلام امنين)

(۱) دعا جس طرح کہ رب اوزعني ان اشكر نعمتك (اے میرے پروردگار مجھے توفیق دے کہ تیری نعمتوں کا شکر ادا

(۶) اثنان: جس طرح تیرا اپنے ہم راہوں کو اپنا اعطی الکتاب (مجھے کتاب دے۔)

(۳) ثنی و اثنان: جس طرح

الا ايها الليل الطويل الا الجلي بصبح وما الا صباح منك يا مثل

(اے رات تو ہائی کیوں نہیں کھج آئے اور صبح بھی تیرے مقابلے میں بہتر تو ہے نہیں)

(۴) ارشاد انجیل: جس طرح اذا لداهنم بدین الی اجل مسمی لما کتبوا و لیکن بینکم کتاب

بسال العدل: جب تم ادھار کا لین دین کرو ایک معینہ مدت تک تو اسے لکھ لو اور چاہیے کہ تمہارے درمیان کے معاملے کو ایک آدمی انصاف سے لکھ لے

(۵) تہدید: جس طرح اعملوا ما شئتم (جو چاہو کرو)

(۶) تعجیب: (ماجز تانا) جس طرح

یا لکبر الشرولی کلیا یا لکبر این این الفرار

اے قبیلہ بکر تم میرے لیے میرے مقتول بھائی کلیب کو زندہ کر دو اے بنو بکر تم کہاں کہاں بھاگے جا رہے ہو؟

(۷) ذلت و اہانت: جس طرح کولوا حجارة او حديد (پتھر یا لوہا بن جاؤ)

(۸) اہانت و جواز: جس طرح کلوا واشربوا (کھاؤ اور پیو)

(۹) اتمان: (احسان جتنا) جس طرح کلوا مما رزقکم اللہ (اللہ کی دی ہوئی روزی میں سے کھاؤ)

(۱۰) تحییر (اختیار دینا) خذ هذا او ذاك (یہ لے یا وہ لے)

(۱۱) تسویہ: (برابری تانا) اصبروا ولا تصبروا (چاہے صبر کرو یا نہ کرو)

(۱۲) اکرام: (عزت دینا) جس طرح ادخلوها بسلام آمنین (تم اس میں سلامتی اور امن سے داخل ہو جاؤ)

نہی کے مفہوم و تعریف کا بیان

واما النهی نہو طلب الکف عن الفعل علی وجه الاستعلاء وله صیغۃ واحدة وہی المضارع مع

لا الناهیۃ کقولہ تعالیٰ (ولا تفسد وافی الارض بعد اصلاحها) وقد تخرج صیغته عن معناها

الاصلی الی معان اخر تفہم من المقام والسیاق .

﴿واما النهی﴾ بہر حال نہی وہ اپنے آپ کو بڑا سمجھتے ہوئے کام سے رکنے کو چاہتا ہے اور اس کا ایک صیغہ ہے اور وہ فعل

مضارع بالائے نبی ہے جس طرح کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ولا تفسدوا فی الارض بعد اصلاحها (اور زمین میں بعد اس کے کہ اس کی درستگی کر دی گئی فساد مت پھیلاؤ)

اور کبھی نبی کا صیغہ اپنے اصلی اور حقیقی معنی کی بجائے دوسرے مجازی معنی میں بھی استعمال ہوتے ہیں جو سیاق کلام اور قرآن احوال سے سمجھے جاتے ہیں۔

نبی کے مختلف معانی کا بیان

(۱) کالدعاء نحو (لا تشمت بی الاعداء)

(۲) والالتماس کقولک لمن یساویک لاتبرح من مکانک حتی ارجع الیک

(۳) والتمنی نحو (لا تطلع) فی قولہ۔

یا لیل طل یا نوم زل

یا صبح قف لا تطلع

(۴) والتهدید کقولک لخدامک لا تطع امری۔

(۱) دعا؛ جس طرح لا تشمت ہی الاعداء (مجھ پر دشمنوں کو مت ہنساؤ)

(۲) التماس؛ جس طرح تیرا اپنے برابر کے ساتھی کو یوں کہنا لا تبرح من مکانک حتی ارجع الیک (تو یہاں سے نہ ہٹ

جب تک کہ میں تیرے پاس لوٹ کر نہ آؤں)

(۳) تمنی وخواہش؛ جس طرح یا لیل طل یا نوم زل یا صبح قف لا تطلع (اے رات لمبی ہو جا اے خیزداڑ جا اے صبح

ٹھہر جا مت نکل)

(۴) تہدید (ڈرانا دھمکانا) جس طرح تیرا اپنے نوکر کو یوں کہنا لا تطع امری (میرا حکم مت مان)

استفہام کے معنی و مفہوم کا بیان

(واما الاستفہام) فهو طلب العلم بشیء وادواته الهمزة وهل وما ومن ومتی وایان وکیف وایں

وانی ولم وای۔ (۱) فالهمزة لطلب الصور او التصدیق والصور هو ادراک المفرد کقولک اعلی

مسافر ام خالد تعتقد ان السفر حصل من احدهما ولكن تطلب تعینہ ولذا یجاب بالتعین فیقال

علی مثلاً۔ والتصدیق هو ادراک النسبة نحو اسافر علی تستفہم عن حصول السفر وعلیہ

ولذا یجاب بنعم اولا۔ والمستول عنه فی التصور ما یلی الهمزة ویكون له معادل یدکو بعدم

وتسمى متصلة فتقول فی الاستفہام عن المسند الیہ انت فعلت هذا ام یوسف وعن المسند

واغلب انت عن الامور ام والغلب ليه .

وعن المفعول الیہی تفصیلاً حالہا وعن الحال اراکما جنت ام ماشا وعن الظرف ایوم الحمیس
فلعلت ام یوم الجمعة وھکذا وقد لا یذکر المعادل نحو انت فعلت هذا ارغلب انت عن الامر .
الیہی تفصیلاً اراکما جنت ایوم الحمیس فلعلت . المستول عنه فی التصدیق النسبة ولا یكون لھا
معادل لان جاء ت ام یعلھا للرت منقطعة وتكون بمعنى بل .

جواب الاستفہام کہ استلزام وہ کسی چیز کا علم حاصل کرنا ہے اور اس کے ادوات یہ ہیں ہمزہ، ہل، ماہن، منی،
الہان، کھف، یین، ہانی، کہ، ہائی۔

(۱) جزم، وہ تصور یا تصدیق کو معلوم کرنے کے لیے آتا ہے پھر تصور وہ مفرد کے حاصل اور معلوم کرنے کو کہتے ہیں جس طرح
کے تیرا قول اعلیٰ مسافر ام خالد (کیا اعلیٰ مسافر ہے یا خالد؟) تیرا یا عقاد ہے کہ طران دونوں میں سے ایک کے لیے حاصل
اوست جنت ہوا ہے لیکن تو اس کی تعیین چاہتا ہے اور اسی وجہ سے تعیین کے ذریعے جواب دیا جائے گا مثلاً آید کہہ جائے گا اور تصدیق
وہ نسبت کے معلوم کرنے کو کہتے ہیں جس طرح اسفیر علی تو سر کے حصول اور عدم حصول کو چاہتا ہے اور اسی وجہ سے جواب
ہاں یا نہیں کے ذریعے آئے گا۔

اور تصور میں متوال متوال جزم کے بعد آئے ہیں مثلاً جنت اور اس کا ایک معادل بھی ہوتا ہے جوام کے بعد مذکور ہوتا ہے جسے ام
جند نہیں کہیں متوالیت حلق سوال کے لیے تو ہیں سب کا آست فعلت هذا ام یوسف (یہ کا متوئے کیا یا یوسف
نے؟) اور مسئلہ حلق سوال کے موقع پر ہیں سب کا ارغلب انت عن الامور ام والغلب ليه (کیا تجھے اس کام سے دلچسپی ہے
یہاں ت ہے) اور معمول بہت حلق سوال کے لیے ہیں سب کا الیہی تفصیلاً ام خالد (کیا تو میرے ہی پاس آیا ہے یا خالد کے
پاس؟) اور حال کے حلق سوال کے موقع پر ہیں سب کا اراکما جنت ام ماشا (کیا تو سوار ہو کر آیا پیداں) اور ظرف سے متعلق
سوال کے موقع پر ہیں سب کا ایوم الحمیس فلعلت ام یوم الجمعة (کیا تو جمعرات آیا یا جمعہ کو؟) اور اسی پر فعل کے باقی
ماتہ حقائق نوقیاس کر لیا جائے۔

اور بھی معادل کو ذکر نہیں کیا جاتا جس طرح کہ آست فعلت هذا (یہ کام تو نے ہی کیا ہے؟) اور اغلب انت عن
الامور (کیا تو اس کام سے اعراض کرنے والا ہے؟) الیہی تفصیلاً (کیا تو میرے ہی پاس آیا ہے؟) اراکما جنت، (کیا تو
سوار ہو کر آیا؟) ایوم الحمیس فلعلت؟ (کیا تو جمعرات آیا؟)

غلب تصدیق کا بیان

(۲) وهل لطلب التصدیق فقط نحو هل جاء صلیک والجواب نعم اولاً ولذا یمتنع معها ذکر

المعادل فلا يقال جاء صدقك ام عدوك وهل تسمى بسطة ان اسفهم بها عن وجود شيء لى
بفسه نحو هل العفاء موجودة ومركبة ان اسفهم بها عن وجود شيء لى نحو هل تبعض
العفاء وتفرخ .

(۲) هل : صرف طلب تصدیق کے لیے آتا ہے جس طرح هل جاء صدقك کیا تیرا دوست آیا اور جواب ہاں یا نہیں کی
صورت میں آئے گا۔ اور اسی وجہ سے اس کے ساتھ معادل کا ذکر کرنا متنع و ناجائز ہے چنانچہ هل جاء صدقك ام عدوك نہیں
کہا جائے گا۔

اور اگر ہل کے ذریعے کسی چیز کے وجود یا عدم کے بارے میں سوال کیا جائے تو اسے سیدہ کہیں گے جس طرح هل العفاء
موجودۃ کیا عفاء نام کا کوئی جانور موجود ہے؟ اور اگر اس کے ذریعے ایک چیز کے دوسری چیز کے لیے ثبوت و وجود کے بارے
میں پوچھا جائے تو اسے مرکبہ کہیں گے جس طرح هل تبعض العفاء او تفرخ کیا عفاء ٹوٹے دیتا ہے یا بچے جنتا ہے۔

شرح اسم کی طلب کا بیان

(۳) وما يطلب بها شرح الاسم نحو ما المسجد واللجين او حقيقة المسطی نحو ما اللسان
او جمال المذكور معها لقولك لقادم عليك مانت

(۴) ومن يطلب بها تعيين العقلاء كقولك من فتح مصر .

(۵) ومتى يطلب بها تعيين الزمان ماضيا كان او مستقبلا نحو متى جنت ومتى تذهب .

(۶) وایمان يطلب بها تعيين الزمان المستقبل خاصة وتكون فی موضوع التهويل كقوله تعالى
(يسأل ايان يوم القيمة)

(۷) وكيف يطلب بها تعيين الحال نحو كيف انت .

(۸) واین يطلب بها تعيين المكان نحو اين تذهب .

(۹) وانی تكون بمعنى كيف نحو (انی يحيى هذه الله بعد موتها) .

وبمعنى من اين نحو (يا مريم انى لك هذا)

وبمعنى متى نحو (زرانى شئت)

(۱۰) وكم يطلب بها تعيين عدد مبهم نحو (كم لبثتم)

(۱۱) وای يطلب بها تعيين احد المتشاركين فی امریعمهما نحو (ای الفريقين خير مقاماً)

ويسل بها عن الزمان والمكان والحال و العدد والعامل وغيره حسب ما تضاف اليه .

(۳) ما! ما کے ذریعے کسی اسم کی وضاحت و تشریح پوچھی جاتی ہے جس طرح کہ ما المسجد او اللجين مسجد کیا ہے؟ لجن

کیا ہے؟ (یعنی ان دونوں کی وضاحت کیجئے) یا ما کے ذریعے کسی مسمیٰ کی حقیقت و ماہیت معلوم کی جاتی ہے جس طرح کہ مسلمان انسان انسان کی حقیقت و ماہیت کیا ہے؟ یا ما کے ذریعے اس کے ساتھ ذکر کی جانے والی چیز کا حال پوچھا جاتا ہے جس طرح کہ تیرے پاس آنے والے سے تو یوں کہے ما انت تیرا کیا حال ہے؟

(۴) من: من کے ذریعے ذوی العقول کی تعیین معلوم کی جاتی ہے جس طرح کہ من فتح مصر ملک مصر کس نے فتح کیا؟

(۵) متی: اس کے ذریعے زمانہ ماضی یا مستقبل کی تعیین پوچھی جاتی ہے جس طرح کہ متی جنت (تو کب آیا)؟ متی تہذیب (تو کب جائے گا؟)

(۶) این: اس کے ذریعے صرف زمانہ مستقبل کی تعیین چاہی جاتی ہے اور اس کا استعمال ہولناک چیزوں کے سوال سے متعلق ہوتا ہے جس طرح کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان یسال ایان یوم القیامۃ (آدی پوچھتا ہے قیامت کب آئے گی؟)

(۷) کیف: اس کے ذریعے حال کی تعیین پوچھی جاتی ہے جس طرح کہ کیف انت (تیرا حال کیا ہے؟)

(۸) این: اس کے ذریعے مکان کی تعیین چاہی جاتی ہے جس طرح کہ این تہذیب (تو کہاں جا رہا ہے؟)

(۹) انی: یہ کیف کے معنی میں بھی آتا ہے جس طرح کہ انی بحیٰ ہذہ اللہ بعد موتہا اللہ اس زمین کو اس کے مرجانے کے بعد کیسے زندہ کرے گا؟ اور من این کے معنی میں بھی آتا ہے جس طرح کہ ینا مریم انی لک ہذا اے مریم یہ بے موسم کا پھل تیرے پاس کہاں سے آیا؟ اور متی کے معنی میں بھی آتا ہے جس طرح کہ ذر انی شنت (تو جب چاہے ملاقات کر)

(۱۰) کم: اس کے ذریعے مبہم گنتی کی تعیین کو معلوم کیا جاتا ہے جس طرح کہ کم لبتم (تم کتنی مدت ٹھہرے؟)

(۱۱) ای: اس کے ذریعے کسی ایسی بات کے دو شریکوں میں سے ایک کی تمیز و جدائی کو طلب کیا جائے کہ وہ بات ان دونوں کو عام و شہل ہو جائے جس طرح کہ ای الفریقین خیر مقامہ و جماعتوں میں سے کوئی جماعت مقام کے اعتبار سے بہتر ہے؟ اور اس کے ذریعے موقع و مناسبت کے اعتبار سے زمان، مکان، حال، عدد اور عاقل کے بارے میں بھی سوال کیا جاتا ہے۔

الفاظ استفہام کا مجاز کی جانب جانے کا بیان

وقد تخرج الفاظ الاستفہام عن مفاہا الاصلی لمعان الخرتفہم من سیاق الکلام۔

(۱) کالتسویۃ نحو (سواء علیہم انذرتہم ام لم تنذرہم)۔

(۲) والفی نحو (هل جزاء الاحسان الا الاحسان)

(۳) والانکار نحو (اغیر اللہ تدعون۔ الیس اللہ بکاف عبده)

(۴) والامر نحو (نهل انتم منتہون۔ ونحو اسلمتم بمعنی انتہوا واسلموا)

(۵) والنہی نحو (اتخشونہم فاللہ احق ان تخشوه)

- (۶) والتشويق نحو هل ادلكم على تجارة تنجيكم من عذاب اليم
(۷) والتعظيم نحو (من ذا الذي يشفع عنده الاباذنه)
(۸) والتحقير نحو (اهذا الذي مدحته كثيرا)
(۹) والنهيكم نحو (اعقلك يسوع لك ان تفعل كذا)
(۱۰) والتعجب نحو (مالهذا الرسول ياكل الطعام ويمشي في الاسواق)
(۱۱) والتبیه على الضلال نحو (فابن تذهبون)
(۱۲) والوعيد نحو (اتفعل كذا وقد احسنت اليك)

ترجمہ

اور کبھی الفاظ استفہام اپنے اصلی و حقیقی معنی کو چھوڑ کر دوسرے مجازی معنی میں بھی استعمال ہوتے ہیں جن کا سمجھا جانا سیاق کلام سے ہوتا ہے۔

- (۱) تسویہ: جس طرح سواء علیکم آلفرتبہم ام لم تنفروہم ان کے حق میں برابر ہے چاہے آپ ان کو ڈرائیں یا نہ ڈرائیں۔
(۲) نغی: جس طرح هل جزاء الا احسان الا احسان احسان کا بدلہ احسان کے سواء اور کیا ہو سکتا ہے۔
(۳) انکار: جس طرح کہ الیس اللہ بکاف عبده (کیا اللہ اپنے بندے کو کافی نہیں؟)
(۴) امر: جس طرح فہل انتم متہیون (پس اب بھی تم باز آؤ گے؟) اور اسلمتم (کیا تم بھی تابع ہوتے ہو؟) بمعنی رک جاؤ اور مان لو۔

- (۵) نبی: جس طرح انخشونہم فافہ احق ان تخشوه (کیا تم ان سے ڈرتے ہو حالانکہ اللہ زیادہ حقدار ہے کہ تم اس سے ڈرو۔)

- (۶) تشویق: جس طرح هل ادلكم على تجارة تنجيكم من عذاب اليم (کیا میں تمہیں بتلاؤں ایک ایسی تجارت جو تم کو دردناک عذاب سے بچالے)

- (۷) تعظیم: جس طرح کہ من ذا الذي يشفع عنده الاباذنه (کون ہے ایسا جو اللہ کے یہاں بغیر اس کے حکم و اجازت کے سفارش کرے)

- (۸) تحقیر: اهذا الذي مدحته كثيرا (کیا یہی وہ شخص ہے جس کی تو نے بہت تعریف کی)
(۹) تنہم: (استہزاؤ تمسخر) جس طرح اعقلك يسوع لك ان تفعل كذا (کیا تیری عقل تیرے لیے جائز ٹھہراتی ہے کہ تو یہ کام کرے)

(۱۰) تعجب: جس طرح ما لهذا الرسول يا كل الطعام ويمشي في الأسواق (یہ کیسا رسول کہ جو کھانا کھائے اور بازاروں میں چلے)

صنعت تعجب

کلام میں حیرت۔ اچھا اور تعجب ظاہر ہو جیسے علای فوق بزرگاری بدایونی۔

ادعائے بے نیازی اور پھر اس شان سے طور پر بجلی گری جو غیر جانبدار تھا

(۱۱) تنبیہ علی الغلو: (مگر ایسی پر تنبیہ) جس طرح فاین تذهبون (پھر کہاں جا رہے ہو)

(۱۲) وعید: (دھمکی) جس طرح اتفعل کذا وقد احسنت اليك (کیا تو ایسا کر رہا ہے حالانکہ میں نے تو تجھ پر احسان کیا ہے)

تمنی کا بیان

(واما التمني) فهو طلب شيء محبوب لا يرجي حصوله لكونه مستحيلا .
او بعيد الوقوع . بقوله .

الاليت الشباب يعود يوما فاخبره بما فعل المشيب

وقول المعسر ليت لي الف دينار .

واذا كان الامر متوقعا الحصول فان ترقبه يسنى ترجيا ويعبر عنه بعنى او لعل نحو (لعل الله يحدث بعد ذلك امرا)

ولسمنى اربع ادوات واحدة اصلية وهى ليت وثلاثة غير اصلية وهى هل نحو (لهل لنا من شفعاء فيشفعوا لنا)

ولو نحو (فلوان لنا ثرة فتكون من المؤمنين) ولعل نحو قوله .

اسرب القطا هل من يعبر جناحه لعلنى من قد هويت اطيور

ولا استعمال هذه الادوات فى التمنى ينصب المضارع الواقع فى جوابها

﴿واما التمنى﴾ تمنى وہ کسی ایسی محبوب و پسندیدہ چیز کو طلب کرنے کا نام ہے جس کے حاصل ہونے کی امید نہ ہو کیوں کہ وہ محال یا قریب بحال ہے جس طرح شاعر کا یہ شعر ہے۔

الاليت الشباب يعود يوما فاخبره بما فعل المشيب

اے کاش کہ جوانی کسی دن لوٹ آتی تاکہ میں اسے بتا سکوں کہ بڑھاپے نے میرے ساتھ کیا سلوک کیا؟ اور جس طرح تنگدست

آری کا یہ کلام لیست لی الف دہنار (کاش کہ میرے پاس ایک ہزار دینار ہوتے)

اور جب کسی بات کا ہونا متوقع ہو اور پھر اس کا انتظار بھی کیا جا رہا ہو تو اسے فوجی کہیں گے اور اس کا انتظار کسی بالکل کے ذریعے ہوگا جس طرح کہ لعل اللہ بحدث بعد ذلك امر شاید اللہ تعالیٰ اس (خلاق) کے بعد کوئی نئی بات میرے دل میں پیدا کر دے۔

اور تمنی کے چار ادوات ہیں ایک تو اصلی اور وہ لیست ہے اور تین غیر اصلی اور وہ معل، لو اور لعل ہے، ان کی مثال: جس طرح لعل لنا من شفعاء فيشفعوا لنا کیا اب ہمارا کوئی سفارشی ہے؟ جو ہماری سفارش کر دے۔ اور لو کی مثال: جس طرح لعلو ان لنا كورة فنكون من المؤمنين سو کیا اچھا ہوتا کہ ہم کو دنیا میں پھر واپس جانے کا موقع ملتا کہ ہم مسلمان ہو جاتے اور لعل کی مثال: جس طرح کہ

اسرب القطا هل من يعبر جناحه لعلی الی من قد ہویت اظہر

اے قبطانی پرندوں کی جماعت کیا کوئی مجھے اپنا پر عاریت پر دے گا۔ کاش کہ میں اپنے محبوب کے پاس اڑ کر پہنچ جاؤں اور ان ادوات کے تمنی میں استعمال ہونے کی وجہ سے ان کے جواب میں آنے والے فعل مضارع کو نصب دیا جائے گا۔

نداء کے ذریعے طلب کا بیان

(واما النداء) فهو طلب الاقبال بحرف لائب مناب ادعو

وادواته لمانية (ها والهمزة وای و او آی و ایا و ہا ووا) فالهمزة وای للقريب وھیرھما للبعيد .
وقد ينزل البعيد منزلة القريب فينادی بالهمزة وای اشارة الى انه لشدة استحضاره في ذهن المتكلم صار كال حاضر معه كقول الشاعر :-

اسكان نعمان الاراك تظنر بالکم فی ربع قلبی سکان

وقد ينزل القريب منزلة البعيد فينادی باحد الحروف الموضوعة له اشارة الى ان المنادی عظيم الشأن رفيع المرتبة حتی كان بعد درجته فی العظم عن درجة المتكلم بعد فی المسافة كقولك ایا مولای وانت معه و اشارة الى الخطا ط درجته كقولك ایا هدا لمن هو معك .

او اشارة الى ان السامع غافل ليعونوم او ليهول كانه غير حاضر فی المجلس كقولك للسامع ایا فلان .

ترجمہ

واما النداء ہے نداء وہ مخاطب کی توجہ کو کسی ایک ایسے حرف کے ذریعے چاہتا ہے جو ادعا کے قائم مقام ہو اور اس کے آئندہ

ادوات ہیں (۱) یا (۲) ہمزہ (۳) ای (۴) آ (۵) آی (۶) ایا (۷) ہیا اور (۸) وا ہیں پس ہمزہ اور ای قریب کی نداء کے لیے ہیں اور باقی ادوات نداء بعید کے لیے ہیں۔ اور کبھی منادی بعید کو منادی قریب کے درجے میں اتار دیا جاتا ہے پھر اسے ہمزہ اور ای کے ذریعے پکارا جاتا ہے اس بات کی طرف اشارہ کرنے کے لیے کہ وہ منادی متکلم کے ذہن میں پختہ طور پر جے ہوئے ہونے کے سبب اس کے پاس حاضر و موجود کی طرح ہے جس طرح شاعر کا یہ شعر ہے:

اسکان نعمان الاراک تیقنوا بانکم فی ربع قلبی سکان

اے واری نعمان اراک کے باشندہ تم یقین کر لو کہ تم میرے دل کی ہستی میں آباد ہو۔

اور کبھی منادی قریب کو منادی بعید کے درجے میں اتار دیا جاتا ہے پھر اس قریب کو بعید کے حروف نداء میں سے کسی ایک کے ذریعے پکارا جاتا ہے اس بات کی طرف اشارہ کرنے کے لیے کہ وہ منادی اس قدر عظمت شان اور بلند درجے والا ہے کہ گویا متکلم کے درجے سے عظمت کے لحاظ سے اس کے درجے کی دوری مسافت کی دوری کی طرح ہے جس طرح اپنے پاس موجود آقا کو ایسا مولای کہتا۔ یا اس کے درجے کے انحطاط کی جانب اشارہ کرنے کے لیے جس طرح کہ تیرے پاس بیٹھے شخص کو ایسا ہذا کہتا۔ یا اس بات کی جانب اشارہ کرنے کے لیے کہ سامع اور مخاطب خند یا ذہول کے سبب اس قدر غافل ہے کہ گویا وہ مجلس میں موجود ہی نہیں جیسا کہ غافل اور بے توجہ آدمی کو ایسا فلان کہہ کر پکارتا۔

الفاظ نداء کا معنی مجازی کو اختیار کرنے کا بیان

وقد تخرج الفاظ النداء عن معناها الاصلی لمعان اخر تفہم من القرائن .

(۱) کلاغراء نحو قولک لمن اقبل بتظلم یا مظلوم .

(۲) والزجر نحو .

افرادى منى المتاب الما تصح والشيب فوق راسی الما

(۳) والتحیر والتضجر نحو ایا منزل سلمی این سلماک

ویکثر هذا فی نداء الاطلال والمطایا ونحوها .

(۴) والتحسر والتوجع کقوله .

ایا قبر معن کیف واریب جوده وقد کان منه البرو البحر مترعا

(۵) والتذکر نحو .

ایا منزلی سلمی سلام علیکما هلالا زمن اللاتی مضین رواجع

وغیر الطلبی یكون بالتعجب والقسم وصیغ العقود کبعت واشتریت ویكون بغير ذلك .

وايوان الانشاء غير العللي ليست من مباحث علم المعاني فلذا ضربنا صفحا عنها .

اور کبھی الفاظِ نداء اپنے اصلی اور حقیقی معانی کے بجائے دوسرے مجازی معانی میں بھی استعمال ہوتے ہیں جو قرآنِ احوال اور سیاقِ کلام سے سمجھے جاتے ہیں۔ (۱) اغراء (ترغیب دینا اکسانا) جس طرح کہ تیرے پاس ظلم کی شکایت لے کر آنے والے کو یا مظلوم کہتا۔

(۲) زجر و توقیف: جس طرح کہ

الفرادى متى المتاب الما تصح والشيب فوق راسي الما

اے میرے دل تو کب تو بہ کرے گا کب تک تو ہوش میں نہیں آئے گا حالانکہ بڑھا پا میرے سر پر اتر چکا ہے۔

(۳) حیرت و پریشانی: جس طرح کہ ایسا منازلِ مسلمیٰ امینِ مسلمان (اے سلمیٰ کے ٹھکانہ تو تمہاری سلمیٰ کہاں گئی؟ اور زیادہ تر یہ معنی ٹیلوں، سوار یوں وغیرہ کو مخاطب بنا کر ادا کیا جاتا ہے۔

(۴) درد و حسرت: جس طرح کہ شاعر کا یہ شعر ہے۔

ایا قبر معن کیف و اریت جوده
وقد کان منه البر والبحر مترعا

اے معن کی قبر تو نے اس کی سخاوت کو کیسے چھپالیا؟ حالانکہ اس کی سخاوت سے تو خشکی اور سمندر بھی آباد تھے۔

(۵) تذکر: (پرائی یا دیس تازہ کرنا) جس طرح

ایا منزلی سلمیٰ سلام علیکما هل الا زمن اللاتی مضین رواجع

اے سہیلی کے دو ٹھکانو تم پر سلامتی ہو کیا وہ زمانے جو گزر گئے ہیں لوٹ آئیں گے؟

اور انشاء غیر طلبی تعجب، قسم بعت اور اشتريت جس طرح معاملات کے ميغے اور ان کے علاوہ کے ذریعے حاصل ہوتی ہے۔ اور

چونکہ انشاء غیر طلبی علم معانی کی بحث سے خارج تھی اس لیے ہم نے اس سے اعراض کیا ہے۔



الباب الثالث فی اللفظ ذکر والتخلف

دوسرا باب ذکر اور حذف کے بیان میں ہے

اصل کے ذکر و حذف کا بیان

اذا اریدا فادۃ السامع حکما فای لفظ یدل علی معنی فیہ فالاصل ذکرہ .

وای لفظ علم من الکلام لدلالة باقیہ علیہ فالاصل حذفہ واذا تعارض هذان الاصلان فلا یعدل عن مقتضى احدهما الی مقتضى الآخر الالداع فمن دواعی الذکر .

(۱) زیادۃ التقرير والایضاح نحو (اولنک علی ہدی من ربہم واولنک ہم المقلحون)

(۲) وقلة الثقة بالقربنة نصعفا او ضعف فہم السامع نحو زید نعم الصديق تقول ذلك اذا سبق لك ذکر زید و طال عهد السامع بہ او ذکر معہ کلام فی شان غیرہ .

(۳) واتعريض بغبابة السامع نحو عمرو قال کذا فی جواب ماذا قال عمرو

(۴) والتسجيل علی السامع حتی لا یتأتی له الانکار کما اذا قال الحاكم لشاهد هل ار زید هذا بان علیہ کذا فبقول الشاهد نعم زید هذا اقر بان علیہ کنا

(۵) والتعجب اذا كان الحكم غریبا نحو علی یقاوم الاسد تقول ذلك مع سبق ذکرہ

(۶) والتعظیم والاهانة اذا كان اللفظ یفید ذلك کان یسألک سائل هل رجع القائد فبقول رجع المنصور او المهزوم .

ومن دواعی الحذف .

(۱) اخفاء الامر عن غیر المخاطب نحو اقبل ترید علیا مثلا .

(۲) وتأتی الانکار (عند الحاجة نحو لیلیم خمس بعد ذکر شخص معین

(۳) والتنبیه علی تعیین المحذوف ولو ادعاء نحو خالق کل شیء و وهاب الاولف .

(۴) واختبار تنبیه السامع او مقدار تنبیهه نحو نوره مستفاد من نور الشمس و واسطة عقد

الکواکب .

(۵) وضیق المقام اما لتوجع نحو .

سمہر دائم و حزن طویل

قال لی کیف انت قلت علیل

واما بخوف فوات فرصة نحو قول الصیاد غزال

(۶) والتعظیم والتحقیر لصونه عن لسانك وصون لسانك عنه فالاول نحو نجوم السماء

والثانی نحو قوم اذا اكلوا اخفوا احدثهم

(۷) والمحافظة علی وزن او سجع فالاول نحو

نحن بما عندنا وانت سما عندك راض والرای مختلف

والثانی نحو (ما ودعك ربك وما قلى)

(۸) والتعمیم باختصار نحو (والله يدعوالی دارالسلام) ای جمیع عبادہ لان حذف المعمول

یوذن بالعموم

(۹) والادب نحو قول الشاعر

قد طلبنا فلم نجد لك فی السمو ددوالمجد والمکارم مثلا

(۱۰) وتنزیل المتعدی منزلة اللازم لعدم تعلق الغرض بالمعمول نحو هل یستوی الذین

یعلمون والذین لا یعلمون

وبعد من الحذف اسناد الفعل الی نائب الفاعل فیقال حذف الفاعل للخوف منه او علیہ او للعلم

به او الجهل نحو سرق المتاع وخلق الانسان ضعفا

ترجمہ

جب سامع کو کسی حکم کا فائدہ پہنچانے کا ارادہ کیا جائے تو جو لفظ ایسا ہے کہ وہ اپنا معنی بتلائے تو اصل اس کا ذکر کرنا ہوگا اور جو لفظ

کلام سے سمجھا جائے کلام کے بقیہ حصہ کے اس پر دلالت کرنے کی وجہ سے تو اصل اس کا حذف کرنا ہوگا اور جب یہ دونوں اصل ایک

دوسرے سے متعارض ہو گئیں تو ایک کے مقتضائے دوسرے کے مقتضای کی طرف بغیر کسی داعی و سبب کے اعراض نہیں کیا جاتا۔

﴿فمن داعی الذکر﴾ چند داعی ذکر (وضاحت اور پختگی کی زیادتی؛ جس طرح اولئك علی ہدی من ربهم واولئك

هم المفلحون) وہی لوگ اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور وہی مراد کو پہنچنے والے ہیں

(۲) قرینے کے ضعیف ہونے کے سبب اعتماد کی کمی یا فہم سامع کی کمزوری جس طرح؛ کہ اگر زید کا ذکر سابق میں ہو چکا البتہ اس

ذکر پر تھوڑا وقت گزر گیا ہو یا اس کے ساتھ ہی کسی دوسرے شخص کا ذکر بھی آگیا ہو پھر یوں کہا جائے ذید نعم الصدیق (زید کتنا

اچھا دوست ہے)

(۳) سامع کی کند ذہنی و غیادت پر تعریض؛ جس طرح ماذا قال عمرو (عمرو نے کیا کہا)؟ کے جواب میں عمرو قال کذا (عمرو نے

عندك راضى والراى مختلف

نحن بما عندنا وانت بما

ہم اپنی رائے سے راضی ہیں اور تو اپنی رائے پر خوش ہے حالانکہ دونوں رائیں الگ الگ ہیں اور دوسرے کی مثال جس طرح کہ
ما ودعك ربك وما قلىٰ نہ تیرے رب نے تجھے چھوڑا اور نہ تجھ سے دشمنی کی۔

(۸) اختصار کے ساتھ عموم کا معنی ملحوظ رکھنا جس طرح واللہ يدعوالى دارالسلام اللہ بلاتا ہے سلامتی کے گھر کی طرف یعنی
اپنے تمام بندوں کو اس لیے کہ معمول کا حذف کرنا تعلیم کا فائدہ دیتا ہے۔

(۹) ادب؛ جس طرح شاعر کا یہ شعر ہے؛

ددوالمجد والمكارم مثلا

قد طلبنا فلم نجد لك فى السوء

ہم نے تلاش کیا مگر سرداری، بزرگی اور نیک اخلاق میں تیرا کوئی مماثل ہم کو نہ ملا

(۱۰) معمول کے ساتھ غرض باقی نہ رہنے کے سبب متعدی کو لازم کے درجے میں اتار دینا جس طرح هل يستوى الذين

يعلمون والذين لا يعلمون کیا برابر ہو سکتے ہیں وہ لوگ جو جانتے ہیں اور جو نہیں جانتے۔

فعل کو نائب فاعل کی طرف اسناد کرنے کو بھی حذف ہی سمجھا جاتا ہے، چنانچہ کہا جاتا ہے کہ فاعل کو حذف کیا گیا ہے اس سے یا

اس پر خوف کی وجہ سے یا اس کے معلوم ہونے یا نامعلوم ہونے کی وجہ سے جس طرح سرق المتاع سامان چوری ہو گیا خلق
الانسان ضعيفا انسان کمزور پیدا کیا گیا۔

الباب الثالث في التقديم والتأخير

تیسرا باب تقدیم و تاخیر کے بیان میں ہے

اجزائے کلام میں تقدم و تاخر کا بیان

من المعلوم انه لا يمكن النطق باجزاء الكلام دفعة واحدة .

بل لابد من تقديم بعض الاجزاء وتأخير البعض وليس شيء منها في نفسه اولي بالتقدم من الآخر (۱) لاشتراك جميع اللفاظ من حيث هي الفاظ في درجة الاعتبار فلا بد من تقديم هذا على ذاك من داع يوجب له من الدواعي

(۱) التشويق الى المتأخر اذا كان المتقدم مشعرا بغرابة نحو .

والذي حارت البرية فيه حيوان مستحدث من جماد

(۲) وتعجيل المسرة او المساءة نحو العفو عنك صدر به الامر او القصاص حكم به القاضي .

(۳) وكون المتقدم محط الانكار والتعجب نحو ابعد طول التجربة لنخدع بهذه الزخارف .

(۴) وسلك سبيل الترقى اى الايتان بالعام او لائم الخاص بعده لان العام اذا ذكر بعد الخاص

لا يكون له فائدة نحو هذا الكلام صحيح فصيح فاذن قلت فصيح بليغ لا تحتاج الى ذكر

صحيح واذا قلت بليغ لا تحتاج الى ذكر صحيح ولا فصيح .

(۵) ومراعات الترتيب الوجودى نحو (لاتأخذه سنة ولا نوم)

(۶) والنص على عموم السلب او سلب العموم فالاول يكون بتقديم اداة العموم على اداة

النفي .

نحو كل ذلك لم يكن اى لم يقع هذا ولا ذاك والثانى يكون بتقديم اداة النفي على اداة العموم

نحو لم يكن كل ذلك اى لم يقع المجموع فاجتمعت ثبوت البعض ويحتمل نفي كل فرد .

(۷) وتقوية الحكم اذا كان الخبر فعلا نحو الهلال ظهر وذلك لتكرار الاسناد

(۸) والتخصيص نحو ما انا قلت . واياك نعبد .

(۹) والمحافظة على وزن او سجع فالاول نحو .

اذا نطق السلفيه فلا تجبه
فخبر من اجابته السكوت

والشاسي نسحو عمدوه فقلوه ثم الجعوم صلوه ثم في سلسلة ذرعها سبعون ذراعا فاسلكوه ولم يذكر لكل من التقديم والتأخير دواع خاصة لانه اذا تقدم احذر كنى الجملة لاخر الاخر لهما متلازمان .

ترجمہ

اس بات کا تو ہمیں علم ہے کہ کلام کے اجزاء کا یکبارگی بولنا ناممکن ہے اور ایک کو دوسرے پر مقدم کرنا اور کسی کو کسی سے مؤخر کرنا ضروری ہے اور ان میں سے کوئی بھی فی نفسہ دوسرے کے مقابلے میں مقدم کیے جانے کا زیادہ مقدار نہیں کیوں کہ تمام الفاظ درجہ اعتبار میں الفاظ ہونے کی حیثیت سے شریک اور مساوی ہیں سو جس کسی کو دوسرے پر مقدم کیا جائے گا اس کے لیے کوئی نہ کوئی ایسا سبب ہوگا جو اسے ضروری و واجب ٹھہرائے۔

چند دواعی تقدیم کا بیان

(۱) بعد میں آنے والے لفظ کی طرف شوق دلانا جب کہ آگے لایا جانے والا لفظ کسی ندرت و غرابت کی جانب اشارہ کر رہا ہو جس طرح؛

والذی حارت البرية فيه حيوان مستحدث من جماد

اور وہ چیز جس میں کل مخلوق اختلاف کر رہی ہے وہ ایک ایسا جانور ہے جو مٹی سے پیدا ہونے والا ہے۔

(۲) اچھی یا بری چیز کو پہچاننے میں جلدی کرنا؛ جس طرح العفو عنك صدر به الامر معاني کا تیرے لیے فیصلہ صادر ہوا ہے یا القصاص حکم به القاضي قصاص کا قاضی نے فیصلہ فرمایا ہے۔

(۳) مقدم کیا جانے والا لفظ محل انکار و تعجب ہو؛ جس طرح ابعث طول التجربة تنخدع بهذه الزخارف کیا اتنے لمبے تجربے کے بعد بھی تو ان ملمع کاریوں سے دھوکہ کھا جاتا ہے۔

(۴) ترقی کی راہ پر چلنا یعنی پہلے عام لفظ کو لایا جائے اور پھر خاص کو اس لیے کہ اگر عام کو خاص کے بعد ذکر کیا جائے تو اس سے کوئی نیا فائدہ حاصل نہیں ہوتا جس طرح کہ هذا الکلام صحیح بلیغ یہ کلام صحیح فصیح اور بلیغ ہے اور اگر اس نے فصیح بلیغ کہا تو اب لفظ صحیح کو ذکر کرنے کی حاجت نہیں اور اگر بلیغ کہا تو اب صحیح فصیح کہنے کی ضرورت نہیں۔

(۵) وجودی اور واقعی ترحیب کی رعایت؛ جس طرح لا تاخذہ سنة ولا نوم اس کو اونگھ اور نیند نہیں پکڑ سکتی۔

(۶) عموم سلب یا سلب عموم کی وضاحت و صراحت؛ سو پہلی حاصل ہوتی ہے ادات نفی پر ادات عموم کو مقدم کرنے سے جس طرح کہ کل ذالك لم یکن (یہ کچھ بھی نہیں ہوا) یعنی نہ تو یہ ہوا اور نہ وہ اور دوسری (سلب عموم) حاصل ہوتی ہے ادات عموم پر ادات نفی

کو مقدم کرنے سے جس طرح لہو یکس کل فالك (یہ سب نہیں ہوا) یعنی مجموعہ و جملہ باتیں (افراد) نہیں ہوئیں پس پھر (افراد باتوں) کے پائے جانے کا بھی احتمال ہے اور ہر فرد بات کے نہ پائے جانے کا بھی۔

(۷) حکم کو پختہ اور قوی کرنا جب کہ خیر فعل ہو جس طرح کہ الہلال ظہور چاند نکلا ہی ہے اور یہ تقویت اسناد کے تکرر ہونے کی وجہ سے حاصل ہوتی ہے۔

(۸) تخصیص جس طرح معانا قلت (میں نے تو نہیں کہا) اور ایاك تعبد (ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں)

(۹) وزن و بحر کی رعایت، پہلے کی مثال جس طرح۔

اذا نطق السفیة فلا تعبد فخير من اجابة السكوت

جب تم سے بے وقوف بات کرے تو اسے جواب مت دے کیوں کہ اس کو جواب دینے کی ہنسی چپ رہنا ہی بہتر ہے اور دوسرے کی مثال جس طرح کہ غلوه لغلوه ثم الجحيم صلوہ ثم فی سلسلۃ ذراعها سبعون ذراعا فاسلكوه (اس شخص کو پکڑو اور اسے طوق پہنا دو پھر اسے دوزخ میں داخل کر دو پھر ایک ایسی زنجیر میں جس کی پیمائش ستر گز ہے اس کو جکڑ دو۔



الباب الرابع في تعريف والتكثير

چوتھا باب تعریف و تنکیر کے بیان میں ہے

تعریف و تنکیر کے مقامات کا بیان

إذا تعلق الغرض تفهيم المخاطب ارتباط الكلام بمعين فالمقام للتعريف وإذا لم يتعلق الغرض بذلك فالمقام للتكثير. وتفصيل هذا الاجمال لقول من المعلوم ان المعارف الضمير والعلم واسم الاشارة والاسم الموصول والمحملى بال والمضاف لواحد مما ذكر والمنادى. (اما الضمير) فيؤتى به لكون المقام للتكلم او الخطاب او الغيبة مع الاختصار نحو انار جوتك في هذا الامر وانت وعدتني بانجازه. والاصل في الخطاب ان يكون لمشاهد معين وقد يخاطب غير المشاهد اذا كان مستحضراً في القلب نحو اياك نعبد وغير المعين اذا قصد تعميم الخطاب لكل من يمكن مخاطبته نحو اللبیم من اذا احسنت اليه اسماء اليك. (واما العلم) فيؤتى به لاحضار معناه في ذهن السامع باسم الخاص نحو واذيرفع ابراهيم القواعد من البيت واسماعيل. وقد يقصد به مع ذلك اغراض اخرى. (۱) كاظهار الاستغراب نحو.

وجاهل جاهل تلفاه مرزوقا
وصير العالم النحرير زنديقا

کم عاقل عاقل اعیت مذاہبہ
هذا الذي ترك الاوهام حائرة

ترجمہ

جب مخاطب کو یہ سمجھانا مقصود ہو کہ کلام کسی معین چیز کے ساتھ مربوط اور جڑا ہوا ہے تو یہ مقام مقام تعریف ہے، اور جب یہ سمجھانا مقصود نہ ہو تو وہ مقام مقام تنکیر ہے، اس اجمال کی تفصیل کے لیے ہم یوں کہیں گے کہ یہ بات تو معلوم ہی ہے کہ معرفہ کی سات قسمیں ہیں ضمیر، علم، اسم موصول، اشارہ، اسم محلی بال اور ان پانچ قسموں میں سے کسی ایک کی طرف مضاف کر دینا اور منادی۔ ﴿ضمیر﴾ یہ اختصار کے ساتھ اس لیے لائی جاتی ہے کہ مقام تکلم یا خطاب یا غیوبت کا ہوتا ہے جس طرح کہ انار جوتک فی

ہذا الامر دو انت و عدلی بالبحارہ (میں نے آپ سے اس اہم کام کے انجام دینے کی امید کی تھی اور آپ نے اس کا وعدہ بھی کیا تھا) اور خطاب میں اصل یہ ہے کہ وہ کسی مشاہد معین (دیکھا جانے والا معین) کو ہی مخاطب بنایا جائے اور کبھی غیر مشاہد کو خطاب کیا جاتا ہے جب کہ وہ دل و مال میں معذور و حاضر ہاں ہو جس طرح کہ ایک لحد (ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور غیر معین کو بھی خطاب کیا جاتا ہے جب کہ خطاب میں مخاطب بنائے جانے کے قابل ہر فرد کے لیے تقسیم کا معنی ملحوظ رکھنا ہو کیسے کہ المسلمین من اذا احسنت الہ اساء الہک کمینا وہ ہے کہ جب تو اس کے ساتھ اچھا سلوک کرے تو وہ تیرے ساتھ بد سلوک کرے۔

علم کے لیے لایا جاتا ہے کہ اس کے معنی و خیال کا ذہن سامع میں اس کے مخصوص نام کے ساتھ حاضر کیا جائے جس طرح کہ واذہر طبع ابراہیم القواعد من الہیت واسما عیل (یاد کرو اس وقت کو جب ابراہیم اور اسماعیل کعبۃ اللہ کی بنیادوں کو بلند کر رہے تھے) اور کبھی اس کا استعمال اس فرض کے علاوہ دوسری فرضوں میں بھی ہوتا ہے جس طرح کہ تعظیم و کسب سیف الدولۃ (سیف الدولہ سوار ہو گئے) اور جس طرح کہ اہانت ذہب صغور (محر گیا) اور ایسے معنی کا کنایہ جس کی وہ لفظ صلاحیت بھی رکھے جس طرح کہ بہت بڑا اہی لہب (ابولہب کے دونوں ہاتھ ہلاک ہوں)

اسم اشارہ کے یہ اس وقت لایا جاتا ہے جب کہ سامع کے ذہن میں اس کا معنی حاضر کرنے اور تصور جمانے کے لیے بطور ایک طریقے کے متعین ہو جائے جس طرح تیرا قول یعنی ہذا (مجھے یہ چیز بیچ دے) جبکہ تو اس چیز کے نام یا صفت سے واقف نہ ہو بر خلاف جب وہ بطور کسی ایک طریقے کے اس کے لیے متعین نہ ہو تو وہ دوسرے مقاصد و اغراض کے لیے ہوگا۔

۱۔ غرابت و ندرت کا اظہار مقصود ہو جس طرح

وجاہل جاہل تسلقاہ مرزوقا

کم عاقل عاقل اعیت مذاہبہ

وصیر العالم النحریر زندقا

ہذا الذی ترک الاوہام حائرة

کتنے ہی کامل عقلمندوں کو ان کے کسب معاش کے طریقوں نے تھکا دیا ہے اور کتنے ہی بچے جاہلوں کو تو خوشحال و مالدار پائے گا، اسی چیز نے تو عقلوں کو حیران کر رکھا ہے اور عالم و انا کو کافر زندقہ بنا دیا ہے۔

اشارہ کے مفہوم کا بیان

اشارہ عربی زبان کا لفظ ہے جس کے لغوی معنی ہیں انہیں چیدن و بمعنی رحر و ایما و فرمان اشارات و اس مخصوص است بسر و لب و چشم و ابرو و مژدہ و غمزہ و انگشت۔ (فرہنگ آندراج)

اشارہ علم نحو اور بیان کی اصطلاح ہے جو اردو میں عربی و فارسی اور انگریزی زبانوں کے ذریعے رائج ہوئی۔ علم نحو کی اصطلاح میں اشارہ ایسے لفظ کو کہا جاتا ہے جو کسی شخص یا چیز کا خصوصی پتہ دیتا ہے۔ اشارہ جس چیز کا پتہ دیتا ہے اسے اشارۃ الیہ کہا جاتا ہے۔ اشارہ

کی دو قسمیں ہوتی ہیں (الف) قریب کا اشارہ۔ اگر کوئی شے نزدیک ہو تو اس کے لیے یہ لفظ کا استعمال کیا جاتا ہے جیسے یہ کٹا (ب) اشارہ بعید۔ اگر کوئی شے دور ہو تو اس کے لیے وہ لفظ کا استعمال کیا جاتا ہے جیسے وہ کٹا۔

بوٹی اکسیر اور پارس اگر ہاتھ آئے بل بے ہمت ترے نزدیک یہ پتھر ہے وہ گھاس (ذوق)

اس شعر میں یہ کا اشارہ پارس کے لیے اور وہ کا اشارہ اکسیر کی بوٹی کے لیے ہے۔ علم نحو سے قطع نظر شعر میں ایسا کوئی بھی لفظ یا ترکیب اشارہ کا کام کر سکتے ہیں جو ایک متعین جہت معنی کو ظاہر کرتے ہیں۔

ابن مریم ہوا کرے کوئی میرے دکھ کی دوا کرے کوئی (غالب)

اس شعر میں لفظ کوئی ابن مریم کی طرف براہ راست اشارہ ہے جو ابن مریم سے ارادی تعلق کو ظاہر کرتا ہے۔

علم معانی کی اصطلاح میں اشارہ وسیع معنی کو مختصر الفاظ سے مختص کرنے کا عمل ہے۔ محمد بن علی مصنف کشاف اصطلاحات میں اشارے کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں: در بدیع ایراد کلامی است قلیل برائے زیاد کہ ایجاز قصر ہم نامند۔ (کشاف اصطلاحات فنون: محمد بن علی)

یہاں علم بدیع سے علم معانی مراد لیا ہے اور اشارہ کو ایجاز کی فرع قرار دیا ہے۔ نجم الغنی خاں اشارے کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: اشارہ بہ اعتبار معنی حقیقی اپنے کے صرف محسوس حاضر کی طرف ہوتا ہے اور یہ اعضائے ظاہر آنکھوں، بھوؤں، ہاتھ پاؤں اور دل وغیرہ سے تعلق رکھتا ہے اور اگر کہیں غیر محسوس غیر حاضر کی طرف اشارہ کیا جائے تو مجاز پر محمول ہوتا ہے کہ غیر محسوس کو محسوس حاضر تصور کر کے اس کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ (بحر الفصاحت: نجم الغنی خاں)

بیسویں صدی کے نصف میں اشارہ انگریزی اصطلاح میں Signal اور symbol کے مفہوم میں استعمال کیا گیا لیکن بعد کے زمانے میں اشارے کی اصطلاح Signal سے مختص ہو گئی۔ اصطلاح میں Signal ایسے نشان کو کہا جاتا ہے جس کے ذریعے کچھ کرنے کی ہدایت حاصل ہو یا کچھ کرنے کی ہدایت دی جائے۔ ویل رائٹ نشان اور اشارے کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: بادل کی گرج بیک وقت فطری نشان کی حیثیت سے بھی عمل کر سکتی ہے کہ وہ چمک کا امکان ظاہر کرتی ہے اور یہ بھی بتاتی ہے کہ شاید بارش ہوگی اور بحیثیت اشارہ بھی کہ وہ ہمیں پناہ ڈھونڈنے کی ہدایت دیتی ہے۔

(مشمولہ اردو غزل میں علامت نگاری: پروفیسر انیس اشفاق، ص ۱۰)

اشارہ ایک آسان اور سادہ عمل ہے جو کسی زیادہ عام چیز یا تصور کو پیش کرتا ہے جیسے ایک کتا تمام کتوں کے لیے اشارہ کا کام کرتا ہے یا سڑک کی روشنی بدرگ یا متصور طور پر پولس کے اختیار کی طرف اشارہ کرتی ہے یعنی اشارہ معنی کے محدود تصور کو پیش کرتا ہے لیکن جب اشارے تفکر اور تعقل کے اعتبار سے معنی کے تفاعل کو پیدا کرتے ہیں تو یہ اشارے علامت بن جاتے ہیں یعنی علامت یہ بتاتی

ہے کہ ہمیں کیا سوچنا چاہیے جب کہ اشارہ ایک قائم تصور کے لیے ذہن کو متحرک کرتا ہے۔ ایڈونگ بورنگ کے مطابق اشارہ سب سے راجع کے مخصوص بدل ہوتے ہیں یعنی اشارہ کی خاص سمت میں ذہن کو منتقل کر کے درمیان سے غائب ہو جاتا ہے۔ اشارہ لفظاً و لفظاً کوئی بھری شے ہو سکتی ہے جو کسی سیاق کے حوالے سے ذہن کو منتقل کرتی ہے۔ بعض ناقدین کا خیال ہے کہ زبان کا ہر لفظ ایک اشارہ ہوتا ہے اس سلسلے میں عصمت جاوید لکھتے ہیں:

اشارہ وہ نشان ہے جس کی مدد سے ہم اپنی توجہ مشارالہ کی طرف منعطف کرتے ہیں ایسی صورت میں ہم الفاظ کی آواز پر نہیں بلکہ ان کے معنی کی طرف توجہ دیتے ہیں اس لیے اردو کی رائے ہے کہ لفظ کو علامت نہیں اشارہ کہا جائے۔
(تشبیہ سے علامت تک: عصمت جاوید، مشمولہ اردو میں تمثیل نگاری، منظر اعظمی)

ماہرین لسانیات کا خیال ہے کہ لفظ اس معنی میں بے معنی ہوتا ہے کہ اس کے معنی لا تعداد ہوتے ہیں، سیاق و سباق میں لفظ کے معنی متعین ہوتے ہیں۔ اس لحاظ سے زبان اشارہ نہیں علامت ٹھہرتی ہے کیونکہ کثرت معنی علامت کا وصف ہے۔ اشارہ کی تعریف کے پیش نظر ادبی تناظر میں یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ دراصل اشارہ متن کا وہ سیاق و سباق یا قرینہ ہے جو قاری کے ذہن کو علامت، استعارہ، تشبیہ اور دوسرے امور کی طرف منتقل کرتا ہے۔ اس لحاظ سے ہر علامت اور ہر استعارہ میں ایک اشارہ ہوتا ہے لیکن ہر اشارہ علامت یا استعارہ نہیں ہوتا۔ اشارہ کام صرف نشان دہی کرنا ہے جبکہ علامت و استعارہ کا کام اس سے کہیں بڑھ کر ہے۔ اشارے اور استعارے میں فرق کرتے ہوئے انیس ناگی لکھتے ہیں:

اشارے کا دائرہ عمل نشانہ ہی تک محدود ہے۔ استعارہ میں نشانہ ہی مماثلت پر ہوتی ہے۔ (تنقید شعر: انیس ناگی)

اردو کے بعض ناقدین مثلاً سلیمان اطہر جاوید، شوکت بزداری اور ممتاز حسین وغیرہ نے Symbol کا ترجمہ اشارہ کیا ہے۔ لیکن بعد کے زمانے میں Symbol کے لیے علامت کی اصطلاح مستعمل ہوئی۔

زمانہ بیت گیا اب تو تم سے ہو جا
میں تیرا لہجہ ہوں تو میری گفتگو ہو جا (سعید رامش)

اس شعر کا پورا سیاق و سباق یا قرینہ اس بات کا اشارہ ہے کہ تم سے تو ہونے اور لہجہ اور گفتگو ہونے کو لغوی معنی میں نہیں بلکہ مجازی معنی میں سمجھا جائے یعنی تم سے تو ہونا کنا یہ ہے باہمی اختلاط کا میں تیرا لہجہ ہوں استعارہ ہے معشوق ہونے کا اور تو میری گفتگو ہو جا استعارہ ہے عاشق ہونے کا۔

نئے دیوانوں کو دیکھیں تو خوشی ہوتی ہے ہم بھی ایسے ہی تھے جب آئے تھے ویرانے میں (احمد مشتاق)

اس شعر میں ایسے ہی تھیا اشارہ ہے جوش و حشر کا۔ اس شعر میں فقرہ ایسے ہی اشارہ کی حدود کو توڑ کر وسیع اور کثیر مفاہیم کا حامل ہے۔

اشارہ کے بعض مقامات کا بیان

(۲) و کمال العناہ بہ نحو۔

هذا الذي تعرف البطحاء وطائہ والبيت يعرفه والحل والحرم

(۳) و بیان حالۃ فی القرب والہمد نحو هذا یوسف . و ذاك اخوه . و ذلك غلامہ

(۴) والتعظیم . نحو ان هذا القرآن یهدی للتي هي اقوم .

و ذلك الكتاب لا ريب فيه .

(۵) والتحقیر . نحو ا هذا الذي يذكر الهتك . فذلك الذي يدع اليهم

ترجمہ

۲۔ مشار الیہ کو دوسروں سے مکمل طور پر ممتاز و نمایاں کرنے پر توجہ دینا جس طرح کہ

هذا الذي تعرف البطحاء وطائہ والبيت يعرفه والحل والحرم

یہ (حضرت علی زین العابدین) وہ شخصیت ہیں جن کے نشان قدم کو ارض بطحاء پہنچاتی ہے اور بیت اللہ اور حل و حرم انہیں جانتے

ہیں۔

۳۔ مشار الیہ کے قرب و بعد کے حال کی وضاحت: جس طرح هذا یوسف (یہ یوسف ہے) ذاك اخوه (وہ اس کا بھائی

ہے) اور ذالك غلامہ (وہ اس کا غلام ہے)

۴۔ مشار الیہ کی تعظیم: جس طرح ان هذا القرآن یهدی للتي هي اقوم (بلاشبہ یہ قرآن ایسے طریقے کی ہدایت کرتا ہے

جو بالکل سیدھا ہے) اور ذالك الكتاب لا ريب فيه (یہ کتاب ایسی ہے جس میں کوئی شبہ نہیں)

۵۔ مشار الیہ کی تحقیر و تذلیل: جس طرح ا هذا الذي يذكر الهتك (کیا یہی ہے جو تمہارے معبودوں کا برائی کے ساتھ ذکر

کرتا ہے؟) فذلك الذي يدع اليهم (سو یہ وہی ہے جو تمہیں کو دھکے دیتا ہے؟)

اسم موصول لانے کا بیان

(واما الموصول) فیوتی بہ اذا تعین طریقاً لاحضار معناه . كقولك الذي كان معنا امس مسافر

اذالم تكن تعرف اسم اما اذالم يتعين طريقاً لذلك فيكونك لا غرض اخرى .

(۱) كالتعليل نحو ان الذين امنوا وعملوا الصالحات كانت لهم جنات الفردوس نزلاً .

(۲) واحفاء الامر عن غير المخاطب نحو .

وقضيت حاجاتي كما اهوى

واخذك ماجا دالاميريه

(۳) والنبيه على الخطا نحو -

يشقى غليل صدورهم ان تصرخوا

ان الذين ترو لهم خوالكم

(۴) وتفخيلهم شان المحكوم به نحو -

بیتاد عالمہ اعز و اطول

ان الذي سمك السماء بني لنا

ترجمہ

اور اما الموصول کے اسم موصول یہ اس وقت لایا جاتا ہے جبکہ سماع کے ذہن میں اس کا فعلی حاضر کر کے اور تصور ہمارے کے لیے بطور طریقے کے متعین ہو جائے جس طرح کہ تیرا قول الذي كان معنا امس مسافر (جو غلیم کی ہمارے ساتھ تھا امس مسافر ہے) جبکہ تم اس کا نام نہ جانتے ہو برخلاف جبکہ وہ بطور کسی طریقے اس کے لیے متعین نہ آوے اس وقت وہ دوسرے انفرادی مقاصد کے لیے ہوگا۔

۱۔ علت بیان کرنا: جس طرح ان الذين آمنوا وعملوا الصالحات كانت لهم جنت الفردوس للذلا (بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے ان کی مہمانی کے لیے ٹھنڈی چھاؤں کے باغات ہوں گے)

۲۔ مخاطب کے علاوہ دوسروں سے کسی بات کا چھپانا: جس طرح

واخذت ما جاد الامير به وقضيت حاجاتي كما اهوى

حاکم نے جو کچھ دیا میں نے لے لیا اور میں نے حسب ضرورت اپنی ضرورتوں میں خرچ کیا۔

۳۔ خطا و تقصیر پر باخبر و متنبہ کرنا: جس طرح

ان الذين تروهم اخوالكم يشقى غليل صدورهم ان تصرخوا

جن کو تم اپنے بھائی خیال کرتے ہو ان کے دلوں کی پیاس تو تب بجھے گی جب تم بچھالے جاؤ۔

۴۔ محکوم بہ کی شان کی بڑائی بتانا: جس طرح

ان الذي سمك السماء بني لنا بيتاد عائمہ اعز و اطول

بلاشبہ جس خدا نے آسمان کو بلند کیا اسی نے ہمارے لیے ایک ایسا گھر بنایا جس کے ستوں دوسرے گھروں کے مقابلے میں معزز اور طول ہیں۔

تہویل و تحقیر کے طور پر لائے کا بیان

(۵) والتہویل تعظیما وتحقیرا۔ نحو فغشیہم من الیم ما غشیہم ونحو من لم یدر حقیقة الحال

قالا ما قال۔

(۶) والنہکم . نحو یا ایہا الذی نزل علیہ الذکر انک لمجنون .

(واما المحلی بال) لیوتی بہ اذا کان الغرض الحکایۃ عن الجنس نفسہ نحو الانسان حیوان مطلق . وتسمی ال جنسیۃ . او الحکایۃ عن معہود من افراد الجنس وعہدہ امام بتقدم ذکرہ نحو (کما ارسلنا الی فرعون رسولا فعصى فرعون الرسول) واما بحضورہ بذاتہ نحو (الیوم اکملت لکم دینکم . واما بمعرفۃ السامع لہ . نحو اذ یبایعونک تحت الشجرۃ . وتسمی ال عہدیۃ او الحکایۃ عن جمیع افراد الجنس نحو الانسان لفی خسر . وتسمی ال استغراقیۃ . وقد یراد بال الاشارۃ الی الجنس فی فرد مانحو .

ولقد امر علی اللہیم یسبنی فمضیت ثمہ قلت لا یعنینی

واذا وقع المحلی بال خبرا افاد القصر نحو (وہو الغفور الودود)

ترجمہ

۵۔ ہولنا کی بتانا عظمت یا حقارت کے اعتبار سے؛ جس طرح کہ فغشیہم من الیم ما غشیہم (پھر ڈھانپ لیا ان کو پانی نے جیسا کہ ڈھانپ لیا یعنی عظیم اور ہولناک موجوں نے ڈھانپ لیا) اور جس طرح کہ من لم یذر حقیقۃ الحال قال ما قال (جس نے حقیقت حال کو نہ جانا وہ ایسی ہی (گھٹیا) بات کہے گا جو اس نے کہی)

۶۔ تمہکم واستہزاء؛ جس طرح کہ یا ایہا الذین نزل علیہ الذکر انک لمجنون (اے وہ جس پر قرآن کو نازل کیا گیا تو تو مجنون ہے)

﴿واما المحلی بال﴾ محلی بال یہ اس وقت لایا جاتا ہے جبکہ خود ہی اس کی جنس کی بات بتانا مقصود ہو جس طرح کہ الانسان حیوان مطلق (انسان حیوان مطلق ہے) اور اس الف لام کو ال جنسیہ کہیں گے، یا جنس کے افراد میں سے کسی متعین فرد کی بات بتانا مقصود ہو اور اس کی عہدیت و تعین یا تو سابق میں اس کا ذکر گزر جانے کا سبب ہوتا ہے جس طرح کما ارسلنا الی فرعون رسولا فعصى فرعون الرسول (جیسا کہ ہم نے فرعون کی طرف ایک رسول کو بھیجا سو فرعون نے اس کی نافرمانی کی) یا خود اس چیز کی موجودگی کے سبب ہوتی ہے جس طرح کہ الیوم اکملت لکم دینکم (آج کے دن میں نے تمہارے لیے دین کو مکمل کر دیا) یا مع کے اس سے باخبر ہونے کے سبب ہے جس طرح کہ اذ یبایعونک تحت الشجرۃ (جب کہ وہ تجھ سے بیعت کر رہے تھے اس درخت کے نیچے) اور اس الف لام کو ال عہدیہ کہا جاتا ہے، یا جنس کے تمام افراد کے بارے میں کوئی بات بتانا مقصود ہو جس طرح کہ ان الانسان لفی خسر (بے شک سارے انسان گھائے اور خسارے میں ہیں) اور اس الف لام کو ال استغراقیہ کہیں گے اور کبھی اس کے ذریعے جنس کے کوئی ایک فرد غیر معین کی طرف اشارہ کا قصد کیا جاتا ہے جس طرح کہ

ولقد امر علی النبی یمینی لمضیت ثمة قلت لا یمینی

(جب بھی کسی ایسے کہنے کے پاس سے گزرتا ہوں جو مجھے کافی دے رہا ہوتا ہے تو میں اس جگہ سے یہ کہتا ہوں کہ اس نے مجھے مراد نہیں لیا)

اور جب کبھی ہاں خبر بنتا ہے تو دو تصرکات محدودیت ہے جس طرح کہ وہو الغفور الودود (بہت بخشنے والا مہربان) محبت کرنے والا ہے)

معرفہ بہ مضاف کو لانے کا بیان

(واما المضاف لمعرفة) فیوتی بہ اذا تعین طریقا لاختصار معناه ایہی ککتاب سیبویہ وسفینۃ نوح نیرۃ اما اذا لم یتمین لذلك فیکون لاغراض اخرى .

(۱) کتعلل التعداد او تصوره نحو اجمع اهل الحق علی کذا واهل البلد کرام .

(۲) والخروج من تبعۃ تقدیمہ البعض علی البعض نحو حضر امراء الجند .

(۳) والتعظیم للمضاف نحو کتاب السلطان حضر ار المضاف الیہ نحو هذا خادمی او غیر ہما نحو اخوا الوزير ہندی .

(۴) والتحقیر للمضاف نحو هذا ابن اللص او المضاف الیہ نحو اللص رلیق هذا او غیر ہما نحو اخو اللص عند عمرو .

(۵) والاختصار لضیق المقام نحو .

ہوای مع الרכب الیمانیین مصعد جنیب وجثمانی بمکة موقت

بدل ان یقال الذی اہواہ .

ترجمہ

۱۔ (واما المضاف لمعرفة) مضاف معرفہ یہ بھی اس وقت لایا جاتا ہے جب کہ سامع کے ذہن میں اس کا معنی واضح نہ ہو اور تصور جمائے کے لیے بطور ایک طریقے کے متعین ہو جائے جس طرح کہ کتاب سیبویہ کی کتاب اور سفینۃ نوح کی کشتی برخلاف جبکہ بطور کسی طریقے کے اس کے لیے متعین نہ ہو تو یہ دوسری غرضوں کے لیے ہوگا۔

۲۔ کسی محدودی چیز کی گنتی کرنا جتنے پر یا مشکل ہو، جس طرح اجمع اهل الحق علی کذا واهل البلد کرام اہل حق نے اس بات پر اتفاق کیا ہے اور اہل شہر شریف ہیں۔

۳۔ کسی دوسرے پر مقدم کرنے کی صورت میں پیچھے والے شے سے پہلے جس طرح کہ حضر امراء الجند امراء لشکر نے۔

۳۔ مضاف کی تعظیم جس طرح کتاب السلطان حضور (بادشاہ کا خط آیا) یا مضاف الیہ کی تعظیم جس طرح ہذا خادمی (یہ میرا نوکر ہے) یا ان دونوں کے علاوہ کی تعظیم جس طرح اخو الوزیر عندی (وزیر کا بھائی میرے پاس آیا)
۴۔ مضاف کی تحقیر جس طرح ہذا ابن اللص (یہ چور کا بھائی ہے) یا مضاف الیہ کی جس طرح اللص رفیق ہذا (چور اس کا ساتھی ہے) یا ان دونوں کے علاوہ کی جس طرح اخو اللص عند عمرو (چور کا بھائی عمرو کے پاس ہے)
۵۔ نئی مقام کے سبب کلام کو مختصر کرنا جس طرح

ہوای مع الרכب الیمانیین مصعد
جنیب وجشمانی بمکة موثق

میرا محبوب یعنی قافلے والوں کے ساتھ جا رہا ہے اس کو آگے چلایا جا رہا ہے اس حال میں کہ میرا جسم کے قید خانے میں مقید ہے۔ یہاں لفظ ہوای کا الذی اہواہ کی جگہ استعمال ہوا ہے۔

منادی کو لانے کا بیان

(واما المنادی) فیوتی بہ اذالم يعرف للمخاطب عنوان خاص .
نحو یا رجل ویافنی .

وقد یوتی بہ للإشارة الی علة ما یطلب منه نحو یا غلام احضر الطعام ویا خادم اسرج الفرس .
اولغرض یکمن اعتباره ههنا مما ذکر فی النداء .

ترجمہ

﴿واما المنادی﴾ منادی کو اس وقت لایا جاتا ہے جب کہ متکلم کو مخاطب کا کوئی عنوان خاص (یعنی علم یا صلہ وغیرہ کوئی جہت تعریف) معلوم نہ ہو جس طرح کہ یا رجل (اے مرد) یا فنی (اے نوجوان) اور کبھی اسے اس چیز کی علت کی جانب اشارہ کرنے کے لیے لایا جاتا ہے جو اس سے طلب کی جا رہی ہے جس طرح یا غلام احضر الطعام (اے غلام کھانا لا) اور یا خادم اسرج الفرس (اے نوکر گھوڑے پر زین کس دے) یا اسے بحثِ ندائیں ذکر شدہ اغراض میں کسی ایک غرض کے لیے جس کا اعتبار کرنا یہاں ممکن ہو لایا جاتا ہے۔

نکرہ کو لانے کا بیان

(واما النکرۃ) فیوتی بہا اذالم یعلم للمحکی عنہ جهة تعریف کقولک جاء ههنا رجل اذالم يعرف ما یعینه من علم او صلة او نحوهما وقد یوتی بہا لاغراض اخری .

(۱) کالتکثیر والتقلیل نحو لفلان مال . ورضوان من الله اکبر ای مال کثیر ورضوان قلیل .

(۲) والعظمه والتحقير نحو

له حاجب عن كل امر يشينه وليس له عن طالب العرف حاجب

(۳) والعموم بعد النفي . نحو ما جاء فامن بشير فان الشكوة في سياق النفي نعم .

(۴) وقصد فرد معين او نوع كذلك . نحو والله خلق كل دابة من ماء

(۵) واحفاء الامر نحو قال رجل انك انعرفت عن الصواب تخفي اسمه حتى لا يلحقه اذى .

ترجمہ

اور نگرہ اس وقت لایا جاتا ہے جب کہ کھلی عنہ (جس کی بات و حکایت کرنا مقصود ہو) کے لیے تعریف اور پہچان کی کوئی جہت و صورت معلوم نہ ہو جس طرح کہ تیرا قول جاء فھنا رجل (یہاں ایک مرد آیا) جب کہ اس کو متعین کرنے والی علم یا صلہ وغیرہ کافی جہت یا صورت معلوم نہ ہو۔ اور کبھی دوسری اغراض و مقاصد کے لیے بھی لایا جاتا ہے۔

۱۔ بکھیر اور تھلیل (کسی چیز کی نکت و کثرت بتانا) جس طرح کہ لفلان مال (فلاں کے پاس بہت مال ہے) اور د ضوان من اللہ اکبر (اللہ کی تھوڑی سی رضا مندی بھی سب نعمتوں سے بڑی چیز ہے)

۲۔ کسی چیز کی عظمت یا حقارت بتانا؛ جس طرح

له حاجب عن كل امر يشينه وليس له عن طالب العرف حاجب

(میرے ممدوح کے یہاں ایک بڑا دربان ہے، جو اسے عیب دار بنانے والی کسی بھی چیز کو اس کے پاس بھڑکنے نہیں دیتا اور بخشش چاہنے والے کو روکنے کے لیے کوئی معمولی دربان بھی نہیں ہے)

۳۔ نفی کے بعد عموم؛ جس طرح ما جاء فامن بشیر (ہمارے پاس کوئی بھی خوشخبری سنانے والا نہیں آیا) کیوں کہ نکرہ کے نفی کے ماتحت واقع ہونے کی وجہ سے عموم کا معنی پیدا ہو جاتا ہے۔

۴۔ فرد معین یا نوع معین کا ارادہ کرنا؛ جس طرح کہ والله خالق كل دابة من ماء (اور اللہ نے ہر جانور کو ایک متعین پانی سے پیدا کیا)

۵۔ کسی بات کو چھپانا؛ جس طرح کہ قال رجل انك انعرفت عن الصواب (ایک شخص نے یوں کہا کہ تو راہ حق سے ہٹ گیا ہے) تو اس قول کے قائل کا نام چھپا رہا ہے تاکہ اسے کسی کی طرف سے کوئی تکلیف نہ پہنچ جائے۔

الباب الثالث عشر في الاطلاق والتقييد

پانچواں باب مطلق و مقید کے بیان میں ہے

إذا اقتصر في الجملة على ذكر المسند والمسند اليه

فالحكم مطلق وإذا زيد عليهما شيء مما يتعلق بهما أو باحدهما فالحكم مقيد والاطلاق يكون حيث لا يتعلق الغرض بتقييد الحكم بوجه من الوجوه الیذهب السامع فيه كل مذهب ممكن . والتقييد حيث يتعلق الغرض بتقييده بوجه مخصوص لو لم يراع تفاوت الفائدة المطلوبة . ولتفصيل هذا الاجمال نقول .

ان التقييد يكون بالفاعيل ونحوها والنواسخ والشرط والنفي والتوابع وغير ذلك .

(اما المفاعيل ونحوها) فالتقييد بها يكون لبيان نوع الفعل أو ما وقع عليه أو فيه أو لاجله أو بمقارنته أو بيان المبهم من الهيئة والذات أو بيان عدم شمول الحكم . وتكون القيود دمحط الفائدة والكلام بدولها كاذبا أو غير مقصود بالذات نحو (وما خلقنا السموات والارض وما بينهما لاعين) (واما النواسخ) فالتقييد بها يكون للاغراض التي توديعها معاني الفاظ النواسخ للاستمرار أو الحكاية عن الزمن في كان .

والتوقيت زمن معين في ظل . وبات . واصبح . وامسى . واضحى .

أو بحالة معينة في دام والمقاربة في كاد وكرب واوشك .

واليقين في وجد والفي ودرى وتعلم وهلم جرا .

فالحملة في هذا تنعقد من الاسم والخبر أو من المفعولين فقط فإذا قلت ظننت زيدا قائما فمعناه زيد قائم على وجه الظن .

ترجمہ

جب جملہ میں صرف مسند اور مسند الیہ کے ذکر پر ہی اکتفاء کیا جائے تو اس وقت حکم مطلق ہوگا اور جب اس پر کسی ایسی چیز کا اضافہ کیا جائے جس کا ان دونوں یا ان میں سے ایک سے تعلق ہو تو اس وقت حکم مقید ہوگا، اور اطلاق وہاں ہوتا ہے جہاں تقييد کی وجوہات

میں سے کسی بھی وجہ کے ساتھ مقید کرنے کی ضرورت والا نہ ہوتا کہ سائنس کو اس علم سے بارے میں پورا پورا اختیار ہے۔
تکلیف ادا ہوتی ہے جس میں کوئی ایسی مخصوص وجہ کے ساتھ مقید کرنے کی غرض وابستہ ہو کہ اس کی رعایت نہ کی جائے۔
مصلوب و مذہبیت ہو جائے اور اس اجمال کی تفصیل کے لیے ہم کہتے ہیں کہ تقید مفاعیل اور اس کے مانند (یعنی حال تینہ) ہوتا ہے۔
ہذا انواع شرطی اور توابع وغیرہ کے ذریعے ہوتی ہے۔

واما المسما عیل ونحوہا کہ ان کے ذریعے حکم کو مقید کیا جانا فعل کی نوعیت یا جس پر فعل واقع ہوا ہے، یا جس طرف میں
واقع ہوا ہے (مکان اور زمان) یا جس کے ساتھ واقع ہوا ہے اس کو بیان کرنے کے لیے ہوتا ہے یا مبہم ہیئت اور مبہم ذات کے بیان
کے لیے یا حکم کے عام و شامل نہ ہونے کو بیان کرنے کے لیے ہوتا ہے۔

اور یہ قیودات مرکز فائدہ ہوتی ہیں اور ان کے بغیر کلام یا تو جھوٹا یا بالذات غیر مقصود ہوگا جس طرح کہ ما خلقنا السموات
والارض وما بینہما لاعین (آسمان اور زمین اور ان کے درمیان کی مخلوقات کو ہم نے کھلتے ہوئے نہیں بنایا)

ہذا انواع کا بہر حال نواح کلام کو ان کے ساتھ مقید کرنا ان اغراض کے لیے ہوتا ہے جن کو الفاظ نواح کے معانی ادا کرتے
ہوں جس طرح کہ کان میں استمرار یا حکایت زمانہ ہوتا ہے اور ظل، بات، صبح، امس، اور اضیٰ میں زمان معین کی یادام میں حالت معینہ
کی توقیت و تجدید ہوتی ہے اور کاد، کرب اور ادشک میں قربت و نزدیکی ہوتی ہے اور وجد، الفی، درری اور تعلم میں یقین ہوتا ہے اور اسی
نہج پر چلا جائے۔ پس اس صورت میں جملہ منعقد ہوگا اسم اور خبر سے یا صرف دو مفعولوں سے۔ سو اگر تو کہے خلعت زیدا قائما تو اس کا
معنی یہ ہوگا (زید کھڑا ہے میرے گمان کے مطابق)

شرط کو لانے کا بیان

(واما الشرط) فالنقید بہ یكون للاغراض التي تؤدیہا معانی ادوات الشرط كالزمان فی متی
وايان والمكان فی این وانی وحیثما والحال فی کیفما واستیفاء ذلك وتحقیق الفرق بین
الادوات یذكر فی علم النحو۔ وانما یفرق ہنابین ان واذا ولولا اختصاصہا بمزا باتعد من وجوہ
البلاغۃ۔

ہذا الشرط بہ شرط حکم کو اس کے ذریعے مقید کرنا ان اغراض کے لیے ہوتا ہے جن کو ادوات شرط کے معانی ادا کرتے
ہیں جس طرح کہ متی ادت ایان زمانے کے لیے اور این، انی اور حیثما مکان کے لیے اور کیفما حال کے لیے ہوتے
ہیں۔ اور اس کی پوری بحث اور ادوات شرط کے مابین کے فرق کی تحقیق علم نحو میں کی جاتی ہے اور یہاں تو ان، اذا، اور لو
کے درمیان کا فرق بیان کیا جاتا ہے، کیوں کہ یہ تین ادوات ایسی فاضل خصوصیات کے ساتھ مختص ہیں جن کا شمار وجوہ
بلاغت میں ہوتا ہے۔

بعض دیگر الفاظ کے ذریعے مقید کرنے کا بیان

فان واذا للشرط فی الاستقبال۔ ولو للشرط فی المضى۔ والاصل فی اللفظ ازیتع المعنى
فیکون فعلا مضارعاً مع از واذا وماضیاً مع لو نحو وان یستغثوا یغاثوا بماء کالمهل۔ واذا ترد الى
قلیل تنفع۔ ولو شاء لهداکم اجمعین۔

واتفرق بین از واذا ان الاصل عدم الجزم بوقوع الشرط مع ان ولجزم بوقوعه مع اذا ولہذا
غلب استعمال الماضی مع اذا فکان الشرط واقع بالفعل بخلاف ان فاذا قلت ان ابن من مرضی
اتصدق بالف دینار کنت شا کافی البرء

واذا قلت اذا برئت من مرضی تصدقت کنت جازماً به او کالجازم وعلى ذلك فالاحوال النادرة
تذكر فی حیزان والكثیرة فی حیزاذا ومن ذلك قوله تعالى (فاذا جاءتهم الحسنة قالوا لنا هذه
وان تصبهم سینة یطیر وابموسی ومن معه) فلیكون مجئی الحسنة محققاً (اذا المراد بها مطلق
الحسنة الشامل لانواع کثیرة کما یفہم من التعریف بالجنبیة) ذکر مع اذا وعبر عنه
بالماضی ولکون مجئی السینة نادراً (اذا المراد بها نوع مخصوص کما یفہم من التکیر وهو
الجدب) ذکر مع ان وعبر عنه بالمضارع ففی الآية من وصفهم بانکار النعم وشدة التحامل على
موسی علیه السلام مالا یخفی۔

ولو للشرط فی المضى ولذا یلیها الفعل الماضی نحو (ولو علم الله فیهم خیراً لاسمعهم) ومما
تقدم یعلم ان المقصود بالذات من الجملة الشرطیة هو الجواب فاذا قلت از اجتهد زیلاً
کرامته کنت مخبراً بانک سنکرمه ولكن فی حال حصول الاجتهاد لافی عموم الاحوال ویشرع
على هذا انها تعد خبریة او انشائیة باعتبار وجوبها۔

ترجمہ

پس ان اور اذا مستقبل کی شرط کے لیے اور لو ماضی کی شرط کے لیے ہوتا ہے، اور لفظ میں اصل یہ ہے کہ وہ معنی کے بعد آئے (یعنی
قب و دعاء میں پہلے معنی کا تصور آتا ہے اور نہ بیان پر لفظ بعد میں آتا ہے) پس وہ لفظ ان اور اذا کے ساتھ فعل مضارع کی شکل میں
آتا ہے اور ان کے ساتھ ماضی کی شکل میں جس طرح کہ وان یستغثوا یغاثوا بماء کالمهل (اور اگر قرینہ دریں گے تو ان کو ایسا پانی
دیا جائے گا جو پیپ کی طرح ہوگا) واذا تردائی قلیل تنفع (اور جب تو اپنے نفس کو مال قلیل کے حصول کی جانب پھیر دے گا تو اسے
تقاعد نصیب ہو جائے گی) اور ولو شاء لهداکم اجمعین (اور اگر اللہ چاہتا تو تم سب کو مقصود تک پہنچا دیتا) پھر ان اور اذا میں
یہ فرق ہے کہ ان میں شرط کا واقع ہونا غیر یقینی ہے اور اذا میں یقینی ہے اس وجہ سے تو اکثر و بیشتر اذا کے ساتھ ماضی کا صیغہ استعمال

ہوتا ہے گویا کہ بالفصل شرط واقع ہو چکی برخلاف ان کے (کہ اس میں یہ بات نہیں) اور اگر تو یوں کہے ان ابسرا من مسرہ صر
 الصدق بالف دیار (اگر میں صحت یاب ہو جاؤں تو ایک ہزار دینار خیرات کروں گا) تو تو صحت یابی کے بارے میں شک
 ہے اور جب تو کہے اذا ہرنت من مرضی تصدقت بالف دینار (اگر میں صحت یاب ہو گیا تو ایک ہزار دینار خیرات کروں گا)
 (تو تو اس کے بارے میں یقین کرنے والا ہے یا یقین کرنے والے کی طرح ہے۔

اور اسی لیے مادر الوقوع احوال کو ان کی صورت میں اور کثیر الوقوع کو اذا کی صورت میں لاتے ہیں اسی قبیل سے اللہ تعالیٰ کا یہ
 فرمان ہے فاذا جاء تهم الحسنة قالوا لنا هذه وان تصبهم سيئة بطيروا بموسى امن معه (پھر جب پہنچی ان کو بھول
 تو کہنے لگے یہ ہمارے لائق ہے اور اگر کوئی برائی پہنچے تو موسیٰ اور ان کے ساتھ والوں کی نحوست بتلاتے) پس چونکہ حسنة کا سنا یقینی تھا
 کیونکہ اس سے مراد مطلق حسنة ہے وہ انواع کثیرہ کو شامل ہے جیسا کہ لام جنس کے ذریعے معرفہ لانے سے سمجھا جاتا ہے تو اسے اذا
 کے ساتھ ذکر کیا گیا اور اسے صیغہ ماضی سے تعبیر کیا گیا اور چونکہ سببہ کا آنا شاذ و نادر ہوتا کیونکہ اس سے مراد ایک نوع مخصوص ہے
 یعنی قحط سالی جیسا کہ اسے نکرہ لانے کی وجہ سے سمجھا جاتا ہے تو اسے ان کے ساتھ لایا گیا اور اسے مضرع سے تعبیر کیا گیا پس اس
 آیت میں فرعونوں کی ناشکری اور موسیٰ علیہ السلام پر کیے جانے والے ظلم کی شدت کا حال بیان کیا گیا جو صاف ظاہر ہے۔

اور لو میں اصل یہ ہے کہ وہ فرضی شرط کے لیے ہے انتقاء وقوع شرط کے یقین کے ساتھ اور یہی وجہ ہے کہ اس کے ساتھ فعل ماضی
 لگتا ہے جس طرح کہ ولو علم الله فيهم خيرا لاسمعهم (اور اگر اللہ ان میں کوئی بھلائی جانتا تو انہیں سنا دیتا)
 اور سابقہ کلام سے یہ بات ظاہر ہوئی کہ جملہ شرطیہ سے مقصود بالذات وہ جواب ہوتا ہے۔ سوا اگر تو یوں کہے ان اجتهد زید
 اکرمته (اگر زید محنت کرے گا تو میں اس کا اکرام کروں گا) گویا کہ تو یہ خبر دے رہا ہے کہ تو اس کا اکرام کرے گا لیکن صرف محنت پائی
 جانے کی صورت میں ہی۔ تمام احوال میں ہی نہیں اور اسی اصل پر یہ بات متفرع ہوتی ہے کہ جملہ شرطیہ کو جواب و جزاء کے اعتبار
 سے ہی جملہ خبریہ یا انشائیہ کہا جائے گا۔

نفی کو لانے کا بیان

(واما النفي) فالتقيد به يكون بسلب النسبة على وجه مخصوص مما تفيد هذه احرف النفي وهي
 ستة . لا . وما . وان . ولن . ولم . ولما . فلا للنفي مطلقاً
 واما وان لنفي الحال ان دخلا على المضارع . ولن لنفي الاستقبال . ولم ولما لنفي المضارع
 انه بلما ينسحب على زمن التكلم ويختص بالمتوقع وعلى هذا فلا يقال لما يقم زيد ثم قام .
 ولا لما يجتمع النقيضان كما يقال لم يقم لم قام ولم يحتمل . فلما في النفي تقابل قد في
 الاثبات وحينئذ يكون منفيها قريبا من الحال فلا يصح لما يجيشي محمد في العام الماضي .

ترجمہ

﴿واما النفي﴾ بہر حال نفی اس کے ذریعے حکم کو مقید کرنا مخصوص طریقے پر نسبت کو سلب کرنے کے لیے ہوتا ہے جس کا حروف نفی فائدہ دیتے ہیں اور وہ چھ ہیں: لا، ما، ان، لن، لم، اور لما۔ پس لا مطلق نفی کے لیے ہوتا ہے اور ما اور ان نفی حال کے لیے جبکہ وہ مضارع پر داخل ہو اور لن نفی استقبال کے لیے اور لم اور لما ماضی نفی کے لیے آتے ہیں مگر لما کے ذریعے کی جانے والی نفی میں ماضی سے زمان تکم تک درازی و امتداد ہوتا ہے اور یہ مختص ہے متوقع الحصول کے ساتھ لہذا لما یقم زید ثم قام (اب تک زید کھڑا نہیں ہوا پھر کھڑا ہوگا) نہیں کہہ سکتے اور لما یجتمع النبیضان (اب تک دو نفیض جمع نہیں ہوئیں) بھی نہیں کہہ سکتے ہاں لم یقم ثم قام (زید کھڑا نہیں تھا پھر کھڑا ہو گیا) اور لم یجتمعا (دو نفیض جمع نہیں ہوئیں) کہہ سکتے ہیں پس نفی کا فائدہ دینے والا لما اثبات کا فائدہ دینے والے قد کے مقابل ہے اور اس وقت اس کے ذریعے نفی کردہ خبر حال سے قریب ہوگی چنانچہ لما یجیء محمد فی العام الماضی (اب تک محمد گزشتہ سال میں نہیں آیا) کہنا صحیح نہیں ہے۔

توابع کو تنقید کیلئے لانے کا بیان

(واما التوابع) فالنقید بہا یكون للاغراض التي تقصد منها .
فالنعت یكون للتمیز نحو حضر علی الکاتب .
والکشف نحو الجسم الطویرا العریض العمیق یشغل حیزا من الفراغ .
والتاکید نحو تلك عشرة كاملة والمدح نحو حضر خالد الہمام . والذم نحو وامراته حمالة الحطب . والترحم نحو ارحم الی خالد المسکین .

ترجمہ

﴿فالنعت﴾ پس نعت: اپنے موصوف کو دوسروں سے ممتاز کرنے کے لیے ہوتی ہے جس طرح حضر علی الکاتب (انشاء پر از علی آیا) اور اس کی حقیقت کی وضاحت کے لیے ہوتی ہے جس طرح کہ الجسم الطویل العریض العمیق یشغل حیزا من الفراغ (لمب، چوڑا، گہرا جسم خالی جگہ کو گھیر لیتا ہے) اور اس کی تاکید کے لیے آتی ہے جس طرح تلك عشرة كاملة (یہ دس روزے پورے ہوئے) اور اس کی مدح کے لیے جس طرح کہ حضر خالد الہمام (سردار خالد آیا) اور اس کی برائی کے لیے جس طرح کہ وامراته حمالة الحطب (اور اس کی بیوی جو سرپے اندھن لیے پھرتی ہے) اور اس کی حالت زار پر رحم کھانے کے لیے جس طرح احسن خالد المسکین (مسکین خالد پر احسان کر)

﴿التوکید﴾ تاکید: یہ اپنے متبوع کے حکم کو پختہ کرنے کے لیے اور متبوع سے معنی مجازی کے وہم کو دور کرنے یا اپنے متبوع

گزشتہ حصہ میں ابلاغ اور تکرار اور ابلاغ کی بات کی تھی۔
 کے حکم کو پختہ کرنے اور متبوع سے ہو کے وہم کو دور کرنے یا متبوع کے حکم کو پختہ کرنے اور حکم کے عام نہ ہونے سے وہم کو دور کرنے کے لیے ہے۔ اس طرح کہ ڈانسی الامور مفید (نور امیر المومنین نے مجھ سے ملاقات کی) اور مسلم السجستانی (محمّد بن بشر محفوظ رہا)

تاکید کی تعریف

تاکید وہ تابع ہے جو متبوع کی طرف کسی چیز کی نسبت کو پختہ کرنے کے لئے لایا جائے۔ جیسے جاء لی ذیذک لفسہ (میرے پاس زید بذات خود آیا کیا اس بات کو واضح کرنے کیلئے لایا جاتا ہے کہ حکم متبوع کے تمام افراد کو شامل ہے۔ جیسے تسجد التلکک (تو تمام ملائکہ نے ایک ساتھ سجدہ کیا)۔ پہلی مثال میں زید کے آنے کی نسبت کو نفسہ نے پختہ کیا جبکہ دوسری مثال میں حکم نے تمام ملائکہ کے سجدہ کرنے کو واضح کیا۔ جسکی تاکید بیان کی جائے اسے مؤکد کہتے ہیں۔ یاد رہے کہ مؤکد اور تاکید کا اعراب ایک جیسا ہوتا ہے۔

تاکید کی اقسام

تاکید کی دو قسمیں ہیں۔۔ تاکید لفظی۔ تاکید معنوی

تاکید لفظی: وہ تاکید ہے جس میں لفظ تکرار کے ساتھ لایا جائے۔ جیسے جاء لی ذیذک لفسہ، إن ذیذک اثم۔

تاکید معنوی: وہ تاکید ہے جو چند مخصوص الفاظ کے لانے سے حاصل ہو۔ وہ الفاظ یہ ہیں۔

نفس، عین، کلا، کلنا، کل، أجمع، أکثع، أتبع، أتبع

عطف بیان و نسق و بدل کا بیان

وعطف بیان یكون لمجرد التوضیح نحو اقسام بالله ابو حفص عمر اول للتوضیح مع المدح نحو جعل الله الکبة الیت الحرام قیاما للناس ویکفی فی التوضیح ان یوضح الثانی الاول عند الاجتماع وان لم یکن اوضح منه عند الانفراد کعلی زین العابدین والعسجد الذهب۔

وعطف النسق یكون للاغراض الی تؤدیها احرف العطف کالترتیب مع التعقیب فی الفاء ومع التراخی فی ثم

والبدل یكون لزیادة التقرير والایضاح نحو قدم ابی علی فی بدل الكل وسافر الجند اعلیه فی بدل البعض ونفعنی الاستاذ علمه فی بدل الاشتمال۔

ترجمہ: عطف بیان: عطف بیان: بعض اپنے متبوع کی وضاحت کے لیے آتا ہے جس طرح کہ اقسام بالله ابو

حفص عمر (ابو حفص عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ) یا تعریف کے ساتھ وضاحت کے لیے بھی جس طرح جعل اللہ الکعبة البیت الحرام قیاما للباس (اللہ نے کعبہ کو جو کہ بزرگی والا گھر ہے قیام کا باعث بنایا لوگوں کے لیے) اور توفیح میں اتنا ہی کافی ہے کہ متبوع اور تابع دونوں کے جمع ہونے کی صورت میں دوسرا (تابع) پہلے (متبوع) کی وضاحت کرے اگرچہ دوسرا پہلے کی بہ نسبت تہا زیادہ واضح نہ بھی ہو جس طرح کہ علی زین العابدین اور العسجد الذهب۔

﴿وعطف النسق﴾ عطف نسق؛ ان اغراض کے لیے ہوتا ہے جس کو حروف عطف ادا کرتے ہیں جس طرح کہ فاء میں ترتیب مع التعقیب (تعقیب مع الوصل) اور ثم میں ترتیب مع التراخی۔

﴿والبذل﴾ بدل؛ اپنے متبوع کو مزید پختہ اور واضح کرنے کے لیے آتا ہے جس طرح کہ قدم اپنی علی (میرا لڑکا علی آیا) یہ بدل النکل کی مثال ہے اور سافر الجند اعلیہ (اکثر و بیشتر لشکر نے سفر کیا) یہ بدل البعض کی مثال ہے اور نفعی الاستاذ علمہ (مجھے استاذ یعنی اس کے علم نے نفع پہنچایا) یہ بدل الاشتمال کی مثال ہے۔



الباب الثانی فی القصر

چھٹا باب قصر کے بیان میں ہے

(القصر) تخصیص شیء بشیء بطریق مخصوص . وینقسم الی حقیقی و اضافی (قال حقیقی) ماکان الاختصاص فیہ بحسب الواقع والحقیقة لا بحسب الاضافة الی شیء اخر نحو لا کاتب فی المدینة الاعلی اذالم یکن غیر فیہا من الکتاب .

(والاضافی) ماکان الاختصاص فیہ بحسب الاضافة الی شیء معین . نحو ما علی الاقالم ای ان له صفة القیام لاصفة القعود لیس الغرض نفی جمیع الصفات عنه ماعدا صفة القیام . وکل منهما ینقسم الی تصر صفة علی موصوف . نحو لا فارس الاعلی وقصر موصوف علی صفة نحو وما محمد الارسل فیجوز علیه الموت والقصر الاضافی ینقسم باعتبار حال المخاطب الی ثلثة اقسام قصر افراد اذا اعتقد المخاطب الشریکة وقصر قلب اذا اعتقد العکس وقصر تعین اذا اعتقد واحدا غیر معین .

وللقصر طریق . منها النفی والاستثناء . نحو ان هذا الاملک کریم . ومنها الما . نحو الما الفاهم علی . ومنها المعطف بلا او بل اولکن . نحو انا نائل لا ناظم . ما انا حاسب بل کاتب . ومنها تقدیم ماحقه التاخیر نحو ایاک نعبد .

ترجمہ

قصر ایک چیز کو دوسری چیز کے ساتھ کسی مخصوص طریقے سے منحصر و خاص کرنے کا نام ہے۔ اور اس کی دو قسمیں ہیں ایک حقیقی اور دوسری اضافی۔ سو حقیقی وہ قصر ہے جس میں اختصاص صورت واقعہ اور نفس حقیقت کے اعتبار سے ہونہ کہ کسی دوسری چیز کی طرف نسبت و اضافت کے اعتبار سے جس طرح لا کاتب فی المدینة الاعلی اس شہر میں علی کے سوا کائی کاتب اور انشاء پر داڑ نہیں ہے جبکہ حقیقت اور صورت واقعہ بھی ایسی ہی ہو کہ شہر میں اس کے علاوہ کوئی دوسرا انشاء پر داڑ نہ ہو، اور اضافی وہ قصر ہے جس میں ایک مخصوص شے کی طرف نسبت و اضافت کے اعتبار سے اختصاص پایا جائے جس طرح کہ ما علی الا قائم (علی تو کھڑا ہی ہے) یعنی اس کے لیے صفت قیام ثابت ہے نہ کہ صفت قعود اور یہ غرض نہیں ہوتی ہے کہ اس سے قیام کے علاوہ تمام صفات کی نفی کی جائے۔ اور ان دونوں میں سے ہر ایک کی دو قسمیں ہیں۔ ایک قصر صفت علی موصوف جس طرح کہ لا فارس الاعلی (علی کے سوا

کوئی دوسرا شہسوار نہیں) اور دوسری تصریحوں میں علی صفت جس طرح کہ وما محمد الا رسول (اور محمد تو ایک رسول ہیں) تہذا ان
بر (عارضی) موت آسکتی ہے۔

اور تصریحات کی مخاطب کے حال کے اعتبار سے تین قسمیں ہیں۔

۱۔ تصریحات افراد: جب کہ مخاطب دو یا زیادہ چیزوں کے درمیان شرکت کا اعتقاد رکھے۔

۲۔ تصریحات قلب: جب کہ اس کے برعکس کا اعتقاد رکھے۔

۳۔ تصریحات تعین: جب کہ کسی ایک غیر معین کا اعتقاد رکھے۔

اور تصریحات کے چند طریقے ہیں ان میں سے ایک طریقہ نفی اور استثناء ہے جس طرح کہ ان هذا الا ملک مکرمہ (یہ تو کوئی بزرگ
فرشتہ ہے) اور ان میں سے ایک طریقہ انما ہے جس طرح انما الفہم علی (بجھدار تو علی ہے) ان میں سے ایک طریقہ
لا بل لکن کے ذریعے عطف کرتا ہے جس طرح انا فائز لا ناظم (میں نثر نگار ہوں شاعر نہیں) اور ما انا حسب بل کاتب
(میں حساب نویس نہیں ہوں بلکہ کاتب ہوں) اور ان میں سے ایک طریقہ ایسے لفظ کو مقدم کرنا ہے جس کا حق مؤخر کرنا تھا جس طرح
ایاک نعبد (ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں)



الباب السابع في الوصل والانشاء

ساتواں باب وصل اور فصل کے بیان ہے

الوصل عطف جملة على اخرى والفصل تركه

والكلام منها قاصر العطف بالواو لان العطف بغيرها لا يقع فيه اشتباه ولكل من الوصل بها والفصل مواضع . (مواضع الوصل بالواو) يجب الوصل في موضعين .

الاول . اذا اتفقت الجملتان خبرا او انشاء وكان بينهما جهة جامعة اى مناسبة تامة ولم يكن مانع من العطف نحو وان الابرار لفي نعيم وان الفجار لفي جحيم .
ونحو فليضحكوا قليلا وليبكوا كثيرا .

الثاني اذا اوهم ترك العطف بخلاف المقصود كما اذا قلت لاوشاء الله جوابا لمن يسالك هل يرى على من المرض فترك الواو يدغم الدعاء عليه وخرضك الدعاء له .
(مواضع الفصل) يجب الفصل في خمسة مواضع .

الاول . ان يكون بين الجملتين اتحاد تام بان تكون الثانية بدلا من الاولى .
نحو (امدكم بما تعلمون امدكم بانعام وبنين)

او بان تكون بيانها . نحو (فوسوس اليه الشيطان قال يا ادم هل ادلك على شجرة الخلد) او بان تكون مؤكدة لها نحو (لمهل الكافرين امهم رويد) ويقال في هذا الموضع ان بين الجملتين كمال الاتصال . الثاني . ان يكون بين الجملتين بتائن تام بان يختلفا خبرا وانشاء كقوله .
وقال رائداهم ارسوا نراولها

فحتف كل امرئ بحرى بمقدار

او بان لا يكون بينهما مناسبة فى المعنى . كقولك على كاتب . الحمام طائر . فانه لا مناسبة فى المعنى بين كتابة على وطيران الحمام .

ويقال فى هذا الموضع ان بين الجملتين كمال الانقطاع . (۱)

الثالث . كون الجملة الثانية جوابا عن سوال نشأ من الجملة الاولى ولقوله

زعم العواذل اننى فى غمرة
صدقوا ولكن غمرتى لاتجلى

کامہ قبل اصدقوا فى زعمهم ام كذبوا فقال صدقوا . ويقال بين الجملتين شبه کمال الاتصال .
الرابع . ان تسبق جملة يحمليتن يصح عطفها على احدلها لوجود المناسبة وفى عطفها على
الاخرى فساد لترك العطف دفعا للوهم كقوله .

وتظن سلمى اننى ابغى بها

بدلا اراها فى الضلال تهيم

فجملة اراها يصح عطفها على تظن . لكن يمنع من هذا توهم العطف على جملة بنى بها فتكون
الجملة الثالثة من مظهرات سلمى معرانه ليس مراد ويقال بين الجملتين فى هذا الموضع شبه
کمال الانقطاع

الخامس . ان لا يقصود تشريك الجملتين فى الحكم لقيام مانع كقوله تعالى واذا خلوا الى
شياطينهم قالوا انا معكم انما نحن مستهزون . الله يستهزاء بهم . فجملة الله يستهزاء هم لا يصح
عطفها على انا معكم لاقتضائه انه من مقولهم ولا على جملة قالوا لاقتضائه ان استهزاء الله بهم
مقيد بحال غرهم الى شياطينهم ويقال بين الجملتين فى هذا الموضع توسطين الكمالين (ا)

ترجمہ

ایک جملے کا دوسرے جملے پر عطف کرنے کو وصل کہتے ہیں اور عطف نہ کرنے کو فصل کہیں گے اور یہاں کلام منحصر ہے عطف بالواو
پر کیوں کہ اس کے علاوہ حروف عاطفہ کے ذریعے ہونے والے عطف میں اشتباہ نہیں ہوتا ہے۔ اور وصل بالواو اور فصل دونوں میں
سے ہر ایک کے الگ، الگ مواقع ہیں۔

وصل بالواو کے مواقع وصل کرنا دو جگہوں میں ضروری ہے۔ پہلی جگہ وہ ہے جہاں دو جملے خبریہ یا انشائیہ ہونے کے اعتبار
سے متفق ہوں اور ان دونوں کے درمیان کوئی جامع جہت یعنی مناسبت نامہ پائی جائے اور مانع عطف کوئی سبب موجود نہ ہو جس
طرح کہ ان الابرار لفی نعیم وان الفجار لفی جحیم (بے شک نیک لوگ جنت میں ہوں گے اور گنہگار لوگ دوزخ میں
ہوں گے) اور جس طرح کہ فلیضحکو اقلیلا والیہکو اکثر (پس چاہیے کہ وہ نہیں تھوڑا اور وہیں زیادہ)

دوسری جگہ وہ ہے کہ جہاں عطف نہ کرنے سے مقصود کے خلاف کا وہم دلائے جیسا کہ تو کہے لا وشفاه الله (نہیں اور اسے اللہ
شفاء دے) اس آدمی کے جواب میں جس نے یہ پوچھا کہ هل برىء على من المرض (کیا علی بیماری سے صحت یاب ہو گیا)

یہاں داؤ کو نہ مانے کی وجہ سے بددعا کا وہم ہوتا حالانکہ تیرا مقصد تو اس کے لیے دعا خیر کرنا ہے۔

چوتھا موقع فصل پانچ جگہوں میں فصل کرنا ضروری ہے۔ پہلی جگہ وہ ہے جہاں دو جملوں کے درمیان اتحاد تام ہو اس طرح کہ دوسرا جملہ پہلے جیسے کا بدل ہو جس طرح کہ امد کم بما تعلمون امد کم بانعام وبنین (اس نے تمہاری امداد کی ایسی چیزوں کے ذریعے جو تم جانتے ہو امداد کی تمہاری چوپایوں اور بیٹوں سے) یا اس طرح کہ دوسرا پہلے کے لیے بیان ہو جس طرح کہ فوسوس الیہ الشیطان قال یا آدم هل ادلت علی شجرة الخلد (پس وسوسہ ڈالا اس کی طرف شیطان نے اور کہا اے آدم کیا میں تجھے بتاؤں سدا رہنے والا درخت) یا اس طرح کہ دوسرا پہلے کے لیے تاکید ہو جس طرح کہ فمہمل الکفورین امہلہم دوید (پس ڈھیل دے کافروں کو ڈھیل دے ان کو تھوڑے دنوں کی) اور اس جگہ یوں کہا جائے گا کہ دو جملوں کے درمیان کمال اتصال ہے۔

دوسری جگہ وہ ہے جہاں دو جملوں کے درمیان تباین تام ہو اس طرح کہ دونوں جملے خبریہ اور انشائیہ کے اعتبار سے مختلف ہوں جس طرح کہ شاعر کا قول

وقال رائدہم ارسوا نزاولہا فحتف کل امری یجری بمقدار

ان کے نمائندے نے کہا یہیں خنہر جاؤ ہم ان سے قتال کریں گے کیوں کہ ہر نفس کی موت تو اپنے وقت پر آکر ہی رہے گی۔ یا اس طرح کہ ان کے مابین معنوی مناسبت نہ ہو جس طرح کہ تو یوں کہے علی کاتب الحمام طائر (علی انشاء پر داز ہے کبوتر ایک پرندہ ہے) پس علی کے انشاء پر داز ہونے اور کبوتر کے ارے والا ہونے کے لحاظ سے کوئی مناسبت نہیں ہے اور اس جگہ کہا جائے گا کہ ان دو جملوں کے درمیان کمال انقطاع ہے۔

تیسری جگہ وہ ہے جہاں دوسرا جملہ ایک ایسے سوال کا جواب بنے جو پہلے جملے سے پیدا ہوا ہو جس طرح کہ شاعر کا قول

زعم العواذل اننی فی عمرہ صدقوا ولکن غمرنی لا تنجلی

ملامت کرنے والی جماعت نے کہا کہ میں پریشانی میں ہوں ہاں انہوں نے سچ کہا مگر میری پریشانی دور ہونے والی نہیں۔ تو کیا کہ یوں پوچھا گیا کہ کیا ان کا خیال درست ہے یا غلط؟ تب اس نے کہا ہاں ان کا خیال درست ہے۔ اور اس جگہ یہ کہا جائے گا کہ ان دو جملوں کے درمیان شبہ کمال اتصال ہے۔

چوتھی جگہ وہ ہے کہ ایک جملے سے پہلے دو جملے مذکور ہوں اور تیسرے کا پہلے کسی ایک پر تو عطف جائز ہو مگر کسی ایک پر نا جائز ہو لہذا ہم سے بچتے ہوئے عطف نہیں کیا جائے گا جس طرح۔

وتظن سلمیٰ اننی ابغی بہا بدلا اراھا فی الضلال تہیم

سہی کا یہ خیال ہے کہ میں اس کے علاوہ کسی اور کو چاہتا ہوں میں اسے گمراہی میں بھٹکتے ہوئے دیکھ رہا ہوں
پس ارادہا کے جملے کا جملہ نظن پر عطف کرنا صحیح تو ہے مگر جملہ ابھی بھاپر عطف ہونے کا وہم اس سے مانع ہے (لہذا عطف
نہیں کیا جائے گا) کیوں کہ اس صورت میں جملہ ثالثہ سلمی کے منظونات و خیالات میں سے ہو جائے گا حالانکہ یہ شاعر کی مراد نہیں
ہے اور اس جیسی جگہوں کے لیے یہ کہا جائے گا کہ ان دو جملوں میں شبہ کمال انقطاع ہے۔
پانچویں جگہ یہ ہے کہ دو جملوں کو ایک حکم میں کسی مانع کے سبب شریک کرنے کا ارادہ نہ ہو جس طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے واذا

عزلوا الی شیطنینہم قالوا انا معکم انما نحن مستہزؤن ون اللہ یستہزیء بہم (اور جب وہ جدا ہوتے ہیں اپنے
شیطانوں کی طرف تو کہتے ہیں کہ بے شک ہم تمہارے ساتھ ہیں ہم تو مذاق کرتے ہیں اللہ ان کے مذاق کا بدلہ دیتا ہے) پس اللہ
یستہزیء بہم کے جملہ کا انا معکم پر عطف کرنا صحیح نہیں ہے کیوں کہ اس کا تقاضا یہ ہوگا کہ یہ بھی ان منافقین کا ہی مقولہ ہو جائے گا
اور اسی طرح جملہ قالوا پر بھی عطف جائز نہیں ہے کیوں کہ اس کا تقاضا یہ ہوگا کہ اللہ کا ان لوگوں کو مذاق کا بدلہ دینا ان کے سرداروں
کے پاس تمہارے کی صورت میں ہی مقید ہوگا اور ان جیسی جگہوں کے بارے میں یہ کہا جائے گا کہ دو جملوں میں توسط بین الکمالین
ہے۔



الباب الثامن من الايجاز واطنا

آٹھواں باب ایجاز واطنا اور مساوات کے بیان میں ہے

مساوات وایجاز کا بیان

کل عیون فی الصلر من المعانی یمكن ان یعبّر عنه بثلاث طرق .
(۱) المساواة . وہی تادیة المعنی انمراد بعبارة مساویة له بان لكون علی الحد الذی جرى به
عرف اوساط الساس . وهم الذین لم یرتقوا الی درجة البلاغة ولم ینحطوا الی درجة الفهاة
نحو (واذا رایت الذین یخوضون فی آیاتنا فاعرض عنهم) .

ترجمہ

کسی شخص کے دل میں جو کچھ خیالات گردش کرے ان کی ترجمانی تین طریقوں سے کی جاسکتی ہے۔

۱۔ مساوات: یہ ہے کہ معنی کو اس کے برابر عبارت لا کر ادا کیا جائے، اس طرح کہ وہ درمیانی طبقہ کے لوگوں کے عرف کے مطابق
ہو اور وہ لوگ ہیں جو بلاغت کے درجے تک نہ پہنچے ہوں اور گونگے پن کے درجے تک بھی نہ اتر گئے ہوں جس طرح واذرایت
الذین یخوضون فی آیاتنا فاعرض عنهم (اور جب تو ان لوگوں کو دیکھے جو ہماری آیتوں میں عیب جوئی کر رہے ہیں تو ان لوگوں
سے کنارہ کش ہو جا)۔

(۲) والایجاز . هو تادیة المعنی بعبارة ناقصة عنه مع وفائها بالغرض نحو لفانبك من ذکرى
حبیب و منزل . فاذا لم تف بالغرض سمی اخلا لا کقولہ
والعیش خیر فی ظلال النوك ممن عاش کدا

مرادہ ان العیش الرغد فی ظلال الحمق خیر من العیش الشاق فی ظلال العقل .

۲۔ ایجاز: یہ ہے کہ معنی مرادی کو معنی کے مقابلے میں ناقص عبارت سے تعبیر کیا جائے البتہ یہ عبارت غرض اور مراد کو پورے طور
پر ادا کرنے والی ہو جس طرح کہ

لفانبك من ذکرى حبیب و منزل

اے میرے دونوں دوست تم محبوب اور اس کے ٹھہرنے کی جگہ کو یاد کر کے روتے ہوئے رک جاؤ۔

والعیش حیر فی ظلا ل النولک معن عاش کدا

شاعر کی مراد یہ ہے کہ وہ خوشحالی کی زندگی جو جہالت اور بے وقوفی کے سایوں میں گزرے وہ اس تنگ دستی کی زندگی سے بہتر ہے جو عقل و علم کے سائے میں گزرے۔

اظناب کا بیان

(۳) والاظناب . وهو تضاد المعنی بعبارة زائدة عنه مع الفائدة نحو (رب انی ومن العظم منی واشتعل الراس شیباً) ای کبرت فاذا لم تکن فی الزیادة فائدة سمي تطویلا انکانت الزیادة غیر متعينة وحشوا ان تعینت .

فالتطویل نحو والفی قولها کذباً ومیناً . والحش نحو .
 واعلم علم الیوم والامس قبلہ .

ومن دواعی الایجاز تسهیل الحفظ . وتقرب الفہم .
 وضیق المقام والاختفاء وسامة المحادثة .

ومن دواعی الاظناب ثبیت المعنی . وتوضیح المراد . والتوکید ودفع الایہام .

۳۔ اظناب یہ ہے کہ معنی مراد کی کو اس کی بہ نسبت زائد عبارت سے ادا کیا جائے کسی مخصوص فائدہ کے ساتھ جس طرح کہ رب انی ومن العظم منی واشتعل الراس شیباً (اے میرے رب میری ہڈیاں کمزور ہو گئی ہیں اور میرے سر پر سفیدی پھیل گئی ہے) یعنی بوڑھا ہو گیا ہوں (فائدہ یہاں اظہار ضعف ہے)

اور اگر زیادتی میں کوئی فائدہ نہ ہو اور زیادتی غیر متعین ہو تو اسے تطویل کہیں گے اور اگر متعین ہو تو اسے حشو کہیں گے پس تطویل کی مثال یہ ہے جس طرح کہ

والفنی قولها کذباً ومیناً

اور اس (جذیمہ نامی مرد) نے اس (زبانی عورت) کی (نکاح والی) بات کو جھوٹا اور فریب پایا۔

اور حشو کی مثال یہ ہوگی جس طرح کہ عوا علم الیوم والامس قبلہ (میں آج اور آج سے پہلے کل گزشتہ کی خبر جانتا ہوں) اور ایجاز کے دواعی اسباب میں سے چند یہ ہیں۔ حفظ میں آسانی، فہم مراد کو قریب کرنا، تنگی مقام، بات کو مخفی رکھنا، بات چیت میں یوریت اور ملال سے بچانا۔

اور دواعی اظناب میں سے بعض یہ ہیں، معنی کو دل میں جمانا اور اسخ کرنا، مراد کی وضاحت اور تاکید و تخیل اور ابہام و جھجک کو دور کرنا۔

اقسام الایجاز

ایجاز کی اقسام کا بیان

ایجاز کی اقسام کا بیان

الایجاز اما ان یكون بنضمن العبارة القصيرة معالی كثيرة .
 وهو مركز عنابة اللفاء . وبة تفاوت الدارهم . ویسمى ایجاز قصر .
 نحو قوله تعالى (ولکم فی القصاص حیاة)
 واما ان یكون بحذف كلمة او جملة او اکثر مع قرينة تعین المحذوف ویسمى ایجاز حذف .
 فحذف الكلمة كحذف (لا) فی قول امرئ القیس و
 فقلت یمن الله ابرح لاعداء
 ولو قطعوا راسی لدیک و اوصالی
 وحذف الجملة كقوله تعالى (وان یکذبوك فقد کذبت رسل من قبلک) ای فتأس واصبس .
 وحذف الاكثر نحو قوله تعالى (فارسلون یوسف ایها الصدیق ای) ارسلونی الی یوسف
 لاستعبره الرؤیا ففعلوا فأتانا وقال له یا یوسف،

ترجمہ

ایجاز کبھی تو مختصر عبارت کو اپنے اندر معانی کثیرہ کو متضمن و شامل ہونے کی شکل میں ہوتا ہے اور یہی قسم بلغاء کی توجہ کی مرکز ہے اور اسی سے ان کی قدر و منزلت میں تفاوت و کمی بیشی ہوتی ہے اور اس کو ایجاز قصر کہتے ہیں جس طرح کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ولکم فی القصاص حیاة (اور تمہارے لیے قصاص میں بڑی زندگی ہے)
 اور ایجاز کبھی تو ایک کلمہ یا ایک جملہ یا زیادہ جملوں کو کسی ایسے قرینے کی موجودگی میں حذف کرنے سے ہوتا ہے جو محذوف کو متعین کرے اور اسے ایجاز حذف کا نام دیا جاتا ہے پس کلمہ کو حذف کرنے کی مثال امرئ القیس کے اس شعر میں ہے جس میں کلمہ لا کو حذف کیا گیا ہے۔

فقلت یمن الله ابرح قاعدا ولا قطعوا راسی لدیک و اوصانی

(پھر میں نے کہا بخدا میں تیرے پاس برابر بیٹھا ہوں گا چاہے تو وہ لوگ میرے سر اور ایک ایک عضو کو جدا جدا کر دیں) اور جملے کو حذف کرنے کی مثال جس طرح کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان وان یکذبوك فقد کذب رسل من قبلک (اور اگر یہ لوگ آپ کو

جھٹائیں تو آپ سے پہلے بھی بہت سے رسول جھٹلائے جا چکے ہیں) یعنی آپ صبر کریں اور غم نہ کریں اور ایک جملے سے زیادہ کے حذف کرنے کی مثال اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے فاسئلون یوسف ایہا الصدیق (یعنی مجھے یوسف کے پاس بھیجو کہ میں ان سے خواب کی تعبیر معلوم کروں تب انہوں نے ایسا ہی کیا اور وہ ان کے پاس آیا اور آپ سے کہا اے یوسف اٹھ)

اقسام الاطاب

اطاب کی اقسام کا بیان

اطاب کی اقسام کا بیان

الاطاب یكون بامور كثيرة. (منها) ذكر الخاص بعد العام نحو اجتهد وافي درد سكم واللغة العربية وفائدته التبيه على فضل الخاص كانه لرفعه جنس اخر مغائر لما قبله .
(ومنها) ذكر العام بعد الخاص كقوله تعالى (رب اغفر لي ولدي وللمؤمنين والمؤمنات).

(منها) الايضاح بعد الابهام نحو (امدكم بما تعلمون امدكم بانعام وبنين)
(ومنها) التوشيع وهو ان يؤتى في آخر الكلام بمثنى مفسر باثنين كقوله امسى واصبح من تذكركم وصبا. يرثي لي المشفقان الاهل والولد
(ومنها) التكرير لغرض كطول الفصل في قوله .
وان امرا دامت مراثيق عهده
على مثل هذا انه لكریم

وكزيادة الترغيب في العفو في قوله تعالى (ان من ازواجكم واولادكم عدوا لكم فاحذروهم
وان تعفوا وتصفحوا وتغفروا فان الله غفور رحيم)
وكتاكيد الالذار في قوله تعالى (كلاسوف تعلمون ثم كلاسوف تعلمون)

ترجمہ

اطاب کئی چیزوں سے حاصل ہوتا ہے۔

ذکر خاص بعد العام: جس طرح کہ اجتهد وافی دروسکم (اپنے اسباق اور عربی زبان میں محنت کرو) اور اس کا فائدہ خاص کی فضیلت کو اجاگر کرتا ہے گویا کہ اس کی رفعت اور بلندی کی وجہ سے یہ دوسری جنس ہو گئی ہے جو اپنے ماقبل سے مختلف ہے۔

ایضاح بعد الالبہام: جس طرح کہ امدکم بما تعلمون امدکم بالعام و بنین (اس نے تمہاری امداد کی ایسی چیزوں سے
ذریعے جو مانتے ہو امداد کی تمہاری چوپایوں اور بیٹوں سے)

توشیح: اور وہ یہ ہے کہ کلام کے آخر میں تثنیہ کو لایا جائے جس کی دو چیزوں کے ذریعے تفسیر و وضاحت کی جائے جس طرح کہ
شاعر کا یہ شعر ہے۔

امسى واصبح من تذكاركم وصبا یوئى لی المشفقان الا هل والولد

(میں صبح اور شام کرتا ہوں تمہاری اس قدر یاد اور محبت میں کہ میرے دو بچے خواہ یعنی بیوی اور بچے مجھ پر رحم کھاتے ہیں)
تکریر: کسی چیز کو کسی غرض کے لیے مکرر لانا: مثلاً طول فصل کی غرض سے جس طرح کہ شاعر کا قول۔

وان امراء ادا امت مو اتیق عہدہ علی مثل هذا انه لکریم

(بلاشبہ وہ انسان جو اس آدمی کی طرح اپنے عہد و پیمان پر قائم ہو بے شک وہ البتہ کریم و شریف ہے)

اور معافی کی ترغیب میں زیادتی کی غرض سے، جس طرح کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ان من ازواجکم و اولادکم عدوا لکم
فاحذروہم وان تعفوا و تصفحوا و تغفروا فان اللہ غفور رحیم (تمہاری بعض بیویاں اور اولاد تمہارے (دین کے) دشمن
ہیں سو ان سے بچتے رہو اور اگر معاف کر دو اور درگزر کرو اور بخشو تو اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے) اور تاکید ار کی غرض سے جس
طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کلا سوف تعلمون ثم کلا سوف تعلمون (یقیناً بہت جلد تم جان لو گے پھر عنقریب تم جان لو
گے)

اعتراض کا بیان

(ومنها) الاعتراض وهو توسط لفظ بین اجزاء جملة او بین جملتين مرتبطتين معنى لغرض نحوي

ان الثمانین وبلغتها قد احوجت سمعی الی ترجمان

ونحو قوله تعالى (ويجعلون لله البنات سبحانه ولهم ما يشتهون)

(ومنها) الاينال وهو ختم الكلام بما يفيد غرضاً يتم المعنى بدون كالمبالغة في قول الخنساء

ران ضخر التائم الهداة به كانه علم في راسه نار

(ومنها) التذييل وهو تعقيب الجملة باخرى تشتمل على معناها تأكيداً لها وهو اما ان يكون

جارياً مجرى المثل لاستقلال معناه واستغنائه عما قبله كقوله تعالى (جاء الحق وزهق الباطل ان

الباطل كان زهوقاً)

واما ان يكون غير جار مجرى المثل لعدم استغنائه عما قبله كقوله تعالى (ذلك جزيناهم بما

کفرُوا و اهل بخازی الا الکفور

(ومنها) الاحتراس و هو ان يؤتى فى كلام يوهى خلاف المقصود بما يدفعه نحو -
نسفى ديارك غير مفسدها

صوب الربيع وديمة تهى

(ومنها) التكميل و هو ان يؤتى بفضلة تزيد المعنى حسنا نحو (ويطعمعون الطعام على حبه) اى
مع حبه وذلك ابلغ فى الكرم -

ترجمہ

اعتراض: وہ ایک جملے کے اجزاء یا معنی کے اعتبار سے مربوط دو جملوں کے درمیان کسی لفظ کا کسی غرض سے داخل و حائل ہونا ہے
جس طرح کہ ان الثمانین وبلغتها قد احوجت سمعى الى ترجمان (بے شک اسی سالہ عمر نے اللہ تجھے بھی وہاں تک
پہنچائے میرے کان کو ایک ترجمان کے رکھنے پر مجبور کر دیا)

اور جس طرح کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے و يجعلون لله البنات سبحانه ولهم ما يشتهون (اور اللہ کے لیے بیٹیاں
ٹھہراتے ہیں وہ اس سے پاک ہے اور اپنے لیے جو دل چاہتا ہے)

صنعت اعتراض کا بیان

اس کو حشو بھی کہتے ہیں۔ یعنی کلام میں ایسا لفظ لائیں کہ اگر اس کو نکال دیا جائے تو بھی معنی نکلتے ہوں۔ اس کی تین قسمیں ہیں۔
لیج۔ متوسط۔ قبیح

حشو لیج کا بیان

اگر کوئی زائد لفظ زینت کلام کے لیے لایا جائے تو اس کو لیج کہیں گے۔ جیسے غالب
جو عقدہ دشوار کہ کوشش سے نہ وا ہو تو دا کرے اس عقدہ کو سو بھی باشارت
یہاں "سو بھی باشارت" برائے زینت کلام ہے۔

حشو متوسط کا بیان

یہ وہ زائد لفظ ہوتا ہے کہ اس کے رکھنے سے زینت کلام ہو اور نہ خلاف فصاحت کوئی بات پیدا ہو۔ اسی نہ رکھنے میں کوئی امر مانع یا
خل نہ ہو جیسے

اے جہاں جو دو ہمت پیاس کو میری بجھا

تو ہے بحر بیکراں میں تشنہ و تفسید لب

یہاں لفظ "ہمت" حشو متوسط ہے۔

کشوف قبیح کا بیان

اس زائد لفظ کو کہتے ہیں جو نخل فصاحت ہو جیسے

روئے آنسو اسقدر ہم بھر میں اشک کے طوقاں سے دریا بہہ گیا
مصرعہ اول میں آنسو کا لفظ نخل فصاحت ہے کیونکہ یہاں رونا ہی کافی ہے۔

ایضاً: وہ کلام کو ایسے لفظ پر ختم کرنا ہے جو ایسی غرض کا فائدہ دے کہ اس کے بغیر بھی معنی پورا ہو جاتا ہو جس طرح کہ غصہ ہشام
کے اس قول میں غرض مبالغہ کا فائدہ ہوا ہے

وان صخرات لتاتم الهداة به کائنہ علم فی راسہ ناز

(بے شک صخرے (نای میرے بھائی) کی پیروی کرتے ہیں رہبر لوگ بھی گویا کہ وہ ایک پہاڑ ہے جس کی چوٹی پر آگ
جل رہی ہو)

تذہیل: یہ ہے کہ ایک جملے کو کسی ایک کے بعد لایا جائے جو پہلے کے معنی پر مشتمل ہو اس کو پختہ کرنے کے لیے، اور یہ (دوسرا)
جملہ یا تو مثل اور کہاوت کے قائم مقام ہو اس کے مستقل بالمعنی اور اپنے مابقی سے مستغنی ہونے کی وجہ سے جس طرح کہ اللہ تعالیٰ کا
فرمان جاء الحق وذهب الباطل ان الباطل كان ذوقا (حق آگیا اور باطل مٹ گیا بے شک باطل تو مٹنے والا ہے) اور یا تو
اپنے ماقبل سے مستغنی نہ ہونے کی وجہ سے کہاوت کے قائم مقام نہ ہو جس طرح کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ذلك جلد ينساهم ويمن
كفروا وهل نجاذی الا الكفور (یہ بدلہ دیا ہم نے ان کو اس پر کہ ناشکری کی اور ہم یہ بدلہ اسی کو دیتے ہیں جانا شکر ہو)
احتراس: یہ ہے کہ کسی ایسے کلام میں جو خلاف مقصود کا وہم پیدا کر رہا ہو ایک ایسی قید لائی جائے جو اس (وہم) کو دور کر دے جس
طرح کہ

للسقى ديارك غير مفسدها صوب الربيع وديمة تهمی

(اللہ تیری بستی کو موسم بہار کی مسلسل دھیمی برسنے والی بارش سے میرا ب کر دے اس حال میں کہ وہ اسے نقصان پہنچانے
والی نہ ہو)

تکمیل: یہ ہی کہ ایک ایسے فضلہ (یعنی منصوبات میں سے کسی ایک) کو لایا جائے جو معنی کے حسن کو بڑھائے جس طرح کہ
ویطعمون الطعام علی حبه (وہ اپنا کھانا خود محتاج ہونے کے باوجود دوسرے محتاج یتیم اوت قیدی کو کھلاتے ہیں) اور اس
طرح خلوص نیت سے کھانا کھانا کامل فیاضی ہے۔

الخاتمة

(فی اخراج الکلام علی خلاف مقتضی الظاهر)

ایراد الکلام علی حسب ماتقدم من القواعد یسمى اخراج الکلام علی مقتضی الظاهر . وقد تقتضی الاحوال العدول عن مقتضی الظاهر . ویورد الکلام علی خلافه فی انواع مخصوصة . (منها) تنزیل العالم بفائدة الخبر اولازمها .

منزلة الجاهل بهالعدم جریه علی مرجب علمه فیلقی الیه الخبر کما یلقى الی الجاهل . کقولک لمن یوذی اباه هذا ابوک

(ومنها) تنزیل غیر المنکر منزلة المنکر اذا لاح علیه شیء من علامات الانکار فیؤکد له نحو . جاء شقیق عارضاً معه ان بنی عمک فیهم رماح

وکقولک للسائل المستبعد حصول الفرج ان الفرج لقریب .

وتنزیل المنکر او الشاک منزلة الخالی اذا کان معه من الشواهد ما اذا تأمله زال انکاره او شکہ . کقولک لمن نکیر منفعة الطب اویشک فیها الطب نافع .

ترجمہ

ظاہر کے تقاضے کے برخلاف کلام کرنا سابق میں گزرے ہوئے قواعد کے مطابق کلام کرنے کو اخراج الکلام علی مقتضی الظاهر کہتے ہیں اور کبھی احوال تقاضا کرتے ہیں ظاہر کے تقاضے سے عدول و اعراض کرنے کا، اور اس کے برخلاف کلام چند مخصوص انواع اور صورتوں میں لایا جاتا ہے۔

(۱) کبھی فائدۃ الخیر یا لازم فائدۃ الخیر کے عالم اور جاننے والے کو نہ جاننے والے اور جاہل کے درجے میں اتار دیا جاتا ہے کیوں کہ وہ اپنے علم کے تقاضے پر عمل نہیں کر رہا ہوتا پس اس کے لیے ایسی خبر لائی جاتی ہے جو جاہل اور انجان کے لیے لائی جاتی ہے جیسا کہ تیرا اس شخص کو جو اپنے باپ کو ستا رہا ہو یوں کہتا ہذا ابوک یہ تیرا باپ ہے۔

(۲) غیر منکر کو منکر کے درجے میں اتار دینا جب کہ اس پر انکار کی کوئی علامت پائی جائے پھر اس خبر کو موکد و پختہ کر دیا جائے جس

طرح کہ

ان بنی و عملک لیہم رماح

جہاء شفیق عارضاً رماحہ

(شفیق نامی شخص اس حال میں کہ وہ سوار تھا اپنے نیزے کو ران پر جانب غرض میں رکھ کر آیا تب میں نے اس سے کہا کہ سب سے تیرے چھانڈ اور بھائیوں کے پاس نیزے ہیں)

اور جس طرح کہ تیرا آسانی اور کشادگی کو مستبعد سمجھنے والے سائل کو یہ کہنا کہ ان الفرج القریب (بلاشبہ کشادگی البتہ قریب ہے)

(۳) منکر یا مترد کو خالی الذہن کے رتبے میں اتارنا جب کہ اس کے پاس اس قدر شواہد اور دلائل ہوں کی اگر وہ ذرا بھی غور و فکر کرے تو اس کا انکار یا شک دور ہو جائے جس طرح کی طب و حکمت کی منفعت کا انکار یا شک کرنے والے کو تو یوں کہے المسطب نافع (طب نفع بخش ہے)

(۴) کسی غرض کے لیے مضارع کی جگہ ماضی کا استعمال کرنا مثلاً کسی چیز کے حصول کے یقینی ہونے پر خبردار کرنے کے لیے اسی امر اللہ فلا تستعجلوہ (اللہ کا حکم آپہنچا سو اس کی جلدی مت کرو) یا نیک قالی کے لیے جس طرح کہ ان شفاک اللہ الیوم تلعب معی غدا (اگر اللہ نے تجھے شفا دے دی تو کل میرے ساتھ جائے گا)

ماضی کو مضارع کی جگہ لانے کا بیان

(ومنها) وضع الماضی موضع المضارع لغرض کالتنبیہ علی تحقق الحول نحو (الی امر اللہ فلا تستعجلوہ) اولتفاؤل نحو (ان شفاک اللہ الیوم تلعب معی غدا) .
وعکسہ ای وضع المضارع موضع الماضی لغرض : کاستحضار الصورة الغریبة فی الخیال کقولہ تعالیٰ .

(وهو المذموم ارسل الرياح فثیر سحابا) ای فثارت . والفائدة الاستمرار فی الاوقات الماضیة نحو (لو یطیعکم فی کثیر من الامر لعنتم) ای لو استم علی اطاعتکم .

(ومنها) وضع الخبر موضوع الانشاء لغرض کالتفاؤل نحو هذاک اللہ لصالح الاعمال . واطھار الرغبة نحو رزقنی اللہ لقاءک) والاحتراز عن صورة الامر نادبا . کقولک ینظر مولای فی امری .
وعکسہ ای وضع الانشاء موضع الخبر لغرض کاطھار العناية بالشیء نحو (قل امر ربی بالقسط واقیموا وجوہم عند کل مسجد . لم یقل واقامة وجوہکم عناية بامر الصلوة .
والتحاشی عن موازاة اللاحق بالسابق . نحو (قال انی اشھد اللہ واشھدوا انی برئ مما تشرکون) لم یقل واشھدکم تحاشیا عن موازاة شھادتهم بشھادة اللہ .

والتسوية نحو (الفقرا طوعا او كرها لن يتقبل منكم .
(منها) الاضمار في مقام الاظهار لغرض . كادعاء ان مرجع الضمير دائم الحضور في الذهن
كقول الشاعر

ابت الوصال مخافة الرقباء وانتك تحت مدارع الظلما
الفاعل ضمير لم يتقدم له مرجع . لمقتضى الظاهر الاظهار وتمكين ما بعد الضمير في نفس
اسامع لتشوقه اليه والا نحو هي النفس ما حملتها تحمل هو الله احد . نعم تلميذ المودب
وعكسه اي الاظهار في مقام الاضمار لغرض . كقوية داعي المثال . كقواك لعبدك . سيدك
يامرك بكذا .

ترجمہ
(۵) کسی غرض کے لیے ماضی کی جگہ مضارع کو رکھنا مثلاً خیال میں عجیب و غریب صورت کو حاضر کرنا جس طرح کہ اللہ تعالیٰ کا
فرمان هو الذي ارسل الرياح فشيروا معها (اور اللہ تعالیٰ ایسا ہے جس نے چلائیں ہوائیں پھر وہ اٹھاتی ہیں بادلوں کو) اور
اوقات ماضیہ میں استمرار کا فائدہ دینے کے لیے جس طرح کہ لو بطيعكم في كثير من الامور لعنتم (اگر وہ رسول بہت کاموں
میں تمہاری بات مان لیا کرتا تو تم مشکل میں پڑ جاتے)

(۶) کسی غرض سے انشاء کی جگہ خبر کو لانا مثلاً تفاؤل کی غرض سے جس طرح کہ هداك الله لصالح الاعمال (اللہ تجھے نیک
کاموں کی توفیق دے) اودا ظہار رغبت کے لیے جس طرح کہ رزقني الله لقاء لك (اللہ میری آپ سے ملاقات کرائے) اور اودا
مروحم کی صورت سے احتراز کرنے کے لیے جس طرح کہ غلام اپنے آقا سے یوں کہے بنظر مولای فی امری (میرے آقا
میرے معاملے میں غور فرمائیں گے)

(۷) کسی غرض سے خبر کی جگہ انشاء کو لانا مثلاً کسی چیز کی اہمیت ظاہر کرنے کے لیے جس طرح کہ قل امر ربی بالقسط
وافيموا وجوهكم عند كل مسجد (آپ کہہ دیجیے کہ میرے رب نے حکم دیا ہے انصاف کرنے کا اور یہ کہ ہر نماز کے وقت
اپنے رخ کو سیدھا کرو) واقامة وجوهكم نہیں فرمایا نماز کے حکم کی اہمیت جتانے کے لیے اور لاحق کو سابق کے ساتھ برابر کرنے
سے دور بھاگنے کے لیے جس طرح کہ قال انی اشهد الله واشهدوا انی بری مما تشرکون (ہو علیہ السلام نے فرمایا کہ
میں گواہ بناتا ہوں اللہ کو اور تم گواہ رہو کہ میں بیزار ہوں ان سے جن کو تم شریک کرتے ہو) واشهد کم نہیں فرمایا کافروں کی
شہادت کو اللہ کی گواہی کے برابر و مساوی قرار دینے سے دور رہنے کی غرض سے اور برابری بتانے کے لیے جس طرح کہ انفقوا
طوعا او كرها لن يتقبل منكم (مال خرچ کرو خوشی سے یا ناخوشی سے تم سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا)

(۸) کسی غرض سے اسم ظاہر کے استعمال کی جگہ اسم ضمیر کو لانا مثلاً یہ دعویٰ کرنے کے لیے کہ ضمیر کا مرقع توڑ ہن میں ہمیشہ موجود رہا
و حاضر رہتا ہے جس طرح کہ شاعر کا قول۔

ابت الوصال مخالفة الرقباء وانتك تحت مدارع الظلماء

(رقیبوں کے خوف سے مجبور بننے سے انکار کر دیا اور تیرے پاس آنی تاریکی کی چادروں میں)

ابت اور اور امت کا فاعل ایک ضمیر ہے جس کا مرقع سابق میں نہیں گزرا ہے لہذا ظاہر کا تقاضا تو اسم ظاہر کے استعمال کا تھا اور
ضمیر کے مابعد کوڑ ہن سامع میں اس طرح بیٹھانے کے لیے کہ لانا ہی مابعد کی طرف راغب و مشتاق کر دے جس طرح کہ ہمس
النفس ما حملتها تتحمل (وہ نفس ہے جتنا تو اس پر لا دے گا اٹھائے گا) اور هو الله احد (وہ اللہ ایک ہے) نعم تلعبدا
المودب (کیا ہی اچھا ہے ہا ادب طالب علم)

(۹) کسی غرض سے ضمیر کی جگہ اسم ظاہر کا استعمال کرنا مثلاً انقیاد و امتثال کے حکم کے سبب کو قوی بنانا جس طرح کہ تیرا اپنے غلام کو
یوں کہنا سیدک یا مړك بکذا (تیرا آقا تجھے یہ حکم دے رہا ہے)

الثقات و دیگر اقسام کا بیان

(ومنها) الالتفات وهو نقل الكلام من حالة التكلم او الخطاب او الغيبة الى حالة اخرى من ذلك :-

فالنقل من التكلم الى الخطاب نحو (ومالي لا اعبد الذي فطرني واليه ترجعون) ای ارجع .
ومن التكلم الى الغيبة نحو (انا اعطيتك الكون فصل لربك) ومن الخطاب الى التكلم كقول
الشاعر :-

الطلب وصل ربات الجمال وقد سقط المشيب على قدالي

(ومنها) تجاهل العارف وهو سوق المعلوم مساق غيره لغرض .

كالتوبيخ :- نحو :-

ايا شجر الخاور مالك مورقا كانك لم تجزع على ابن طريف

ترجمہ

(۱۰) الثقات: اور وہ کلام کو تکلم یا خطاب یا غیبت کی حالت سے ان ہی میں سے کسی ایک کی جانب پھیرنا ہے۔ تکلم سے خطاب
کی طرف انتقال و الثقات کی مثال یہ ہے و مالی لا اعبد الذی فطرنی والیہ ترجعون (اور مجھ کو کیا ہوا کہ میں بندگی نہ کروں
اس کی جس نے مجھ کو بنایا اور اسی کی طرف سب پھر جاؤ گے) یعنی اسی کی طرف لوٹوں گا۔

اور کلم سے خطاب کی طرف التفات کی مثال یہ ہے **اَلَا اَعْطَيْتُكَ الْكَوْثَرَ فَعَلَّ لِرَبِّكَ** (بے شک ہم نے آپ کو کثر عطاء کیا
ہو اپنے رب کے آگے نماز پڑھیے) اور خطاب سے کلم کی طرف التفات کی مثال یہ ہے۔

اَتَطْلُبُ وَصَلَ رِبَاتِ الْجَمَالِ وَلَقَدْ سَقَطَ الْمَشِيبُ عَلٰی قِلْدَالِي
(اے میرے نفس کیا تو حسین و جمیل عورتوں کی جانب رعب ہے حالانکہ سفیدی میری گدی پر اتر چکی ہے)
(۱۱) تمہاں عارف اور وہ کسی غرض کے لیے جانی ہوئی بات کو نہ جانی ہوئی کی جگہ لانا مثلاً زبرد توغ کے لیے جس طرح کہ
اَيَا شَجَرَ الْمَخَابِرِ مَالِكُ مَوْرِقًا كَالْكَلِّ لَمْ تَجْزِعْ عَلٰی ابْنِ طَرِيفٍ
(اے خابور نامی درخت تو کیوں پتہ دار اور ہرا بھرا ہو رہا ہے گویا کہ تو نے میرے مقتول بھائی ابن طریف پر ماتم نہیں کیا)

شرح

صنعت خجائیل عارف۔ کسی معلوم حقیقت کو اس انداز سے بیان کریں کہ ناواقفیت ظاہر ہو جیسی
ہے زلف یا دھواں ہے، یہ شمع جمال کا اعجاز حسن و ناز سے اونچا نہ ہو سکا

اسلوب حکیم کا بیان

(ومنها) اسلوب الحکیم وهو تلقی المخاطب بغیر ما یترقبه او السائل بغیر ما یطلبه تنبیہا علی
انہ الاولی بالقصد۔

فالاول یكون بحمل الکلام علی خلاف مراد قائله کقول القبحری للحجاج (وقد تو عده بقوله
لا حملک علی الادهم)

مثل الامیر یحمل علی الادهم والاشهب فقال له الحجاج اردت الحديد فقال القبحری لان
یکون حديد اخیر من ان یکون بليدا اراد الحجاج بالادهم القيد۔ وبالحديد المعدن
المخصوص وحملهما القبحری علی الفرس الادهم الذی ليس بليدا۔

ترجمہ

(۱۲) اسلوب حکیم: اور وہ مخاطب کو ایسا جواب دیتا ہے جس کا وہ انتظار نہ کرتا ہو یا سائل کو ایسا جواب دیتا ہے جو اس نے نہیں
پوچھا ہے، اس بات پر آگاہ کرنے کے لیے کہ اسی کا قصہ دارادہ کرنا زیادہ مناسب ہے سو پہلی قسم کلام کو قائل کی مراد کے خلاف پر
محمول کرنے سے حاصل ہوتی ہے جس طرح کہ قبحری کا قول حجاج کے اس قول کے جواب میں جو اسے دھمکی کے طور پر کہا گیا لا
حملک علی الادهم (میں تجھے ضرور بالضرور سولی پر چڑھاؤں گا) مثل الامیر یحمل علی الادهم والاشهب ()
بادشاہ جس طرح ہی لوگ (سیاہ اور سفید) گھوڑوں پر سوار کرتے ہیں تو حجاج نے کہا میری مراد تو حید ہے تو قبحری نے کہا حید تو

بہتر ہے کندی بن کے مقابلے میں اس مقابلے میں قجاج نے لفظ ادم سے سولی اور حدید سے معدنی لوہا مراد لیا جبکہ ان دونوں لفظوں سے قبضی نے ایسا چٹکیر اگھوڑا مراد لیا جو کمزور ہمت اور کمزور دوڑ والا نہ ہو۔

شرح

اسلوب عربی زبان کا لفظ ہے جس کے لغوی معنی ہیں طور، طریقہ، طرز۔ اسلوب تذکروں کی اصطلاح ہے۔ مجموعہ نثر، گلشن نظر اور خوش معرکہ زیبا وغیرہ میں اس اصطلاح کو استعمال کیا گیا ہے۔ مرزا غلام حیدر کے ذکر میں سعادت علی ناظر لکھتے ہیں:

شاعر خوب، سخن در، خوش اسلوب، مرزا غلام حیدر تخلص محذوب۔

(خوش معرکہ زیبا: سعادت علی ناظر)

بیسویں صدی کے نصف دوم میں اسلوب کی اصطلاح مغربی تحقیق و تنقید کی روشنی میں باقاعدگی کے ساتھ استعمال کی گئی اور نئی پاروں کے اسلوب کا سائنسی طور پر مطالعہ کیا گیا۔

اصطلاح میں کسی شاعر یا عہد کی منفرد و خاص طرز ادا کو اسلوب کہتے ہیں جس کے سبب اس کی شناخت ہجوم کے درمیان بھی کی جا سکتی ہے۔ اسلوب، طرز ادا اور طرز فکر دونوں سے تشکیل پاتا ہے اور شاعر کی شخصیت یا کسی عہد کے مجموعی تشخص کا اظہار ہوتا ہے جس میں کسی عہد یا شاعر کے علم، مزاج، کردار، تجربہ و مشاہدہ وغیرہ تمام امور شامل ہوتے ہیں۔ پروفیسر نصیر احمد خاں اسلوب کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اسلوب انگریزی لفظ اسٹائل کے مترادف ہے جس سے مراد ایک ایسی طرز تحریر ہے جو ہر اعتبار سے منفرد ہو جو ادیب یا شاعر کی شخصیت کی مظہر ہو جو خارجی لسانی پہلوؤں کے علاوہ فن کار کے انداز بیان، انداز فکر اور انداز تخلیق کی نمائندگی کرے۔

(ادبی اسلوبیات: نصیر احمد خاں)

بلاک آئل کے مطابق:

زبان کے ان ذرائع اور وسیلوں کا انفرادی اور تخلیقی استعمال جس کی مدد سے لکھنے والے کو اس کی صنف، اس کی بولی، اس کا وقت اور مقصد مہیا ہوتا ہے، اسلوب کہلاتا ہے۔ (مشمولہ اسلوب اور اسلوبیات: اقتدار حسین خاں)

اس لحاظ سے مصنف کی خاص طرز ادا کے تعین میں چار چیزیں ملحوظ خاطر ہوتی ہیں (۱) فن پارے کی صنف (۲) فن پارے کی زبان (۳) فن پارے کا عہد (۴) فن پارے کا مقصد۔

(۱) فن پارے کی صنف: یعنی وہ غزل ہے مرثیہ ہے یا قصیدہ وغیرہ ہے۔ ہر ہیئت کی ایک خاص زبان اور انداز بیان ہوتا ہے جو اسلوب کی تشکیل میں معاون ہوتا ہے لیکن فقط ہیئت کی طرز اسلوب نہیں ہوتی۔

(۲) فن پارے کی زبان: یعنی عمومی زبان سے علیحدہ مصنف کے ذریعے استعمال کی گئی زبان، الفاظ کا آہنگ، جموں کی سادگی، بحر، روانی وغیرہ جن میں شاعر کی پسند و ناپسند کو بڑا دخل دیتا ہے۔ یہ اسلوب کا سب سے قوی عنصر ہے۔

(۳) فن پارے کا عہد: یعنی فن پارہ کس زمانے میں تخلیق ہوا، اس زمانے کی ادبی صورت حال نیز شاعر کا گرد و پیش کا ادبی ماحول۔ ان امور کے مطالعے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ فن پارے کی تخلیق کے وقت فکر و خیال اور زبان کا عمومی رویہ کیا تھا شاعر نے اپنی شخصیت کے اعتبار سے کن چیزوں کو قبول کیا اور کن چیزوں سے اجتناب کیا۔ اس ذیل میں مصنف کا ذہنی پس منظر، تعلیم وغیرہ تمام امور شامل ہوتے ہیں۔

(۴) فن پارے کا مقصد: یعنی فن پارے کا موضوع کیا ہے، اس کی ضروریات کیا ہیں، وہ کیوں تخلیق کیا گیا ہے؟ اور کن لوگوں کے لیے تخلیق کیا گیا ہے۔ کسی شاعر و ادیب کے اسلوب کی دو نوعیتیں ہوتی ہیں۔ (۱) کلی (۲) جزوی۔ کلی اسلوب سے مراد شاعر کے ذریعے استعمال کی گئیں تمام اصنافِ سخن کے مطالعے کے نتیجے میں ابھرنے والی مجموعی طرزِ ادا اور اس کی انفرادیت ہے۔

جزوی اسلوب اصناف کے انفرادی مطالعے کی صورت میں ابھرنے والا اسلوب ہے۔ جزوی اسلوب کی وجہ سے ایک شاعر و ادیب مختلف اسالیب کا حامل نظر آتا ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ایک شاعر و ادیب کسی خاص صنف میں صاحب اسلوب ہو، دوسری صنف میں نہ ہو۔ اس کے علاوہ کبھی کبھی ایک صنف میں بھی ایک مصنف مختلف النوع اسالیب کا حامل نظر آتا ہے۔

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے میں تڑپے ہے مرغ قبلہ نما آشیانے میں (سودا)

شہرِ خوباں کو خوب دیکھا میر جس دل کا کہیں رواج نہیں (میر)

آشفگی نے نقش سویدا کیا درست . ظاہر ہوا کہ داغ کا سرمایہ دود تھا

اپنی جگہ ہر چیز سلیقے سے رکھی ہے دل کیسے یقین کر لے وہ گھر چھوڑ گیا ہے (حسان آفندی)

مذکورہ بالا اشعار میں سودا کا مجموعی اسلوب استعارہ بندی ہے۔ میر کا اسلوب معنی آفریں ہے۔ غالب کا اسلوب معنی آفریں نازک خیالی اور حسان آفندی کا اسلوب علامتی استعاراتی ہے۔

بعض دیگر اقسام کا بیان

والثانی . یکون بتنزیل السؤال منزلة سوال آخر مناسب لحالة السائل کما فی قوله تعالیٰ

(یسألونک عن الالهة قل هم موافق للناس والحج) سنل بعض الصحابة النبی صلی اللہ علیہ

وسلم ما بال الهلال یبدو ذلیقا ثم یتزاید حتی یصیر بدر الثم یتناقص حتی یعود کما بدء .

فجاء الجواب عن الحكمة المترتبة على ذلك لانها اهم للسائل فنزل سوالهم عن سبب الاختلاف منزلة السؤال عن حكمته .

اور دوسری قسم تفسی السائل بغیر ما يطلبه حاصل ہوتی ہے مخاطب کے سوال کو اس کے من سبب حال دوسرے سوال کے درجے میں اتار دینے سے، جس طرح کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان یسئلونک عن الاھلۃ قل ہی مواقیت للناس والجمع (آپ سے سوال کرتے ہیں نئے چاند کا تو آپ کہہ دیجیے یہ اوقات مقررہ ہیں لوگوں اور حج کے واسطے) بعض صحابہ کرام نے نبی کریم ﷺ سے سوال کیا کہ کیا بات ہے کہ پہلے چاند بریک نکلتا ہے پھر بڑھتا جاتا ہے تا آنکہ چودھویں رات کو مکمل ہو جاتا ہے پھر اسی طرح گھٹتا جاتا ہے تا آنکہ وہ پہلے کی طرح باریک ہو جاتا ہے پس جواب اس حکمت کے بارے میں آیا جس پر چاند کا اختلاف مرتب ہوتا ہے۔ کیوں کہ یہی زیادہ اہم ہے سائل کے لیے سو آپ ﷺ نے ان کے سبب اختلاف کے سوال کو اس کی حکمت سے متعلق سوال کے درجے میں اتار دیا۔

تغلیب کو لانے کا بیان

(ومنها) التغلیب وهو ترجیح احد الشئین علی الآخر فی اطلاق لفظہ علیہ کتغلیب المذکر علی المؤنث فی قوله تعالیٰ (وكانت من القانتین) ومنہ الابوان للاب والام . وکتغلیب المذکر والاعف علی غیرہما نحو القمرین ای الشمس والقمر . والعمرین ای ابی بکر وعمر . والمخاطب علی غیرہ نحو (لنخرجنک یا شعیب والذین امنوا معک من قریتنا اولتعودن فی ملتنا) ادخل شعیب بحکم التغلیب فی لتعودن فی ملتنا مع انه لم یکن فیہا قط حتی یعود الیہا . وکتغلیب العاقل علی غیرہ . کقوله تعالیٰ . الحمد لله رب العالمین .

(۱۳) تغلیب: وہ ایک شے کو دوسری پر ترجیح دینا ہے اس کا اس پر اطلاق کرتے ہوئے جس طرح کہ مذکر کو مؤنث پر غالب کرنا اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں وکانت من القانتین (اور وہ بندگی کرنے والوں میں تھی) اور تغلیب ہی میں سے ابوان بھی ہے جو ماں اور باپ کو کہا جاتا ہے اور جس طرح کہ مذکر کو مؤنث پر اور اخف کو غیر اخف پر ترجیح دی جاتی ہے مثلاً القمرین چاند سورج اور عمر بن ابوبکر رضی اللہ عنہما اور عمر رضی اللہ عنہما رضی اللہ عنہما اور جس طرح کہ مخاطب کو غیر مخاطب پر غالب کر دیا جاتا ہے مثلاً لنخرجنک یا شعیب والذین امنوا معک من قریتنا اولتعودن فی ملتنا (اے شعیب تجھ کو اور ان کو جو کہ ایمان لائے تیرے ساتھ ہم نکال دیں گے اپنے شہر سے یا یہ کہ تم لوٹ آؤ ہمارے دین میں) حضرت شعیب علیہ السلام کو تغلیب کے قاعدے سے لتعودن فی ملتنا میں داخل کیا گیا باوجودیکہ آپ کبھی بھی اس مذہب میں نہ تھے جس کی طرف لوٹ آنے کا سوال پیدا ہوا اور جس طرح کہ عاقل کو غیر عاقل پر ترجیح دینا جس طرح کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان الحمد لله رب العالمین میں۔

علم البیان

علم بیان کی تعریف

البیان علم يبحث فيه عن الشبيه والمجاز والكتاب،

علم بیان سے مراد ایک ہی مضمون کو بیان کرنے کے لیے کس طرح نئے نئے پیرائے استعمال کیے جاسکتے ہیں۔ یہ پیرائے چار قسم کے ہو سکتے ہیں۔ تشبیہ، استعارہ، مجاز و مرسل، کنایہ ان پیرایوں کے استعمال سے کلام میں ایک سے زیادہ معنی پیدا کیے جاسکتے ہیں اور کسی ایک معنی کو مختلف پیرایوں میں بھی ادا کیا جاسکتا ہے۔ علم بدیع میں اس بات پر غور کیا جاتا ہے کہ الفاظ کے معنی اور صورتی حسن اور ان کے طریقے کیا ہیں جس کے ذریعہ کلام کی معنوی اور ظاہری خوبصورتی میں اضافہ ہو جائے یعنی بدیع معنی کی وہ خوبی قرار پاتا ہے جو بیان کے ذریعے پیدا ہوتی ہے اس کے ساتھ وہ کون سی خوبیاں ہیں اور انھیں کس طرح پیدا کیا جائے اور پرکھا جائے، ان کو صنائع معنوی کہا جاتا ہے۔ علم بدیع میں دوسری چیز یہ ہے کہ کلام کی ان خوبیوں کا مطالعہ کیا جائے جو کلام میں معنوی اضافہ اس قدر نہیں کرتیں، جس قدر کہ صنائع معنوی کے ذریعہ کلام میں اضافہ ہوتا ہے۔ اور جس سے الفاظ میں جدت، تازگی اور ندرت پیدا ہو جاتی ہے۔ یعنی لفظی خوبی کو صنائع لفظی کہتے ہیں۔

تشبیہ کی تعریف

التشبيه المحاق امر يامر في وصف بأداة لغرض. والامر الاول يسمى المشبه والثاني المشبه
والوصف وجه الشبه والأداة الكاف أو نحوها نحو العلم كالنور في الهداية فالعلم مشبه والنور
مشبه به والهداية وجه الشبه والكاف أداة التشبيه ويتعلق بالتشبيه ثلاثة مباحث الأول في
أركانها والثاني في أقسامه والثالث في الغرض منه.

ترجمہ

ایک چیز کو دوسری چیز کے ساتھ وصف میں کسی حرف کے ذریعے کسی غرض کے لئے ملانا تشبیہ ہے پہلی چیز کو مشبہ، دوسری کو مشبہ بہ، وصف کو وجہ شہ اور جس حرف کے ذریعے تشبیہ دیتے ہیں اسے أداة التشبيه کہتے ہیں مثلاً
العلم كالنور في الهداية
علم ہدایت میں نور کی طرح ہے یہاں علم مشبہ، نور مشبہ بہ، الہدایۃ وجہ شہ اور کاف حرف تشبیہ ہے

علم بیان

معصومین اس علم کو کہتے ہیں جس میں تین باتیں بیان ہوتی ہیں۔

(۱) تشبیہ (۲) مجاز (۳) کنایہ

تشبیہ کی تعریف

تشبیہ لفظ شبہ سے بنایا گیا ہے۔ جس کے معنی مثال دینے یا کسی دو چیزوں کے درمیان مشابہت ظاہر کرنا ہے، جس سے کہنے والے کا مقصد پوری طرح واضح ہو جائے۔ یہ مشابہت کسی لفظ کے ذریعہ ظاہر کی جاتی ہے یعنی تشبیہ دو چیزوں کے مابین باہمی مشابہت کا نام ہے۔ علم بیان کا اصطلاح میں دو مختلف چیزوں کو بعض مشترک خصوصیات کی بنا پر ان میں باہمی مماثلت قائم کرنا ہے۔ تشبیہ کے چار ارکان ہیں۔

۱۔ مشبہ، جس چیز کو کسی دوسری چیز کے مانند ٹھہرایا جائے اسے مشبہ کہتے ہیں۔

۲۔ مشبہ بہ، جس سے تشبیہ دی جائے اسے مشبہ بہ کہتے ہیں۔

۳۔ وجہ شبہ، جن مشترک عناصر کی وجہ سے ایک کو دوسرے سے تشبیہ دی جائے، اسے وجہ شبہ کہتے ہیں۔

۴۔ حرف تشبیہ، مشابہت قائم کرنے کے لیے جن حروف کا استعمال کیا جاتا ہے۔ انہیں حرف تشبیہ کہیں گے۔ مثلاً یہ حرف، جیسا، جیسے، مانند، مثل، سا، ہی، برابر وغیرہ اس سلسلے میں میر کا مشہور شعر دیکھئے۔

نازکی ان کے لب کی کیا کہئے

پگھڑی ایک گلاب کی سی ہے

مندرجہ بالا شعر میں محبوب کے لبوں کو گلاب کی پگھڑی سے تشبیہ دی گئی ہے۔ ان دونوں میں جو صفت مشترک ہے وہ ہے لبوں کی نازکی خوبصورتی اور رنگین آمیزی، اس شعر میں محبوب کے لب ہوئے مشبہ اور گلاب کی پگھڑی مشبہ بہ ہوئی اور نازکی وجہ تشبیہ ہوئی اور حرف تشبیہ ہوا۔ لیکن یہ ضروری نہیں کہ تشبیہ میں ہر جگہ وجہ تشبیہ اور حرف تشبیہ ضرور ہو۔ کئی بار ان دونوں ارکان کے بغیر بھی تشبیہ دے دی جاتی ہے۔ جیسے کسی بہادر کو شیر سے تشبیہ دیں تو کہا جائے گا کہ، وہ شیر ہے، یا وہ شیر کی طرح ہے، ان جملوں میں پہلے جملے میں حرف تشبیہ مذکور نہیں ہے لیکن دوسرے جملے میں شیر کی طرح میں طرح حرف تشبیہ ہے۔ اور یہ بات یاد رکھنے والی ہے کہ تشبیہ کے لیے کسی مقصد کا ہونا ضروری ہے اور یہ بھی لازمی ہے کہ وہ خصوصیت جس کی بنا پر تشبیہ دی جائے مشبہ کی بہ نسبت مشبہ بہ سے زیادہ اعلیٰ ہو۔ لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ ایسی برتری حقیقت میں ہو۔ البتہ اگر تشبیہ دینے والے کے خیال کے مطابق یہ برتری ہے تو کوئی حرج نہیں، لیکن ایسی مشابہت کے لیے کسی قسم کی دلیل موجود ہونی چاہئے۔ مثلاً یہ کہیں کہ، راشد شیر ہے، تو اس میں شیر برتر ہے۔ اس کے علاوہ اعلیٰ کو بھی ادنیٰ سے تشبیہ دی جاسکتی ہے جیسے کہ خدا کے نور کو آفتاب سے تشبیہ دیں حالانکہ خدا اور اس کا نور جو سب سے اعلیٰ وارفع ہے اور خدا کے نور کے مقابلے میں آفتاب ادنیٰ تشبیہ ہے حالانکہ خدا کی ذات تشبیہ سے بالاتر ہے۔

۱۰۰
 ۱۰۱
 ۱۰۲
 ۱۰۳
 ۱۰۴
 ۱۰۵
 ۱۰۶
 ۱۰۷
 ۱۰۸
 ۱۰۹
 ۱۱۰
 ۱۱۱
 ۱۱۲
 ۱۱۳
 ۱۱۴
 ۱۱۵
 ۱۱۶
 ۱۱۷
 ۱۱۸
 ۱۱۹
 ۱۲۰
 ۱۲۱
 ۱۲۲
 ۱۲۳
 ۱۲۴
 ۱۲۵
 ۱۲۶
 ۱۲۷
 ۱۲۸
 ۱۲۹
 ۱۳۰
 ۱۳۱
 ۱۳۲
 ۱۳۳
 ۱۳۴
 ۱۳۵
 ۱۳۶
 ۱۳۷
 ۱۳۸
 ۱۳۹
 ۱۴۰
 ۱۴۱
 ۱۴۲
 ۱۴۳
 ۱۴۴
 ۱۴۵
 ۱۴۶
 ۱۴۷
 ۱۴۸
 ۱۴۹
 ۱۵۰
 ۱۵۱
 ۱۵۲
 ۱۵۳
 ۱۵۴
 ۱۵۵
 ۱۵۶
 ۱۵۷
 ۱۵۸
 ۱۵۹
 ۱۶۰
 ۱۶۱
 ۱۶۲
 ۱۶۳
 ۱۶۴
 ۱۶۵
 ۱۶۶
 ۱۶۷
 ۱۶۸
 ۱۶۹
 ۱۷۰
 ۱۷۱
 ۱۷۲
 ۱۷۳
 ۱۷۴
 ۱۷۵
 ۱۷۶
 ۱۷۷
 ۱۷۸
 ۱۷۹
 ۱۸۰
 ۱۸۱
 ۱۸۲
 ۱۸۳
 ۱۸۴
 ۱۸۵
 ۱۸۶
 ۱۸۷
 ۱۸۸
 ۱۸۹
 ۱۹۰
 ۱۹۱
 ۱۹۲
 ۱۹۳
 ۱۹۴
 ۱۹۵
 ۱۹۶
 ۱۹۷
 ۱۹۸
 ۱۹۹
 ۲۰۰

میرا ہی ہے۔ میری سہ ماہی کی شہرے جس کا دراک حوس غمر جی دیکھنے، سننے، ہونگئے، چلنے اور کھانے سے ہے۔

میں چن میں یہ گیا گو وہ ہوتا کمال تھا مہلبیں سن کر مرے ہائے غزال خواں جو نہیں
 مہلبوں کے چھبے کو شاعر غزال خوانی سے تحسیر دے رہا ہے۔ دیکھنے والی تشبیہ کی مثال
 باب بر چھبیا۔ چھبیاں چار طرف اس جناب کے جیسے کرن نکلتی ہو روائے آفتاب کے
 مہلب دیکھنے سے تعشق رکھتی ہے یعنی بر چھبیوں اور آفتاب کرنیں دیکھنے کی چیز ہے۔

تشبیہ عقل عقل تشبیہ وہ ہے جس کا ادراک ظاہری حواس کے بجائے وجدان اور تخیل پر مبنی ہو مثلاً
شعلے سے نہ ہوتی ہوس شعلے نے جو کی
انسر دگی دل اور جی کا جلنا دونوں عقلی ہیں یعنی عقل سے دل کی انسر دگی اور جی کے جلنے کا ادراک ممکن ہے۔

مذہب تشبیہ مفرد تشبیہ وہ ہے جس میں ایک چیز کو دوسری چیز کے مانند ٹھہرایا جائے مثلاً گل کو خوبصورت چہرے کے مقابل ٹھہرانا یا چہرے کی تان کی کو آفتاب سے ظاہر کرنا مثلاً

جلوے خورشید کے سے ہوتے ہیں

مرکب تشبیہ: مرکب تشبیہ سے مراد وہ تشبیہ، جس میں چند اشعار کی ترکیب سے جو مجموعی شکل بنتی ہے، اسے کسی دوسری مجموعی شکل سے تشبیہ دینا مرکب تشبیہ کہلاتا ہے۔ مثلاً

نفس کی آمد و شد ہے نماز اہل حیات جو یہ قضا ہو تو اے غافلوں قضا سمجھو (ذوق)

سانس کی رفتہ رفتہ نماز کی مجموعی حالت سے تشبیہ دی گئی ہے جس طرح نماز میں قیام پھر رکوع و سجود کے لیے اوپر اٹھنا اور کبھی نیچے جھکنا ہوتا ہے اسی طرح سانسوں کے زیر و بم میں جو زندگی کی علامت سمجھے جاتے ہیں اس کے علاوہ تشبیہ کی دو اور قسمیں ہیں یعنی قریب و بعید۔

تشبیہ قریب: جو تشبیہ جلدی سمجھ میں آجائے اور مشہد کا تعلق مشہد بہ سے بہت واضح ہو وہ تشبیہ قریب کہلاتی ہے مثلاً

وقتِ پیری شباب کی باتیں ایسی ہیں جیسے خواب کی باتیں

علمِ بلاغت میں تشبیہ قریب کا شعر معمولی اور کمتر مانا جاتا ہے۔

تشبیہ بعید: جس تشبیہ میں وجہ تشبیہ کو سمجھنے میں غور و فکر کی ضرورت ہو اسے تشبیہ بعید یا تشبیہ غریب کہتے ہیں اور اگر تشبیہ میں وجہ تشبیہ کئی تراکیب سے مل کر بنے تو وہ تشبیہ نہ صرف دور کی ہوگی بلکہ زیادہ لطافت اور بلاغت سے پر بھی ہوگی مثلاً

تشبیہ کو کیفیت کے اعتبار سے دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے مثلاً تشبیہ حسی اور عقلی اس کے علاوہ تشبیہ کو مقدار کے اعتبار سے مفرد اور مرکب میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

تشبیہ حسی: تشبیہ حسی سے مراد ایسی تشبیہ ہے جس کا ادراک حواس خمسہ یعنی دیکھنے، سننے، سونگھنے، چمکنے اور چھونے کے ذریعہ ہو۔ مثلاً سننے والی تشبیہ کی مثال یہ غالب کا شعر

میں چمن میں کیا گیا گویا دبستاں کھل گیا بلبلیں سن کر مرے نالے غزل خواں ہو گئیں

یوں بر چھیاں تھیں چار طرف اس جناب کے تشبیہ دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے یعنی بر چھیلوں اور آفتاب کر نیں دیکھنے کی چیز ہے۔

تشبیہ عقلی: عقلی تشبیہ وہ ہے جس کا ادراک ظاہری حواس کے بجائے وجدان اور خیال پر مبنی ہو مثلاً

افسردگی دل اور جی کا جلنا دونوں عقلی ہیں یعنی عقل سے دل کی افسردگی اور جی کے جلنے کا ادراک ممکن ہے۔

مفرد تشبیہ: مفرد تشبیہ وہ ہے جس میں ایک چیز کو دوسری چیز کے مانند ٹھہرایا جائے مثلاً گل کو خوبصورت چہرے کے مماثل ٹھہرانا یا چہرے کی تابناکی کو آفتاب سے ظاہر کرنا مثلاً

جلوے خورشید کے سے ہوتے ہیں

مرکب تشبیہ: مرکب تشبیہ سے مراد وہ تشبیہ جس میں چند اشعار کی ترکیب سے جو مجموعی شکل بنتی ہے، اسے کسی دوسری مجموعی شکل سے تشبیہ دینا مرکب تشبیہ کہلاتا ہے۔ مثلاً

نفس کی آمد و شد ہے نماز اہل حیات جو یہ قضا ہو تو اسے غافلوں قضا سمجھو (ذوق)

سانس کی رفتار کو نماز کی مجموعی حالت سے تشبیہ دی گئی ہے جس طرح نماز میں قیام پھر رکوع و سجود کے لیے اوپر اٹھنا اور کبھی نیچے جھکتا ہوتا ہے اسی طرح سانسوں کے زیر و بم میں جو زندگی کی علامت سمجھے جاتے ہیں اس کے علاوہ تشبیہ کی دو اور قسمیں ہیں یعنی قریب و بعید۔

تشبیہ قریب: جو تشبیہ جلدی سمجھ میں آجائے اور مشبہ کا تعلق مشبہ بہ سے بہت واضح ہو وہ تشبیہ قریب کہلاتی ہے مثلاً

وقت پیری شباب کی باتیں

ایسی ہیں جیسے خواب کی باتیں

علم بلاغت میں تشبیہ قریب کا شعر معمولی اور کمتر مانا جاتا ہے۔

تشبیہ بعید: جس تشبیہ میں وجہ تشبیہ کو سمجھنے میں غور و فکر کی ضرورت ہو اسے تشبیہ بعید یا تشبیہ غریب کہتے ہیں اور اگر تشبیہ میں وجہ تشبیہ کئی تراکیب سے مل کر بنے تو وہ تشبیہ نہ صرف دور کی ہوگی بلکہ زیادہ لطافت اور بلاغت سے پر بھی ہوگی مثلاً

تشیبہ رگب گل سے انہیں دوں تو ہے زیبا
 دورے ہیں ترے آنکھ کے اسے رشکِ قمر سرخ
 یہاں آنکھوں کے دوروں کو رگب گل سے تشبیہ دی ہے اور ان دوروں کی وجہ خواہ صورتی، ہار کی اور سرخی ہے اس شعر سے مجاہد کے نئے میں ہونے کا پتہ چلتا ہے۔

تشبیہ مفصل: اگر تشبیہ میں وہ خصوصیت جس کی وجہ سے ایک چیز کو دوسری سے تشبیہ دی گئی ہے اس کا ذکر ملتا ہے تو ایسی تشبیہ مفصل کہتے ہیں ورنہ مجمل ہے۔ جیسے کہیں کہ شاہدہ حسن میں آفتاب کی مانند ہے، تو یہ تشبیہ مفصل ہوئی یعنی اس جیسے میں مفہوم واضح ہے اور وجہ تشبیہ بتا دیا گیا ہے لیکن اگر یوں کہیں کہ شاہدہ آفتاب کی طرح ہے، تو یہاں لفظ مسخو وجہ تشبیہ ہے اس کا ذکر نہیں ملتا اس لیے یہ تشبیہ مجمل ہوئی۔

استعارہ: استعارہ کے لغوی معنی مستعار لینے کے ہیں۔ علم بیان کی رو سے جب کسی لفظ کا استعمال ایسی شے کے لیے کیا جائے جس کے لیے وہ بنیادی طور پر وضع نہ کیا گیا ہو، مگر دونوں میں مشابہتی رشتہ قائم ہو جائے تو استعارہ کہلائے گا وہاں اشرفی استعارہ کی تعریف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

علم بیان کی اصطلاح میں استعارہ سے مراد حقیقی اور مجازی معنوں کے مابین تشبیہ کا علاقہ پیدا کرنا یعنی حقیقی معنی کا لباس عاریتاً مانگ کر مجازی معنی کو پہنانا استعارہ کہلاتا ہے۔ اس میں لفظ اپنے لغوی معنی ترک کر کے لسانی سیاق و سباق کے اعتبار سے نئے معنی اختیار کرتا ہے۔

استعاروں کے ذریعہ زبان نئی معنوی وسعتوں سے آشنا ہوتی ہے یہ عمل چار ارکان پر مشتمل ہوتا ہے۔

۱۔ مستعار لہ (جس کے لیے مستعار لیا جائے) مشبہ

۲۔ مستعار منہ (جسے مستعار لیا جائے) مشبہ بہ

۳۔ مستعار (وہ لفظ جو مستعار منہ کے معنی پر دلالت کرے) حرف تشبیہ استعارے میں ضروری نہیں ہے۔

۴۔ وجہ جامع (نقطہ اشتراک جس کی وجہ سے مستعار لیا جائے) وجہ تشبیہ

تشبیہ اور استعارے میں گہرا تعلق ہے کیونکہ استعارے کی بنیاد تشبیہ پر ہے فرق صرف اتنا ہے کہ تشبیہ میں مشبہ اور مشبہ بہ کے بیچ مماثلت دی جا رہی ہے (اسے عین مشبہ بہ) (یعنی جس سے تشبیہ دی گئی ہے) قرار دیا جائے۔



المبہمات الدلیل فی اركان التشبيه

﴿پہلی بحث اركان تشبیہ کے بیان میں ہے﴾

چار اركان تشبیہ کا بیان

اركان التشبيه اربعة المشبه والمشبه به (ويسميان طرفي التشبيه) ووجه الشبه والاداة .
والطرفان اما حسيان . (١)

نحو الورق كالحرير في النعومة .
واما عقليان (١) نحو الجهل كالموت .
واما مختلفان نحو خلقه كالعطر ووجه الشبه هو الوصف الخاص الذي قصد اشتراك الطرفين
فيه كالهداية في العلم والنور . (١)

واداة التشبيه هي اللفظ الذي يدل على معنى المشابهة كالکاف وکان وما فی معنهما والکاف
بليها المشبه به بخلاف كان فليها المشبه نحو .

كان الثريا راحة تشبه الدجلى
لتنظر طال الليل ام قد تعرضا
وكان تفيد التشبيه اذا كان خبرها جامدا والشك اذا كان خبرا مشتقا نحو كانك فاهم .
(قد يذكر فعل ينبئ عن التشبيه نحو قوله تعالى (واذا رأيتهم حسبهم لؤلؤا منثورا)
واذا حذف أداة التشبيه ووجهه يسمى تشبيها بليغا نحو (وجعلنا الليل لباسا) اي كاللباس في
الستر .

ترجمہ

تشبیہ کے اركان چار ہیں

(١) مشبه (٢) مشبه به (٣) وجه شبه (٤) اداة تشبيه

تشبیہ کی تعریف

طرفین کے اعتبار سے تشبیہ کی چار اقسام ہیں

(١) مشبه اور مشبه به دونوں حسی ہوں جس طرح

الردی کا لہجہ ہر طبع النعمۃ

کاغذ طام ہونے میں ریشم کی طرح ہے کاغذ اور ریشم دونوں ہی (محسوس ہونے والی چیزیں ہیں

(۲) دونوں عقلی ہوں جس طرح

الجهل کا الموت جہالت موت کی طرح ہے

یہاں جہالت اور موت دونوں کا تعلق عقل سے ہے خارج میں نظر آنے والی چیزیں نہیں ہیں

(۳) دونوں مختلف ہوں مثلاً عقلی اور مشبہ بہ حسی ہو جس طرح

العطر کا خلق رجل کریم

اس کے اخلاق عطر کی طرح ہیں خلق عقلی اور عطر حسی ہے۔

(۴) دونوں مختلف ہوں یعنی مشبہ حسی اور مشبہ بہ عقلی ہو جس طرح

العطر کا خلق رجل کریم

عطر شریف آدمی کے اخلاق کی طرح ہے تو عطر (مشبہ) اور خلق (مشبہ بہ) عقلی ہے

وجہ شبہ کی تعریف

وہ خاص وصف ہے جس میں دونوں طرفوں (مشبہ اور مشبہ بہ) کے اشتراک کا قصد کیا گیا ہے جس طرح علم اور نور میں ہدایت

وجہ شبہ ہے

اداة تشبیہ کی تعریف

یہ وہ لفظ ہے جو تشبیہ کے معنی پر دلالت کرتا ہے جس طرح کاف کان اور جوان دونوں کے معنی میں ہو کاف کے بعد مشبہ بہ آتا ہے

جبکہ کان کے بعد مشبہ آتا ہے جس طرح

كان الثريا راحة تشبیر الدجی

لتنظر طال الليل ام وقد تعرضا

ثریا (ستارہ) گویا ہاتھ کی ہتھیلی ہے کہ رات کی تاریکی کو ناپتی ہے تاکہ دیکھے کہ رات لمبی ہو گئی ہے یہاں ثریا مشبہ ہے اور راحۃ

مشبہ بہ ہے۔

نوٹ: لفظ کان تشبیہ کا قائدہ دیتا ہے جب اس کی خبر اسم جامد ہو اور شک کا قائدہ دیتا ہے جب اس کی خبر مشتق ہو جس طرح

کانک فھام گویا تو سمجھدار ہے یہ شک کی مثال ہے اور فھام اسم مشتق ہے

کبھی ایسا فعل ذکر کیا جاتا ہے جو تشبیہ کی خبر دیتا ہے (یعنی تشبیہ کا مفہوم ظاہر کرتا ہے جس طرح خداوندی کا ارشاد ہے

وإذا رأيتهم حسبتهم لنوا منشورا
جب تم ان کو دیکھو گے تو ان کو بکھرے ہوئے چمکدار موتی سمجھو گے۔
یہاں حسبت فعل تشبیہ کا معنی ظاہر کرتا ہے
تشبیہ بلغ کی تعریف

جب حرف تشبیہ اور وجہ تشبیہ محذوف ہو تو اسے تشبیہ بلغ کہا جاتا ہے جس طرح ارشاد خداوندی ہے
وجعلنا الليل لباسا
اور ہم نے رات کو لباس بنایا یعنی ستر اور پردے میں لباس کی طرح بنایا یہاں رات کو لباس تشبیہ دی ہے۔ لیکن کاف حرف تشبیہ اور
وجہ شبہ یعنی ستر دونوں کو حذف کیا گیا۔



المعجب الثاني في المسام التشبيه

دوسری بحث اقسام تشبیہ کے بیان میں ہے

تشبیہ کی چار اقسام کا بیان

ينقسم التشبيه باعتبار طرفيه الى اربعة اقسام .

تشبيه مفرد بمفرد (۱) نحو هذا الشيء كالمسك في الرائحة .

وتشبيه مركب بمركب بان يكون كل من المشبه والمشبه به هيئة حاصلة من عدة امور كقول
بشار

كان مثار النقع فوق رؤسنا واسيا لناليل تهادى كواكب

فانه شبه هيئة الغبار وفيه السيوف مضطربة

بههيئة الليل وفيه الكواكب تتساقط في جهات مختلفة .

وتشبيه مفرد بمركب كتشبيه الشقيق بهيئة اعلام يا قوتية منشورة على رماح زهر جدية

وتشبيه مركب بمفرد نحو قوله .

تربيا وجوه الارض كيف تصور

يا صاحبي تقصيا نظركما

زهر الربا فكانما هو مقمر

تربيا نهارا مشمعا قد شبابه

فانه شبه هيئة النهار الشمس الذي اختلطت به ازهار الربوات بالليل المقمر .

ترجمہ

دونوں طرفوں (مشبہ اور مشبہ بہ) کے اعتبار سے تشبیہ کی چار اقسام ہیں۔

(۱) مفرد کی مفرد سے تشبیہ جس طرح

هذا الشيء كالمسك في الرائحة

یہ چیز خوشبو میں کستوری کی طرح ہے

(۲) مرکب کی مرکب سے تشبیہ۔

یعنی مشبہ اور مشبہ بہ دونوں کو متعدد امور سے کوئی شکل حاصل ہو (یعنی دونوں مرکب ہوں) جس طرح

کان مشار الفقع فوق رونسنا

و امیاطنا لیل تهاوی کواکبه

مکویہ تیز رفتار گھوڑوں کے پاؤں سے اڑی ہوئی گرد ہمارے سروں اور ہماری ٹکڑوں پر ایک رات ہے جس کے ستارے ٹوٹ رہے ہوں

غبار کی ہیت اور اس میں ٹکڑوں کا ادھر ادھر چلنا یہ مشبہ مرکب ہے اور رات کی تاریکی اور اس میں ستاروں کا ٹوٹنا یہ مشبہ بہ مرکب ہے

(۳) مفرد کی مرکب سے تشبیہ جس طرح

شقیق کی تشبیہ یا قوتی جھنڈوں سے جو زبردی نیزوں پر پھیلائے گئے ہیں

مشبہ صرف شقیق ہے اور مشبہ بہ مرکب ہے اور وہ یا قوتی جھنڈے اور زبردی نیزے وغیرہ ہیں

(۴) مرکب کو مفرد سے تشبیہ دینا جس طرح شاعر کا قول ہے

یا صاحبی تقضیا نظریکما تریا وجوه الارض کیف تصور

تویا نہارا مشمسا قد شابه زهر الربا لکانما هو مقمر

اے میرے دونوں ساتھیو غور سے دیکھو تو تم زمین کو دیکھو گے کہ کسی طرح وہ اپنی صورت بدلتی ہے اس دھوپ والے دن میں جب اونچی جگہوں کے پھول مخلوط ہو گئے گویا وہ چاندنی رات ہے

اس میں روشن دن کو جو ٹیلوں کے پودوں سے مخلوط ہے چاندنی رات کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے وہاں مشبہ یعنی روشن دن جو پودوں سے مخلوط مشبہ مرکب ہے اور چاندنی رات مشبہ بہ مفرد ہے۔

تشبیہ ملفوف و مفروق کا بیان

(وینقسم) باعتبار الطرفين ایضاً الی ملفوف و مفروق .

فالملفوف ان یؤتی بمشبهین او اکثر ثم بالمشبه بها نحو .

کان قلوب الطیر رطبا و یابسا لدی و کرھا العناب و الحشف البالی

فانہ شبه الرطب الطری من قلوب الطیر بالعناب و الیابس العتیق منها بالتمر الردی .

والمفروق ان یؤتی بمشبه و مشبه به ثم اخرو اخر نحو .

النشر مسک و الوجوه دنا . نیرو اطراف الاکف علم

وان تعدد المشبه دون المشبه به سمي تشبیہ التسویة نحو .

کلاهما کاللیالی

صدغ الحبيب وحالی

وان تعدد المشبه به دون المشبه مسمى تشبيه الجمع لحو

منضدا وبردا واقاح

کالما یسم عن الزیل

ترجمہ

ایک اور تقسیم، دونوں طرف کے اعتبار سے تشبیہ کی یہ دو قسمیں بھی بنتی ہیں

(۱) تشبیہ ملفوف کی تعریف

کلام میں دو یا اس سے زیادہ مشہ لائے جائیں پھر مشہ بہ لایا جائے جس طرح

کان قلوب الطیر رطبا ویاہسا لدی وکرہا الغناب والخشف البالی

گویا پرندوں کے تازہ اور خشک دل شکرے کے گھونسلے کے پاس عتاب اور ردی کجور کی طرح ہیں۔

اس میں پرندے کے تازہ کیلچے کو عتاب سے اور خشک کو پرانی ردی کجوروں سے تشبیہ دی گویا پہلے دونوں مشہ ذکر کئے اور پھر دونوں مشہ بہ۔

(۲) تشبیہ مفروق کی تعریف

پہلے ایک مشہ اور مشہ بہ کو لایا جائے پھر دوسرے مشہ اور مشہ بہ کو لایا جائے جس طرح

النشر مسک والوجوه دنا نہر واطراف الاکف عنم

ان عورتوں کی خوشبو کستوری کی طرح چہرے دیناروں کی طرح اور انگلیوں کے سرے عنم درخت (کے پھول کی) طرح سرخ ہے یہاں النشر مشہ، مسک مشہ بہ، الوجوه مشہ اور دنا نیز مشہ بہ اور اطراف مشہ اور عنم مشہ بہ ہے مشہ اور مشہ بہ کو اکٹھا ذکر کیا پھر اسی طرح مزید مشہ اور مزید مشہ اور مشہ بہ کا ذکر اکٹھا ہے۔

نوٹ: اگر مشہ معتدد ہوں اور مشہ بہ متعدد نہ ہوں تو اسے تشبیہ تسویہ کہتے ہیں جس طرح شاعر کا قول ہے

صدغ الحبيب وحالی کلاهما کاللیالی

محبوب کی کنیسی اور میرا حال دونوں راتوں کی طرح ہے

یہاں مشہ دو ہیں صدغ الحبيب اور حالی اور مشہ بہ ایک ہے یعنی اللیالی اور اگر مشہ بہ متعدد ہوں لیکن مشہ معتدد نہ ہو تو اسے تشبیہ جمع کہتے ہیں

جس طرح شاعر کا قول ہے

کالما یقسم عن لئو لئو
منضد او ہرد او اقاح

گویا کہ وہ ایسے شفاف موتیوں سے بنتی ہے جو تہ بہ تہ ملے ہوئے ہیں یا اولوں یا گل ہالونہ سے مسکراتی ہے
یہاں مشہ محذوف ایک ہے اور وہ محبوبہ کے دانت ہیں جب کہ مشہ بہ متعدد ہیں یعنی موتی او لے اور گل ہالونہ
وجہ شبہ کے اعتبار سے تشبیہ کی اقسام کا بیان

وینقسم باعتبار وجه الشبه الى تمثيل وغير تمثيل فالتمثيل ما كان وجهه منتزعا من متعدد
كتشبيه الثريا بعنقود العنب المنود وغير التمثيل ما ليس كذلك كتشبيه النجم بالدرهم .
وینقسم بهذا الاعتبار ايضا الى مفصل ومجمل فالاول ما ذكر فيه وجه الشبه نحو .
ولغره في صفاء . واد معى كالليالي

والثاني ما ليس كذلك نحو النحو في الكلام كالملح في الطعام .
وینقسم باعتبار اداته الى مؤكد وهو ما حذف اداته نحو هو بحر في الجود ومرسل وهو ما ليس
كذلك نحو هو كالبحر کرما .

ومن المؤكد ما اضيف فيه المشبه به الى المشبه نحو .
والريح تعبت بالفصون وقد جرے

ذهب الاصيل على لجين الماء

وجہ تشبیہ کے اعتبار سے تقسیم

وجہ تشبیہ کے اعتبار سے تشبیہ کی دو قسمیں ہیں

(۱) تمثیل (۲) غیر تمثیل

تمثیل کی تعریف

وہ تشبیہ جس میں وجہ شبہ متعدد سے لی گئی ہو جیسے ثریا (ستارہ کی تشبیہ چمکتے ہوئے انگوڑے کے چمکے کے ساتھ اس میں ایک سے زائد
انگوڑے ہیں)

غیر تمثیل کی تعریف

جو اس طرح نہ ہو (یعنی وجہ شبہ متعدد سے نہ ہو) جیسے ستارے کو درہم سے تشبیہ دینا

نوٹ: اس اعتبار سے تشبیہ کی مزید دو قسمیں ہیں

(۱) مفصل (مجمل)

تشبیہ مفصل کی تعریف

وہ ہے جس میں وجہ شبہ مذکور ہو جیسے

ونعروہ فی صفاء وادمعی کاللالی

اس کے سامنے کے دانت اور میرے آنسو صفائی میں موتیوں کی طرح ہیں

تشبیہ مجمل کی تعریف

وہ تشبیہ ہے جس میں وجہ شبہ مذکور نہ ہو جیسے

البحر فی الکلام کالملح فی الطعام

نحو کلام میں ایسے ہے جس طرح کھانے میں نمک ہو

یہاں وجہ شبہ بیان نہیں ہوئی اور وہ لذیذ ہونا ہے

حرف تشبیہ کے اعتبار سے تقسیم

حرف تشبیہ کے اعتبار سے تشبیہ کی دو قسمیں ہیں

(۱) تشبیہ موکدہ (۲) تشبیہ مرسل

تشبیہ موکدہ کی تعریف

وہ ہے جس میں حرف تشبیہ محذوف ہو جیسے

هو بحر فی الجود وہ سخاوت میں دریا کی طرح ہے

یہاں کا البحر کا کاف حرف تشبیہ محذوف ہے

تشبیہ مرسل کی تعریف

وہ تشبیہ ہے جس میں حرف تشبیہ مذکور ہو جیسے

هو کالبحر کرما وہ کرم میں دریا کی طرح ہے یہاں کاف حرف تشبیہ مذکور ہے

نوٹ: جس تشبیہ میں مشبہ بہ کی طرف اضافت ہو وہ بھی تشبیہ موکدہ ہے جیسے

والریح نعبث بالغصون وقد جرى ذهب الاصيل علی لجین الماء

تیز ہوا ٹہنیوں کے ساتھ کھیلتی ہے ایسی حالت میں کہ شام کا سونا پانی کی چاندی یعنی سفید پر پڑا

یہاں لجین الماء میں مشبہ بہ لجین کی اضافت الماء کی طرف ہے جو مشبہ ہے اور حرف تشبیہ محذوف ہے

المبحث الثالث في الغرض التشبيه

تیسری بحث اغراض تشبیہ کے بیان میں ہے

الغرض من التشبيه . اما بيان امكان المشبه نحو .

فان تفق الانام وانت منهم فان المسك بعض دم الغزال

فانه لما ادعى ان الممدوح مبائن لاصله بخصائص جعلته حقيقة منفردة احتج على امكان
دعواه بتشبيهه بالمسك الذي اصله دم الغزال .

واما بيان حاله كما في قوله .

كانك شمس والملوك كراكب

اذا طلعت لم يبد منهن كركب

واما بيان مقدار حاله نحو .

فيها اثنتان واربعون حلوبة

سودا كخافية الغراب الاسحم

شبه النوق السود بخافية الغراب بيانا لمقدار سوادها .

واما تقرير حاله نحو .

ان القلوب اذا تنا فرودها

مثل الزجاجه كسرهما لا يجبر

شبه تنافر القلوب بكسر الزجاجه تشبها لتعذر عودتها الى ما كانت عليه من المؤدة .

واما تزيينه نحو .

سوداء واضحة الجبين

كمقلة الظبي الغريس

شبه سوادها بسواد مقلة الظبي تحسinalها .

واما تقيحه نحو .

واذا اشار محدثا فكانه

قرديقه او عجوز تلطم

وقد يعود الغرض الى المشبه به اذا عكس طرفا التشبيه نحو

وبدا الصباح كان غوته

وجه الخليفة حين يمتدح

ومثل هذا يسمى بالتشبيه المقلوب،

تشبیہ کی اغراض

تشبیہ کی درج ذیل اغراض ہیں۔

(۱) امکان مشبہ کا بیان (۲) حال مشبہ کا بیان (۳) مشبہ کی مقدار حال کا بیان

(۴) حال مشبہ کی تقریر کا بیان (۵) ترین مشبہ (۶) قبیح مشبہ

(۱) تشبیہ سے کبھی امکان مشبہ کا بیان مقصود ہوتا ہے جیسے

فان المسك بعض دم الغزال

فان تفق الانام وانت منهم

اگر آپ مخلوق سے بڑھ جائیں (تو حرج کیا ہے) آپ ان ہی میں سے ہیں کیوں کہ کستوری ہرن کے خون کا بعض ہے جب شاعر متنبی نے دعویٰ کیا کہ اس کا ممدوح سیف الدولہ چند خصوصیات کی وجہ سے دوسروں سے جدا ہے جو خصوصیات اسے الگ حقیقت ثابت کر رہی ہے تو اسے اپنے دعویٰ کا ممکن ہونا ثابت کرنے کیلئے کستوری سے تشبیہ دینا پڑی جس کی اصل ہرن کا خون ہے

(۲) تشبیہ کی دوسری غرض کا حال بیان کرنا ہے جیسے شاعر کا قول ہے

اذا طلعت لم يدمنهن كوكب

كانك شمس والملوك كواكب

گویا کہ تم سورج ہو اور دوسرے بادشاہ ستارے ہیں جب تم نکلتے ہو تو ان میں سے کوئی ستارہ ظاہر نہیں ہوتا

اس میں ممدوح کو سورج سے اور دوسرے بادشاہوں کو ستاروں سے تشبیہ دیکر اپنے ممدوح کا مقام بیان کیا

(۳) تشبیہ کی تیسری غرض مشبہ حال کی مقدار بیان کرنا ہوتا ہے جیسے

سودا كخالية الغراب السحيم

فيها التان واربعون حلوبة

اس خاندان میں بیالیس دودھ دینے والی کالے رنگ کی اونٹیاں ہیں جو کالے کوئے کے پر کی مثل ہیں

یہاں اونٹیوں کی سیاحت کی مقدار بیان کرنے کیلئے کالے کوئے کے پر سے تشبیہ دی

(۴) تشبیہ کی چوتھی غرض حال مشبہ کی تقریر ہے جیسے

مثل الزجاجة كسرها لا يجبر

ان القلوب اذا تنافر ودها

جب دلوں کی محبت نفرت میں بدل جائے تو وہ شیشے کی مثل ہیں جو ٹوٹا ہو جوڑا نہیں جاتا

دلوں کی نفرت کو شیشے کے ٹوٹنے سے تشبیہ دی اور اس بات کو ثابت کیا کہ پہلے جو محبت تھی دل کی اس حالت کا لوٹنا مشکل ہے

(۵) تشبیہ کی پانچویں ترین مشبہ ہے (زینت دینا) جیسے

سوداء واضعة الجبین کمقلة الطبی الفریر

وہ سیاہ ہے روشن پیشانی والی ہے اس کی آنکھ پیاری ہرن کی طرح ہے
محبوبہ کی سیاہی کو ہرن کی آنکھ کی سیاہی سے تشبیہ دی تاکہ اس کا حسن ثابت کرے
(۶) تشبیہ کی چھٹی غرض مشہ کی تفسیح ہے (برائی ظاہر کرتا ہے) جیسے

واذا اشار محدثا فکانہ فرد یفہمہ او عجول تلطم

اور جب وہ بات کرتے ہوئے اشارہ کرتا ہے تو گویا وہ بندر ہے جو لہجہ لگا رہا ہے یا بڑھیا ہے جو اپنے رخساروں پر طمانچہ مار رہی

تشیبہ مقلوب:

بہی غرض مشہ بہ کی طرف لوثی ہے جب تشبیہ کیدوں طرفوں کو الٹ دیا جائے اسے تشبیہ مقلوب کہتے ہیں جیسے

وبدا الصباح کان غرقہ وجہ الخلیفۃ حین یمتدح

اور صبح ظاہر ہوئی گویا کہ اس کی روشنی بادشاہ کا چہرہ ہے جب اس کی مدح کی جائے

اس بادشاہ کا چہرہ مشہ تھا اور صبح کی روشنی مشہ بہ لیکن اس کو الٹ دیا اور اب بادشاہ کا چہرہ مشہ بہ بنا دیا گیا۔



المستعمل (۱)

مجاز کا بیان

مجاز کی تعریف و بیان

هو اللفظ (۲) المستعمل في غير ما وضع له لعلاقة .

مع قرينة مألوفة من ارادة المعنى السابق كالرد المستعملة في الكلمات الفصيحة في قولك فلان يتكلم بالدور فانها مستعملة في غير ما وضعت له اذ قد وضعت في الاصل . للالى الحقيقية ثم نقلت الى الكلمات الفصيحة لعلاقة المشابهة بينهما في الحسن والذي يمنع من ارادة المعنى الحقيقي قرينة يتكلم وكالا اصابع المستعملة في الانامل في قوله تعالى . (يجعلون اصابعهم في آذانهم) فانها مستعملة في غير ما وضعت له لعلاقة ان اللملة جزء من الاصبع فاستعمل الكل في الجزء وقرينة ذلك انه لا يمكن جعل الاصابع بتمامها في الآذان . والمجاز ان كانت علاقته المشابهة بين المعنى المجازي والمعنى الحقيقي كما في المثال الاول يسمى استعارة والا لمجاز مرسل كما في المثال الثاني .

ترجمہ

مجاز وہ لفظ ہے جس کو کسی تعلق کی وجہ سے اس معنی میں استعمال کیا جائے جس کے لئے اس کو وضع نہیں کیا گیا (غیر ما وضع) میں

(استعمال)

اس میں ایسا قرینہ ہوتا ہے جو سابق معنی مراد لینے سے مانع ہوتا ہے مثلاً

فلان يتكلم بالدور

فلاں شخص کے منہ سے موتی چھیڑ رہے ہیں۔ یہاں الدور کا لفظ فصیح کلمات کے لئے استعمال ہوا تو یہ استعمال اس معنی میں ہے جس کیلئے موتی کا لفظ وضع نہیں کیا گیا کیونکہ حقیقت میں الدور کا لفظ موتیوں کے لئے وضع کیا گیا ہے پھر اسے فصیح کلمات کی طرف منتقل کیا گیا کیونکہ موتیوں اور فصیح کلمات میں حسن کے اعتبار سے تشبیہ کا علاقہ ہے اور لفظ کلام اس بات کا قرینہ ہے کہ یہاں موتی

اپنے حقیقی اپنے معنی میں استعمال نہیں ہوتا

اسی طرح قرآن مجید میں ہے

یجعلون اصابعهم فی اذانهم

وہ اپنی انگلیوں (کے پوروں) کو اپنے کانوں میں ڈالتے ہیں

یہاں انگلیوں سے اس کے پورے مراد ہیں اور یہ غیر ماضع لہ میں استعمال کیونکہ اصابع کا لفظ انگلیوں کے لیے وضع کیا گیا ہے پوروں کے لئے نہیں لیکن چونکہ پورے انگلیوں کی جزء ہیں تو اس علاقہ کی وجہ سے پورے مراد لیے اور حقیقی معنی مراد لینے میں رکاوٹ پر قریب یہ ہے کہ پوری انگلی کو کان میں ڈالنا ممکن نہیں لہذا اکل بول کر جزء مراد لیا۔

اگر حقیقی اور مجاز معنی کے درمیان تشبیہ کا علاقہ ہو جیسے پہلی مثال میں ہے تو اسے استعارہ کہتے ہیں۔ اور اگر تشبیہ کا علاقہ نہ ہو جیسے دوسری مثال میں ہے تو اسے مجاز مرسل کہتے ہیں۔

الاستعارة

استعارہ

استعارہ کا بیان

الاستعارة هي مجاز علاقته المشابهة كقوله تعالى كتاب انزلناه اليك لتخرج الناس من الظلمات الى النور . اي من الضلال الى الهدى . فقد استعملت (ا) الظلمات والنور في غير معناهما الحقيقي والعلاقة المشابهة بين الضلال والظلام والهدى والنور .

والقربة ما قبل ذلك واصل الاستعارة تشبيه حذف احد طرفيه ووجه شبهه واداته .
والمشبه يسمى مستعار الہ والمشبہ به مستعار منه .

ففي هذا المثال المستعار له هو الضلال والهدى والمستعار منه هو معنى الظلام والنور ولفظ الظلمات والنور يسمى مستعاراً . وتنقسم الاستعارة الى مصرحة وهي ما صرح فيها بلفظ المشبه به .

كما في قوله .

وردت وعضت على العناب بالبرد

فامطرت لؤلؤاً من نرجس وسقت

فقد استعار اللؤلؤ والبرجس والورد والعناب والبرد للدموع والعيون والحدود والالامل
والاسنان والى مكنية وهى ما حذف فيها الشبه به ورمز اليه بشيء من لوازمه كقوله تعالى
واخفض لهما جناح الذل من الرحمة (۱) فقد استعار الطائر للذل ثم حذفه ودل عليه بشيء من
لوازمه وهو الجناح واليات الجناح للذل يسمونه استعارة تخیلیہ،

ترجمہ

استعارہ وہ مجاز ہوتا ہے جس میں تشبیہ کا علاقہ ہو جیسے قرآن مجید میں ہے۔

کتاب انزلناہ الیک لتخرج الناس من الظلمات الی النور

یہ کتاب ہم نے اسے آپ کی طرف اتارنا تاکہ آپ لوگوں کو اندھیروں سے روشنی کی طرف نکالیں

یعنی گمراہی سے ہدایت کی طرف نکالیں۔ یہاں ظلمات اور نور کا لفظ ان معنوں میں استعمال نہیں ہوئے جن کے لئے ان کو وضع
کیا گیا یعنی حقیقی معنی میں مستعمل نہیں ہیں۔ گمراہی اور اندھیرے کے درمیان تشبیہ کا علاقہ ہے اور اسی طرح ہدایت اور نور کے
درمیان بھی تشبیہ کا علاقہ ہے اور اس میں قرینہ اس کا ماقبل یعنی کتاب انزلناہ الیک ہے کیونکہ کتاب کے اتارنے کا مقصد گمراہی
سے ہدایت کی طرف لے جاتا ہے لہذا یہاں ظلمات اور نور کا حقیقی معنی مراد نہیں ہو سکتا۔ استعارہ میں اصل یہ ہے تشبیہ کی دو طرفوں
میں سے ایک طرف کو نیز وجہ شبہ اور حرف تشبیہ کو بھی حذف کیا جائے۔

نوٹ: مشبہ کو مستعار لہ اور مشبہ بہ کو مستعار منہ کہتے ہیں۔ پس اس مثال میں مستعار لہ گمراہی اور ہدایت ہے اور مستعار منہ
اندھیرے اور نور کا حقیقی معنی ہے اور لفظ ظلمات اور لفظ نور کو مستعار کہا جاتا ہے۔

استعارہ کی تقسیم

استعارہ کی تین قسمیں ہیں۔

پہلی تقسیم طرفین کے ذکر کے اعتبار سے ہے اور اس کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) استعارہ مصرحہ (۱) استعارہ مکیہ (اسے استعارہ تخیلیہ بھی کہتے ہیں)

استعارہ مصرحہ کی تعریف

وہ استعارہ ہے جس میں لفظ مشبہ بہ صراحتاً ذکر کیا گیا ہو جیسے

فامطرت لئولئوا من نرجس وسقت وردا وعضت علی العناب بالبرد

پس اس نے نرگس سے موتیوں کی بارش برسائی اور اس سے گلاب کے پھول کو سیراب کیا اور بابونہ پھول کو او لے سے کاٹا

اس شعر میں شاعر نے موتی زگس گلاب عناب اور اگلے کو بالترتیب آنسو آنکھوں رخساروں انگلیوں کے پوروں اور دانتوں کیلئے استعارہ کیا لیکن آنسو مشبہ ہیں اور موتی مشبہ بہ آنکھ مشبہ اور زگس مشبہ بہ اسی طرح رخسار انگلیوں کے پورے اور دانت مشبہ ہیں اور گلاب کا پھول عناب اور اگلے مشبہ بہ ہیں یہاں مشبہ بہ واضح الفاظ میں مذکور ہے۔

(۲) استعارہ مکئیہ کی تعریف

وہ ہے جس میں مشبہ بہ محذوف ہو لیکن اس کے لوازم میں سے کسی چیز سے اس کی طرف اشارہ کیا ہو جیسے قرآن مجید میں ہے
واخفض لهما جناح الذل من الرحمة

اور ان کے لئے رحمت کے پر جھکا دو۔ اس آیت میں پرندے کو ذل کے لئے استعارہ کیا پھر اسے حذف کر دیا اور اس پر اس کے لوازم میں سے ایک چیز یعنی پرندوں نے دلالت کی ذل کیلئے پروں کو ثابت کرنے کا نام ارباب بلاغت کے نزدیک استعارہ ثانیہ ہے۔

دوسری تقسیم لفظ مستعار کے اعتبار سے ہے اس صورت میں استعارہ کی دو قسمیں ہیں

(۱) استعارہ اصلیہ (۲) استعارہ تبعیہ

وتنقسم الاستعارۃ الی اصلیۃ وہی ما کان فیہا المستعار اسماً غیر مشتق کاستعارۃ الظلام للضلال والنور للهدی و الی تبعیۃ وہی ما کان فیہا المستعار فعلاً او حرفاً او اسماً مشتقاً نحو فلان ركب کتفی غریمة (۱) ای لازمه ملازمة شديدة وقوله تعالى اولئك على هدى من ربهم . ای (۲) تمکنوا من الحصول علی الهدایة التامة .

ونحو قوله

ولئن لطقت بشکر برك مفصحا . فلسان حالى بالشکایة انطق ونحو اذقته لباس الموت ای البسته اياه (۱)

وتنقسم الاستعارۃ الی مرشحة وهی ما ذکر فیہا ملائم المشبهه نحو اولئك الذين اشتروا الضلالة بالهدی فمارجت بحارتهم فالاشتراء مستعار للاستبدال وذكر الرج والتجارة ترشیح والی مجردة وهی التي ذکر فیہا ملائم المشبهه نحو فاذاقها الله لباس الجوع والخوف . استعیر اللباس لما غشی الانسان عند الجوع والخوف والا ذاقه تجرید لذلك والی مطلقة وهی التي لم يذكر معها ملائم نحو ينقضون عهد الله .

ولا يعتبر الترشیح والتجرید الا بعد تمام الاستعارۃ بالقرينة،

استعارہ اصلہ کی تعریف

وہ استعارہ ہے جس میں مستعار اسم غیر مشتق ہو جیسے لفظ ظلام مستعارہ میں ضلال کے لئے اور نور مستعارہ ہے ہدی کے لئے۔

استعارہ تبعیہ کی تعریف

وہ استعارہ ہے جس میں مستعارہ فعل یا حرف یا اسم مشتق ہو جیسے فعل کی مثال فلان ركب کتلی غریبہ فلاں شخص اپنے قرض دار کے کاندہوں پر سوار ہو گیا یعنی اچھی طرح اس کے پیچھے پڑ گیا اسی طرح ارشاد خداوندی ہے حرف کی مثال اولئك علی ہدی من رحم وہ لوگ اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں یعنی وہ پوری ہدایت حاصل کرنے پر قادر ہیں پہلی مثال میں لفظ مستعار فعل ركب ہیا اور دوسری مثال میں مستعار علی حرف جار ہے

اور استعارہ پھر منقسم ہوتا ہے (ملائم کے ذکر یا حذف کے اعتبار سے) مرشحہ اور مجردہ اور مطلقہ کی صورت میں اور مرشحہ یہ ہے کہ جس میں مشبہ کے ملائم و مناسب کو ذکر کیا گیا ہو جیسا کہ والنك الذین اشتروا الضللة بالہدی فما ربحت تجارتہم (یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے مولیٰ گمراہی ہدایت کے بدلے سونا فح نہ ہوئی ان کی سوداگری) پس اشتراء استبدال کا مستعار (مشبہ بہ) ہیا اور ربح اور تجارت کا ذکر یہ ترشح ہے

اور استعارہ مجردہ یہ ہے کہ جس میں مشبہ کے ملائم و مناسب کو ذکر کیا جائے جیسے فاذا قہا اللہ لباس الجوع والخوف (پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو ایک محیط اور خوف کے اس اثر کا جو انسان کو محیط ہو جاتا ہے) (پس بھوک اور خوف کا اثر محیط مستعار لہ اور مشبہ ہوگا) اور اذانت چکھنا یہ تجرید ہے

استعارہ مطلقہ یہ ہے کہ اس ک یا تھ کوئی بھی ملائم و مناسب مذکور نہ ہو (نہ مشبہ کا اور نہ مشبہ بہ کا) جیسا کہ یثقفون عہد اللہ (جو توڑنے ہیں خدا تعالیٰ کے عہد کو)

اور تجرید اور ترشح کا اسی وقت اعتبار کیا جائے گا جب کہ قرینہ کے ذریعے استعارہ تام ہو جائے۔

شرح

استعارہ

استعارہ عربی زبان کا لفظ ہے جس کے لغوی معنی ہیں۔ "مانگنا، عاریت لینا"۔ استعارہ علم بیان کی اصطلاح ہے جو اردو میں عربی و فارسی زبانوں کے ذریعے رائج ہوئی۔ اصطلاح میں استعارہ مجاز کی ایک ایسی قسم ہے جس میں دو اشیاء کسی مشابہت کے سبب ایک شے کے تصور کو پیش کرتی ہیں۔ یعنی استعارہ میں تاویل کے ذریعے ایک شے کو دوسری شے کی جنس میں شامل کیا جاتا ہے۔ جیسے بہادر انسان اور شیر میں بہادری کی صفت یا مشابہت کو ملحوظ رکھتے ہوئے بہادر انسان کو بھی بہ شیر تصور کر لینا۔ استعارے کی بنیاد تشبیہ پر

ہوتی ہے لیکن استعارے میں مشبہ کا ذکر نہ ہو کر صرف مشبہ بہ کا ذکر کیا جاتا ہے جو معنی کے اعتبار سے مشبہ پر دلالت کرتا ہے۔ تشبیہ اور استعارے میں فرق یہ ہے کہ تشبیہ میں دو اشیاء اپنی جداگانہ حقیقت کو قائم رکھتی ہیں جب کہ استعارے میں ایک شے کے اندر دوسری شے ملحوظ ہوتی ہے۔ یہاں یہ امر قابل غور ہے کہ دو مختلف حقیقتوں کا یہ اتحاد عقلی نوعیت کا حامل ہوتا ہے یا لغوی نوعیت کا۔ اس امر پر مشرقی ناقدین میں اختلافات پائے جاتے ہیں۔

بعض علماء کا خیال ہے کہ استعارہ مجاز لغوی ہے جب کہ بعض کا اصرار ہے کہ استعارہ مجاز عقلی ہے۔ مجاز لغوی کی تعریف یہ ہے کہ لفظ اپنے لغوی معنی کے غیر میں استعمال کیا جائے اور مجاز عقلی کی تعریف یہ ہے کہ کسی غیر واقعی چیز کو واقعی ٹھہرایا جائے۔ یعنی وہ غیر واقعی شے عقلی حقیقت کے ذیل میں ہو۔ استعارے کو مجازی لغوی سے تعبیر کرنے والے ناقدین کے نزدیک استعارے میں لفظ کے معنی ملحوظ ہوتے ہیں نہ کہ لفظ کا مشارا الیہ یعنی شیر معنی کے اعتبار سے بہادر انسان پر دلالت کرتا ہے، اپنی ہیئت و صورت کے اعتبار سے نہیں۔ اس لیے بہادر انسان کو شیر کی جنس میں تاویل کے ذریعے داخل کیا جاتا ہے۔ اس نظریہ کے حامل ناقدین کے نزدیک لفظ شیر کی دونو معنیتیں ہوتی ہیں۔ (1) شیر جو اپنی خاص ہیئت و صورت کے ساتھ بہادری کی صفت سے متصف ہے (2) ایسا شیر جو اپنی ہیئت و صورت سے علیحدہ حقیقی شیر کی طرح بہادر ہے۔ چونکہ لغوی اعتبار سے لفظ شیر کا مشارا الیہ نوع اول ہے اس لیے نوع دوم کی حیثیت مجازی ہوتی ہے۔

استعارے کو مجاز عقلی قرار دینے والے ناقدین کے نزدیک بہادر انسان کو شیر کہنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ بعینہ جانور درندہ شیر ہے جو بہادری کی صفت رکھتا ہے۔ زید کو شیر کہنے کا یہ مطلب نہیں کہ زید شیر کے مماثل ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ زید ہی شیر ہے۔ چونکہ زید کی حقیقت اور شیر کی حقیقت جدا جدا ہے اس لیے غیر حقیقی چیز کو واقعی ٹھہرانا مجاز عقلی ہے۔ اس نظریہ کے تحت لفظ شیر کا موضوع نہ بہادر شخص ہے۔ استعارے کو مجاز لغوی ماننے والے ناقدین کے نزدیک بہادر انسان کو بعینہ شیر ٹھہرانے کا مطلب یہ نہیں کہ لفظ شیر بہادر انسان کا موضوع نہ ہوتا ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ بہادر انسان اور لفظ شیر میں مبالغے کی غرض سے مشابہت کو قطعی طور پر فراموش کر دیا جاتا ہے۔ بعض ناقدین کا خیال ہے کہ استعارہ اسم جامد نہیں ہوتا بلکہ مشتقات میں سے ہوتا ہے۔ زید شیر ہے استعارہ نہیں ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ زید اسم جامد ہے اس صورت میں زید کی حقیقت بدل جاتی ہے۔ جب کہ امام غزالی اور فخر الدین رازی کے مطابق استعارہ اسم جامد اور علم میں بھی ہو سکتا ہے۔ لیکن اس کے لیے کسی قرینے کا ہونا شرط ہے۔ (ماخوذ از بحر الفصاحت) اس مقام پر عبدالقادر جرجانی کے نظریہ استعارے کو اہمیت حاصل ہے جو کہ مجاز لغوی اور مجاز عقلی کا نقطہ اتصال ہے۔ جرجانی کے نزدیک بہادر انسان کے معنی لفظ شیر سے حاصل نہیں ہوتے بلکہ اس کے معنی سمجھنے سے حاصل ہوتے ہیں یعنی انسان کو شیر بنانا اس وقت تک بے معنی ہے جب تک یہ نہ کہہ جائے کہ انسان شیر سے اس درجہ مماثل اور اکمل ہے کہ وہ شیر سے برابری کا درجہ رکھتا ہے اس مقام پر وہ واقعی شیر تصور کیا جاسکتا ہے۔ جرجانی کے نزدیک استعارہ تصور معنی پر مبنی ہوتا ہے اور براہ راست معنی کا حامل ہوتا ہے یعنی غزال کے معنی حسین عورت قرار دینے جاسکتے ہیں لیکن حسین عورت کا ترجمہ غزال نہیں ہے۔ اس سلسلے میں لکھتے ہیں:

مذکر مستخرج البلاغہ اور زبور و شرح و دروس البلاغہ
 اگر کوئی مترجم ہمارے فقرے "میں نے ایک شیر دیکھا" کا ترجمہ کسی ایسے فقرے سے کرے جس کے معنی ہوں بہادر طاقتور
 شخص اور وہ نام نہ استعمال کرے جو اس زبان میں شیر کے لیے ہے تو وہ مترجم ہمارے کلام کا ترجمہ نہیں کر رہا ہے بلکہ اپنا ہی کلام
 ترتیب دے رہا ہے۔

(اسرار البلاغہ: عبدالقادر جرجانی مشمولہ شعر شورا نگیز جلد سوم، شمس الرحمن فاروقی)

جرجانی کے مطابق استعارہ مستعار لہ کے بارے میں قطعی اور پر زور معلومات فراہم کرنے کے ساتھ برابری کا اثبات نہیں
 تاکید سے کرتا ہے۔ مذکورہ مباحث کی روشنی میں استعارے کے سلسلے میں چار نکات سامنے آتے ہیں۔ (۱) استعارہ مشابہت پر مبنی
 ہوتا ہے لیکن مشابہت کو ظاہر نہیں کرتا۔ (۲) استعارے میں مستعار لہ اور مستعار منہ علیحدہ علیحدہ خارجی حقیقت کے حامل ہوتے ہیں
 لیکن تصوراتی سطح پر ان کی حقیقت ایک ہوتی ہے یعنی استعارہ مستعار لہ اور مستعار منہ دونوں کی صفات کا حامل ہوتا ہے استعارے
 میں ایک لازم کے دو ملزوم ہوتے ہیں۔ (۳) استعارہ مستعار لہ کے معنی میں زور اور قوت پیدا کرنے کا ذریعہ ہے۔ (۴) استعارہ بجز
 حقیقت ہوتا ہے یعنی اس کی حیثیت لغوی معنی کی طرح ہوتی ہے۔ جرجانی کے نظریے سے ایک بات اور مترشح ہوتی ہے کہ استعارہ
 میں وجہ جامع صورت نہیں ہوتی بلکہ معنی ہوتے ہیں۔ جیسا کہ مثال سے ظاہر ہے بہادری، جرات وغیرہ امور معنی ہیں صورت نہیں
 ہیں۔ یعنی وجہ جامع حسی ہونے کے بجائے عقلی اور تجریدی نوعیت کی ہوتی ہے جیسے پھول سے محبوب کے استعارے میں وجہ جامع
 خوبصورتی ہوگی نہ کہ پھول کا سرخ ہونا یا اس کی ظاہری ہیئت جو کہ حسی ہیں۔ لیکن دیگر علمائے بیان نے استعارے کے لیے کسی ایسی
 شرط کو بیان نہیں کیا ہے۔ بعض مشرقی ناقدین کا خیال ہے کہ استعارے میں امر محال کا ہونا جائز نہیں۔ استعارہ فقط مشبہ یا حزن
 تشبیہ کے محذوف ہونے سے قائم نہیں ہوتا جس کی وجہ یہ ہے کہ بعض صورتوں میں مشبہ اپنے وجود کا برابر اعلان کرتا رہتا ہے جیسے
 زید کون ہے۔ مقدر سوال کے جواب میں کہا جائے شیر ہے۔ یہاں مشبہ اور حرف تشبیہ محذوف ہونے کے باوجود یہ ہیئت تشبیہ کی
 ہے کیونکہ زید کا شیر ہونا امر محال ہے۔ استعارہ اسی وقت قائم ہوتا ہے جب مشبہ مشبہ بہ میں ضم ہو جائے اس لیے "زید شیر ہے"
 "تشبیہ مضمرا لادات ہے یہاں حرف تشبیہ کو محذوف ماننا ہوگا۔ اس کے برعکس یہ جملہ "میں نے شیر کو تیر چلاتے دیکھا" استعارہ
 ہے۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں مقصود دیکھنا ہے شیر کے تیر چلانے میں جو امر محال ہے وہ غیر مقصودی ہے۔ نجم الغنی خاں نے اس
 بات کو بھرپور دلیل سے رد کرتے ہوئے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ استعارے میں امر محال کا مقصودی اور غیر مقصودی ہونا کوئی معنی نہیں رکھتا
 بلکہ استعارے کے لیے تاویل کا ہونا شرط ہے۔ عبدالرحمن دہلوی کے مطابق متاخرین فارسی کے نزدیک تشبیہ مضمرا لادات
 استعارے کے ذیل میں شامل ہے لیکن اردو میں قدیم وجد ناقدین اس طرح کی تشبیہ کو استعارے کے بجائے استعارہ نما تشبیہ
 تشبیہی استعارہ مانتے ہیں۔ شمس الرحمن فاروقی نے تشبیہ مضمرا لادات، کنایہ اور مجاز مرسل، علم بیان کے تینوں اجزاء کو استعارے سے
 تعبیر کیا ہے۔ اس سلسلے میں لکھتے ہیں:

مجاز مرسل ایک لفظ سے دوسرے لفظ تک پہنچنے کا اور پچھلے لفظ کو ترک کرنے کا عمل ہے۔ جب وہ لفظ جو ایک لفظ کی جگہ پر رکھا گیا

خود بھی حقیقت کا حامل ہے تو اس حقیقت سے بھی استعارہ بن سکتا ہے لہذا مجاز مرسل بھی استعارہ ہے۔ (شعر شور انگیز جلد چہارم شمس الرحمن فاروقی)

شمس الرحمن فاروقی کا یہ کہنا بالکل درست ہے کہ استعارے میں مشابہتی نظام تہذیب اور رسومات کا مرہون منت ہوتا ہے، "Stone on Bird Two" اور "ایک تیر سے دو نشانے" میں الفاظ کا تہذیبی اور رسومیاتی سیاق نمایاں ہے۔ انگریزی محاورے میں پتھر اہم ہے اور اردو میں تیر۔ شبلی نے شعر العجم کی چوتھی جلد میں استعارے کی اس نوعیت کو واضح طور پر بیان کیا ہے۔ فارسی اور اردو کا زیادہ تر استعاراتی عمل جنگ اور ظلم و تشدد کے سیاق کو پیش کرتا ہے لیکن شمس الرحمن فاروقی کا یہ کہنا خلاف حقیقت ہے کہ حالی اور شبلی کے نزدیک استعارہ محض تزئینی چیز ہے اس کا فطرت سے کوئی تعلق نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ شبلی استعارے کو ایک فطری عمل تسلیم کرتے ہیں۔ شبلی نے استعارے کی اس نوعیت کو تزئینی قرار دیا ہے جو استعارہ برائے استعارہ کے ذیل میں ہے۔ اس سلسلے میں شبلی لکھتے ہیں:

غم درخ میں بھی بے اختیار استعارات زبان سے ادا ہوتے ہیں مثلاً کسی کا عزیز مر جاتا ہے تو کہتا ہے سینہ پھٹ گیا، دل میں چھید پڑ گئے، آسمان ٹوٹ پڑا، تجھ کو کس کی نظر کھا گئی یہ سب استعارے ہیں اس سے ظاہر ہوا کہ استعارہ دراصل فطری طرز ادا ہے لوگوں نے بے اعتدالی سے تکلف کی حد تک پہنچا دیا ہے۔ (شعر العجم جلد چہارم: شبلی نعمانی)

دوسری بات یہ ہے کہ اردو زبان کے ناقدین اول استعارہ اور مجاز مرسل میں تفریق رکھتے ہیں جب کہ فاروقی کے نزدیک مجاز مرسل استعارے کے ذیل میں ہے۔ اس اعتبار سے حالی اور شبلی کو مورد الزام ٹھہرانا منطقی اعتبار سے درست نہیں ہے۔

اردو کے جدید ناقدین محمد حسن عسکری اور شمس الرحمن فاروقی وغیرہ زبان (Language) کو استعارہ مانتے ہیں۔ ان ناقدین کے نزدیک عام زبان کثرت استعمال کی وجہ سے مردہ استعارہ ہے۔ اس لیے ادب بالخصوص شعر میں جو استعارے استعمال ہوتے ہیں ان میں حرکت و تفاعل کے ساتھ اجنبیت کا عنصر ہوتا ہے جس کی وجہ سے وہ استعارہ زندہ ہوتے ہیں۔ اس سلسلے میں محمد حسن عسکری لکھتے ہیں۔ ہمارا ایک ایک فقرہ استعارہ ہوتا ہے۔ استعارے سے الگ "اصل زبان" کوئی چیز نہیں۔ کیونکہ زبان خود استعارہ ہے چونکہ زبان اندرونی تجربے اور خارجی اشیاء کے درمیان مناسبت اور مطابقت ڈھونڈنے یا خارجی اشیاء کو اندرونی تجربے کا قائم مقام بنانے کی کوشش سے پیدا ہوتی ہے اس لیے تقریباً ہر لفظ ہی ایک مردہ استعارہ ہے اصل زبان یہی ہے۔ وہ استعارہ جنہیں شاعر یا شاعر نگار انفرادی طور سے تخلیق کرتا ہے چلیے عام الفاظ سے امتیاز کرنے کے لیے انہیں زندہ استعارہ کہہ لیجئے۔ (استعارہ کا خوف: محمد حسن عسکری)

محمد حسن عسکری کے نزدیک استعارے کی پیدائش کا عمل اور خواب کی پیدائش کا عمل یکساں ہے یعنی کسی تجربے کے ظہور کے لیے خارجی اشیاء کا استعمال ناگزیر ہے۔ اس لیے خواب اور استعارہ ایک سکہ کے دو پہلو ہیں جن میں شعور، ذاتی لاشعور، اجتماعی لاشعور، احساس، جذبے اور خیال کے ساتھ ساتھ گرد و پیش کا ماحول کا فرما ہوتا ہے۔ استعارہ عقلی و منطقی حدود کا حامل نہیں ہوتا بلکہ استعارے

کے تعین قدر میں یہ بات ملحوظ ہوتی ہے کہ اس کے ذریعے مختلف عناصر میں گہرا ربط اور معنی خیز تھلیل ہو سکی یا نہیں۔ یعنی استعارہ کا تصور

اشیاء میں ایک ربط اور ایک وحدت قائم کرنے کا ذریعہ ہے۔ اس کے برعکس پروفیسر گوپل چند نارنگ، پروفیسر شیم خنی اور پروفیسر انیس اشفاق لسانیاتی نقطہ نظر سے زبان کو علامت تسلیم کرتے ہیں اور علامت و استعارے کا سب سے بڑا فرق یہ ہے کہ استعارہ کے لیے مشابہت کی شرط لازم ہے جب کہ علامت فرضی (Arbitrary) ہوتی ہے یعنی شیر جانور اور لفظ شیر میں کوئی مشابہت ہی عنصر نہیں تہذیب نے اسے صرف شیر کا نام دے دیا ہے۔ محمد حسن عسکری نے استعارہ کے ذیل میں ماہر نفسیات یگ کے علامت کے نظریہ کا اعادہ کیا ہے۔ محمد حسن عسکری اور محمد حسن فاروقی نے استعارے کی اصطلاح کو وسیع معنی میں استعمال کیا ہے۔ فارسی اور اردو کے اکثر علمائے بلاغت بالخصوص رشید المصطفیٰ وطواط اور دہی پر سادہ نے استعارے کو علم بدیع کے تحت بیان کیا ہے اور علم بدیع کا اصل مقصد ہی تزیین و آرائش ہے۔ اس لیے یہ بات دیکھنی چاہیے کہ ان سے پہلے ہمیں اس امر پر بھی غور کر لینا چاہیے کہ ان سے قبل تنقید کی صورت حال کیا تھی؟ اور استعارہ کا تصور کیا تھا؟

ڈاکٹر مظفر شہ میری نے "اردو غزل کا استعاراتی نظام" میں استعارے کے تین اغراض و مقاصد کا ذکر کیا ہے۔ (۱) توجہ (۲) اختصار (۳) حسن و تاثیر۔

توجہ سے مراد یہ ہے کہ استعارہ مستعار منہ کے ذریعہ مستعار لہ کی کئی صفات کو ایک ساتھ بیان کرتا ہے یعنی معشوق کو پھول کہہ کر پھول کی تمام صفات خوشبو، رنگ، نزاکت، کشش، شگفتگی وغیرہ کا حامل بنا دیا جاتا ہے۔

اختصار سے مراد یہ ہے کہ جن کیفیات یا تجربات کو صحیح بیان کرنے کے لئے بہت سے الفاظ کی ضرورت ہوتی ہے استعارہ انہیں ایک لفظ میں یک لخت بیان کر دیتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ استعارہ معاشرتی، نفسیاتی اور تاریخی پس منظر کا حامل ہوتا ہے جس میں ایک لفظ پوری داستان کو پیش منظر میں لے آتا ہے۔

حسن و تاثیر سے مراد یہ ہے کہ استعارے کی یہ داستانوی کیفیت شعر کے معنی کو پر زور طریقے سے ظاہر کرتی ہے جس سے شعر کا اثر پوری طرح قائم ہو جاتا ہے۔

استعارے کے ان مقاصد کے علاوہ استعارہ کا سب سے بڑا مقصد تزکیہ نفس (Katharsis) ہے۔ یہ ناممکن کو ممکن، الوقوع بنا کر نفسیاتی پیچیدگیوں کا ازالہ کرتا ہے۔

مختصراً یہ کہ استعارہ ایک حقیقی اور فطری چیز ہے یہ شعر کا جوہر ہے جس کا قیام زبان اور تہذیبی سیاق و سباق میں ہوتا ہے۔ جب بھی لفظ اپنے سیاق و سباق میں لغوی معنی سے تجاوز کرتا ہے وہیں استعارہ قائم ہو جاتا ہے۔ یعنی استعارہ اسناد کی تفہیم سے عمل میں آتا ہے۔ جیسے میری بغل میں آفتاب ہے۔ یہاں آفتاب کا بغل میں ہونا اسناد مجازی ہے۔ آفتاب کا آسمان پر ہونا اسناد حقیقی ہے۔ اس لیے یہاں آفتاب محبوب یا کسی دوسرے شخص کے معنی کا حامل ہے جن میں آفتاب کی کچھ صفات ملحوظ ہیں۔ بغل میں محبوب

کاپی کسی شخص کا ہونا اسناد حقیقی ہے۔ اس لیے لفظ بغل کی وجہ سے آفتاب کے مجازی معنی حاصل کیے گئے۔

علمائے بیان نے استعارے کے حسن اور خوبی کے لحاظ سے چار امور پر زور دیا ہے۔ (۱) وجہ شبہ طرفین میں شامل ہو (۲) وجہ شبہ اور الفاظ ایسے نہ ہوں کہ ان سے تشبیہ پر دلالت ہوتی ہو۔ (۳) طرفین تشبیہ میں مشابہت واضح اور جلی ہو (۴) استعارہ مشہور تشبیہ پر قائم ہو۔

استعارے کے چار ارکان ہوتے ہیں (۱) مستعار لہ (۲) مستعار منہ (۳) مستعار (۴) وجہ جامع۔

ازل سے لرزتے رہے ہیں مژدہ پر خدا جانے ٹوٹیں گے کب یہ ستارے (معین احسن جذبی)
اس شعر میں ستاروں کا استعارہ آنسوؤں سے کیا گیا ہے وجہ جامع ٹٹھانا اور لرزنا ہے۔
دشمن موٹن رہے ہیں بت سدا مجھ سے میرے نام نے کیا کیا (موٹن)
اس شعر میں بت معشوق کا استعارہ ہے۔ وجہ جامع سنگ دلی ہے۔

علمائے بیان نے استعارے کی تیرہ قسموں کا ذکر کیا گیا ہے جب کہ سراج الدین سکاکی نے استعارے کی دو قسمیں بیان کی ہیں (۱) استعارہ مصرحہ (۲) استعارہ ہائکناہیہ۔ سکاکی کے نزدیک استعارہ کی بقیہ تمام اقسام استعارہ مصرحہ سے عبارت ہیں۔



المجاز المرسل

مجاز مرسل

مجاز مرسل کا بیان

هو مجاز علاقته غير المشابهة .

- (۱) كالسببية في قولك عظمت يد فلان اي نعمته التي سبها اليد .
- (۲) والمسببية في قولك امطرت السماء نباتا اي مطرا ينسب عنه لنبات .
- (۳) والجزئية في قولك ارسلت العيون لتطلع على احوال العدو اي الجواسيس .
- (۴) والكلية في قوله تعالى (يجعلون اصابعهم في آذانهم) اي اناملهم .
- (۵) واعتبار ما كان في قوله تعالى (واتوا اليتامى اموالهم) اي البالغين .
- (۶) واعتبار ما يكون في قوله تعالى (اني اراني اعصر خمرا) اي عبا .
- (۷) والمحلية نحو قرر المجلس ذلك اي اهله .
- (۸) والحالية في قوله تعالى (ففي رحمة الله هم فيها خالدون) اي جنته .

ترجمہ

مجاز کی پہلی قسم (استعارہ) کا بیان ابھی گزرا آگے مجاز کی دوسری قسم مجاز مرسل کو بیان کیا جا رہا ہے۔ وہ ایسا مجاز ہے جس کے معنی حقیقی اور معنی مجازی کے در درمیان کا علاقہ مشابہت کے علاوہ کچھ اور ہو۔

- (۱) سمیت جیسے کہ تو یوں کہے عظمت ید فلان یعنی فلاں کا وہ احسان بڑا ہے جس کا سبب ہاتھ ہے۔
- (۲) سمیت جیسے کہ تیرا یہ قول امطرت السماء نباتا یعنی آسمان نے ایسی بارش برسائی جا کا سبب بنریوں کا اگنا ہے
- (۳) جزئیت جیسے کہ تو یوں کہے ارسلت العيون لتطلع علی احوال العدو یعنی میں نے وہ جاسوس بھیجے تاکہ دشمن کے احوال سے واقف و آگاہ ہو جائیں۔

کلیت جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے محملون اصماہم فی آذانہم یعنی وہ اپنے پوروں کو اپنے کانوں میں ٹھونس لیتے ہیں۔

(۵) اعتبار ما کان (یعنی ماضی کا اعتبار کیا جائے) جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے و آتوا الہتامیٰ اموالہم یعنی ہالغین کو ان کو

مال دے دو۔

(۶) اعتبار ما یکون (یعنی مستقبل کا اعتبار کیا جائے) جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے انی ارانی احمر خرا یعنی میں دیکھ رہا ہوں اپنے آپ کو (خواب میں) کہ میں انگور نچوڑ رہا ہوں۔

(۷) محلیت (یعنی مکان کا علاقہ ہو) جس طرح کہ فرد المجلس کذا یعنی مجلس والوں نے یہ فیصلہ کیا۔

(۸) حالیت: (یعنی کسی محل اور مکان میں قرار پکڑنے والی شے کا علاقہ ہو) جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان لفسی رحمت اللہ ہم

لیہا خالدون یعنی وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی جائے رحمت جنت میں ہوں گے وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

شرح

مجاز مرسل

عمومی قاعدہ یہ ہے کہ لفظ کو اسی معنی کے لیے استعمال کیا جائے جس کے لیے اسے وضع کیا گیا ہو۔ لیکن ادیب اور شاعر بعض اوقات لفظ کو اس کے حقیقی معنی کے بجائے کسی اور معنی میں بھی استعمال کر لیتے ہیں۔ اس کا مقصد کلام یا تحریر میں خوب صورتی پیدا کرنا ہوتا ہے۔ لفظ کے اس استعمال کو مجاز کہتے ہیں۔ اصطلاح میں مجاز وہ لفظ ہے جو اپنے حقیقی معنوں کی بجائے مجازی معنوں میں استعمال ہو اور حقیقی و مجازی معنوں میں تشبیہ کا تعلق نہ ہو بلکہ اس کے علاوہ کوئی اور تعلق ہو۔ مثلاً: خاتون آٹا گوندھ رہی ہے۔ یہاں آٹا اپنے حقیقی معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ یعنی آٹا سے مراد آٹا ہی ہے۔ اسی طرح اگر یہ کہا جائے کہ اس کے ہاتھ پر زخم ہے۔ اس میں زخم انگلی، انگوٹھے، ہتھیلی یا ہاتھ کی پشت پر ہوگا، لیکن انگلی، انگوٹھے یا ہتھیلی کی جگہ ہاتھ کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ اسی طرح یہ کہنا کہ فاتحہ پڑھیے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ پوری سورہ فاتحہ پڑھیے، نہ کہ صرف لفظ فاتحہ۔ اسی طرح اگر یہ کہا جائے کہ احمد چکی سے آٹا پسوا لایا ہے۔ یہاں آٹا، گندم کے معنوں میں استعمال ہوا ہے جو اس کی ماضی کی حالت ہے۔ یعنی آٹا تو نہیں پسوایا گیا بلکہ گندم پسوائی گئی تھی اور آٹا بنا۔ لیکن آٹا پسوانے کا ذکر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بھی ادب کی اس صنف کا کثرت سے استعمال کیا ہے۔ مثال کے طور پر قرآن مجید کی درج ذیل

تین آیات کو ملاحظہ کریں:

يَخْلُقُكُمْ فِي بُطُونِ أُمَّهَاتِكُمْ خَلْقًا مِّنْ بَعْدِ خَلْقٍ فِي ظُلُمَاتٍ ثَلَاثٍ۔ (الزمر 7: 39)۔ وہ تمہاری ماؤں کے پیٹوں

میں تین تین تار یک پردوں کے اندر تمہیں ایک کے بعد ایک شکل دیتا چلا جاتا ہے۔

اور

يَكْتَابُ أَسْرَارَهُ إِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ. (ابراہیم) 14:1۔ یہ ایک کتاب ہے جس کو ہم نے تمہاری طرف نازل کیا ہے تاکہ تم لوگوں کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لاؤ۔

اور

وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ النُّجُومَ لِتَهْتَدُوا بِهَا فِي ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ. (الانعام) 6:97۔ اور وہی ہے جس نے تمہارے لیے تاروں کو صحر اور سمندر کی تاریکیوں میں راستہ معلوم کرنے کا ذریعہ بنایا۔

تمہارے لیے تاروں کو صحر اور سمندر کی تاریکیوں میں راستہ معلوم کرنے کا ذریعہ بنایا۔

درج بالا آیات میں سے پہلی آیت میں لفظ ظلمات اپنے حقیقی معنی میں استعمال ہوا ہے۔ کیونکہ ماں کے پیٹ میں حقیقتاً اندھیرا ہی ہوتا ہے۔ دوسری آیت میں ظلمات و نور کے الفاظ اپنے حقیقی معنی میں استعمال نہیں ہوئے۔ اس آیت میں قرآن مجید کے نزول کا مقصد یہ بیان کیا گیا ہے کہ اس کی مدد سے لوگوں کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی کی طرف لایا جائے۔ یہاں تاریکی سے مراد حقیقی تاریکی نہیں ہے بلکہ اس سے اخلاقی برائیاں اور راہ حق سے دوری مراد ہے۔ اسی طرح نور یا روشنی سے مراد حقیقی روشنی نہیں بلکہ سیدھا راستہ مراد ہے جو انسان کو اللہ کی طرف لے جائے۔ تیسری آیت میں لفظ ظلمات کا استعمال حقیقی یا مجازی دونوں اعتبار سے ممکن ہے۔ کیونکہ سمندر یا خشکی میں سفر کرتے ہوئے مسافر کو حقیقت میں رات کا اندھیرا بھی پیش آ سکتا ہے اور راستوں کا علم نہ ہونا بھی گویا مجازی معنی میں اندھیرا ہے جو آج رات سے بھٹکا سکتا ہے۔

مجاز کے اجزا

مجاز کے پانچ اجزا ہیں:

لفظ مجاز

یہ وہ لفظ ہے جسے مجازی معنی میں استعمال کیا گیا ہو۔ جیسے لفظ ظلمات۔

مجازی معنی

یہ وہ معنی ہے، جسے اصل معنی کی جگہ اختیار کیا جا رہا ہو۔ مثلاً لفظ ظلمات کے اصل معنی کی جگہ اسے گمراہی یا لاعلمی کے معنی میں استعمال کیا گیا ہے۔

سبب

کسی لفظ کو مجازی معنی میں استعمال کرنے کی کوئی وجہ ضرور ہونی چاہیے۔ مثلاً گمراہی یا لاعلمی میں بھٹکنے والے شخص کی کیفیت اس شخص سے بہت ملتی ہے جو اندھیرے میں بھٹک رہا ہو۔ اس وجہ سے لفظ ظلمات کا گمراہی یا لاعلمی کے معنی میں استعمال کیا جاسکتا ہے۔

علاقہ یا تعلق

لفظ مجاز اور مجازی معنی میں کوئی تعلق ہو۔ یہی تعلق ہی لفظ کو مجازی معنی میں استعمال کرنے کا سبب بنتا ہے۔

قرینہ یا علامت

جملے میں کوئی ایسی علامت یا قرینہ موجود ہونا چاہیے جو یہ ظاہر کرے کہ لفظ کو اپنے حقیقی معنی کے بجائے مجازی معنی میں استعمال کیا گیا ہے۔ یہ علامت لفظ کی صورت میں بھی ہو سکتی ہے اور جملے کے معنی میں پوشیدہ بھی ہو سکتی ہے۔

مجاز مرسل کی اقسام

مجاز مرسل کی مشہور اقسام یہ ہیں

جز و کہہ کر کل مراد لینا

مثلاً اگر یہ کہا جائے کہ قل شریف پر دھیں، تو اس سے مراد ان چاروں سورتوں کی تلاوت ہے جن کے آغاز میں لفظ قل آتا ہے۔

کل بول کر جز و مراد لینا

یہ کہا جائے کہ کرسی ٹوٹ گئی ہے۔ اگرچہ کرسی کا کوئی بازو یا ٹانگہ ٹوٹی ہوگی تو یہ کل بول کر جز و مراد لیا جائے گا۔

طرف بول کر مظروف مراد لینا

مثلاً اگر یہ کہا جائے کہ بوتل پیچھے۔ تو اس سے مراد بوتل کے اندر موجود مشروب پینا ہے۔ یا یہ کہیں کہ اس نے محفل میں کئی جام چڑھائے، تو اس سے مراد جام میں موجود شراب ہے۔

مظروف بول کر ظرف مراد لینا

اس کی مثال یہ جملہ ہے: دودھ آگ پر رکھ دیجیے۔ اس سے مراد دودھ کا برتن چولہے یا آگ پر رکھنا ہے۔

سبب کہہ کر مسبب یا نتیجہ مراد لینا

مثلاً یہ جملہ: بادل ایک گھنٹہ برے تو چھت چار گھنٹے برتی ہے۔ بادل سبب ہے بارش کا اور بارش نتیجہ ہے۔ یہاں بادل برے سے بارش کا برسا مراد ہے۔

مسبب یا نتیجہ بول کر سبب مراد لینا

مثلاً یہ جملہ: اس کے کمرے میں علم ہر طرف بکھرا پڑا تھا۔ یہاں علم سے مراد کتابیں ہیں۔ علم نتیجہ ہے کتاب خوانی کا۔ یہاں

علم بول کر علم کا سبب یعنی کتاب مراد لی گئی ہے۔

ماضی بول کر حال مراد لینا

مثلاً یہ کہنا کہ ریٹائرمنٹ کے بعد پروفیسر صاحب گھر پر ہی رہتے ہیں۔ اگرچہ ریٹائرمنٹ کے بعد آدمی پروفیسر نہیں رہتا۔ لیکن یہاں ماضی بول کر حال کی حالت مراد لی گئی ہے۔

مستقبل بول کر حال مراد لینا

مثلاً دوران تعلیم میں طب کے طالب علموں کو ڈاکٹر کہنا۔ اگرچہ وہ اس وقت تک ڈاکٹر نہیں بنے ہوتے، لیکن ان کی مستقبل کی حالت بول کر حال مراد لیا جاتا ہے۔

مضاف الیہ بول کر مضاف مراد لینا

مثلاً یہ کہنا کہ آج کل زمانہ بہت خراب ہے اس لیے احتیاط کی ضرورت ہے۔ یہاں زمانہ سے مراد اہل زمانہ یا لوگ ہیں، جن کی خرابی کا ذکر کیا گیا ہے۔

مضاف الیہ حذف کر کے مضاف کا ذکر کرنا

یہ جملہ: بدکردار انسانوں سے سنگ اصحاب بہتر ہیں۔ یہاں اصل ترکیب سنگ اصحاب کہف ہے۔ کہف مضاف الیہ سنگ مضاف ہے۔ یہاں کہف حذف کر کے سنگ اصحاب کی ترکیب لائی گئی ہے اور کہف کو حذف کر دیا گیا ہے۔

آلہ بول کر صاحب آلہ مراد لینا

مثلاً یہ جملہ: قلم کا درجہ تلواریں سے زیادہ ہے۔ یہاں قلم سے مراد اہل قلم اور تلوار سے مراد اہل سیف یا تلوار باز ہیں۔

صاحب آلہ بول کر آلہ مراد لینا

اس کا پہلا داری مخالف کی گردن کو تن سجدہ کر گیا۔ یہاں صاحب تلوار بول کر آلہ یعنی تلوار مراد لی گئی ہے۔

لفظ بول کر متضاد مراد لینا

مثال کے طور پر کھیتے ہوئے بچوں کو دیکھ کر یہ کہا جائے: کیا خوب پڑھائی ہو رہی ہے۔ اگرچہ وہ پڑھائی نہیں ہو رہی لیکن پڑھائی بول کر اس کا متضاد یعنی پڑھائی کا نہ ہونا مراد لیا گیا ہے۔

(المجاز المركب)

مجاز مرکب

مجاز مرکب کا بیان

المركب ان استعمال فی غیر ما وضع له فان كان لعلاقة غیر المشابهة سمي مجازا مرکبا
 كالجمل الخبرية اذا استعملت فی الانشاء نحو قوله
 هوای مع الركب الیمانیین مصعد . جنب و جثماني بمكة موثق فليس الغرض من هذا البيت
 الاخبار بل اظهار التحزن والتحرؤ ان كانت علاقته المشابهة سمي استعارة تمثيلية كما يقال
 للمتروك فی امرأراك تقدم رجلا وتؤخر اخرى (۱)

ترجمہ

اگر مرکب کا استعمال معنی غیر موضوع لہ میں ہو اور وہ مشابہت کے علاوہ کسی دوسرے علاقے کی وجہ سے ہو تو اسے مجاز مرکب
 کہیں گے جیسے کہ جملہ خبریہ جب کہ اس کا استعمال انشاء میں ہو جیسے کہ شاعر کا یہ قول ہے۔
 هوای مع الركب الیمانیین مصعد جنب و جثماني بمكة موثق
 میرا محبوب یعنی قافلہ والوں کے ساتھ جا رہا ہے اسے آگے چلایا جا رہا ہے دراصل یہ میرا جسم مکہ کے قید خانہ میں بند ہے پس اس
 شعر کی غرض خبر دینا نہیں ہے کہ بلکہ رنج و افسوس کا اظہار کرتا ہے۔
 اور اگر اس کا علاقہ مشابہت کا ہے تو اسے استعارہ تمثیلیہ کہیں گے جیسے کہ کسی کام میں تردد کرنے والے شخص کو یوں کہا جاتا ہے
 اراک تقدم رجلا وتؤخر اخرى؛ میں تجھے دیکھ رہا ہوں تو اپنا ایک قدم آگے بڑھاتا ہے اور دوسرا قدم پیچھے ہٹاتا ہے۔



المجاز العقلي

مجاز عقلی

مجاز عقلی کا بیان

هو اسناد الفعل او ماله معناه الى غير ما هوله عند المتكلم في الظاهر لعلاقة نحو قوله

اشاب الصغير والني الكبير

مركر الغداة ومر العشي

فان اسناد الاشابة والافناء الى كرا الغداة ومرور العشي اسناد الى غير ما هوله اذا المشيب
والمغنى في الحقيقة هو الله تعالى .

ومن المجاز العقلي اسناد ما بني للفاعل الى المفعول نحو (عيشة راضية) وعسه نحو سيل ملعم
والاسناد الى المصدر نحو جد جده والى الزمان نحو نهاره صائم والى المكان نحو نهر جار
والى السبب نحو بنى امير المدينة ويعلم مما سبق ان المجاز اللغوي يكون في اللفظ والمجاز
العقلي يكون في الاسناد .

ترجمہ

وہ فعل یا معنی فعل والے الفاظ کی نسبت واسناد کرنا ہے فعل یا معنی فعل کے کسی ایسے ملا بس و متعلق کی طرف جو اس فعل یا معنی کا غیر
ہو جس کے لئے یہ دونوں نہیں بنائے گئے ہوں متکلم کے نزدیک اس کے ظاہر حال کے اعتبار سے کسی علاقے و مناسبت کی وجہ سے
جیسے کہ شاعر کا یہ شعر ہے۔

اشاب الصغير والني الكبير كرا الغداة ومر العشي

بچے کو بوڑھا کر دیا اور بوڑھے کو کوفتا کر دیا صبح اور شام کے آنے جانے نے پس اشابت اور افناء کی نسبت غداات اور مرور عشی کی
جانب کرنا ایسی نسبت ہے جس کے لیے ان دونوں لفظوں کی بناء نہیں ہوئی ہے کیونکہ حقیقی مشیب اور مغنی وہ تو اللہ ہے۔
مجاز عقلی کی ایک قسم بنی للفاعل کی نسبت کرنا ہے مفعول کی جانب جیسے کہ عشیة الراضية (راضی رہنے والی زندگی) اور ایک قسم بنی

لغوی کی نسبت سے فاعل کی جانب جیسے کہ میل مطعم (بھرا ہوا سیلاب) اور ایک قسم اسناد نسبت کرنا ہے مصدری کی طرف جیسے کہ جد جدہ (خوش قسمت ہوئی اس کی کوشش) اور ایک قسم اسناد کرنا ہے زمان کی طرف جیسے کہ نهار صائم (اس کا دن روزہ دار ہے) اور ایک قسم اسناد کرنا ہے مکان کی طرف جیسے کہ نھر جار (بننے والی نہر) اور ایک قسم اسناد کرنا ہے سبب کی طرف جیسے کہ بنی الامیر (بادشاہ نے شہر بسایا)

اور سابقہ بحث سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ مجاز لغوی لفظ میں ہوتا ہے اور مجاز عقلی اسناد میں ہوتا ہے۔

شرح

مجاز عقلی اور استعارہ بالکنایہ میں فرق یہ ہے کہ مجاز عقلی میں اسناد حقیقی و غیر حقیقی ہونے پر غور کیا جاتا ہے جبکہ استعارہ بالکنایہ میں تشبیہی عنصر پر غور کیا جاتا ہے۔ سکاکی مجاز عقلی کو تسلیم نہیں کرتے ان کے نزدیک مجاز عقلی کی تمام مثالیں استعارہ بالکنایہ کے ذیل میں ہیں مثلاً دوانے بیمار کو اچھا کر دیا یعنی دوا خدا کا استعارہ ہے، اچھا کرنا اس کا قرینہ ہے جو خدا کی مفت ہے اس لیے یہ استعارہ بالکنایہ ہے۔

مشرقی شعریات میں بلاغت کے امور پر غور و فکر کرتے ہوئے بعض مقامات پر مذہبیات کو پیش نظر رکھنا ضروری ہوتا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ علم بلاغت یعنی علم معنی، علم بدیع وغیرہ کی تدوین شاعری کے پس منظر میں نہیں ہوئی بلکہ ان علوم کا اولین مقصد قرآن کریم کو کتاب اللہ ثابت کرنا تھا اور اس کے بلاغتی نظام اور اثر آفرینی کو اجاگر کرنا تھا اس لیے مشرقی شعریات میں حقیقت و مجاز اور استعارہ و استعارہ بالکنایہ وغیرہ کی تمام تر بحثیں مذہبی تناظر میں کی گئی ہے۔ اس لحاظ سے جہاں اس طرح کے مسائل درپیش ہوں وہاں مجاز عقلی کا جواز صحیح نظر آتا ہے بصورت دیگر سکاکی رائے صحیح ہے۔



الكناية

كناية

كناية كى تعريف وبيان

هى لفظ اريد به لازم معناه مع جواز ارادة ذلك المعنى .

نحو طويل النجادى طويل القامة وتنقسم باعتبار المكنى عنه الى ثلاثة اقسام .

الاول كناية يكون المكنى عنه فيها صفة لقول الخنساء .

طويل النجاد رفيع العماد كثير الرماد اذا ماشتا

تريد انه طويل القامة سيد كريم .

والثانى . كناية يكون المكنى عنه فيها نسبة نحو المجدين ثوبيه والكرم تحت رداءه تريد

نسبة المجد والكرم اليه .

والثالث . كناية يكون المكنى عنه فيها غير صفة ولان نسبة كقوله الضاربين بكل ابيض مخدوم .

والطاعين مجامع الاضغان فانه كنى بمجامع الاضغان عن القلوب .

والكناية ان كثرت فيها الوسائط سميت تلويحاً نحو هو كثير الرماد اى كريم فان كثرة الرماد

تستلزم كثرة الاحراق .

وكثرة الاحراق تستلزم كثرة الطبخ والخبز وكثرتهم تستلزم كثرة الاكلين وهى تستلزم كثرة

الضيغان وكثرة الضيغان تستلزم الكرم .

وان قلت وخفيت اسميت رمزا نحو هو سمين خواى غيبى بليد وان قلت فيها الوسائط اولم

تكن ووضحت سميت ايماء واسارة نحو او ما رايت المجد القى زحله . فى ال طلحة ثم لم

يتحول كناية عن كونهم امجادا .

وهناك نوع من الكناية يعتمد فى فهمه على السياق يسمى تعريضاً وهو امالة الكلام الى عرض

اى ناحية كقولك لشخص يضر الناس خير الناس من ينفعهم .

ترجمہ

کنایہ وہ لفظ ہے جس سے اس کے معنی کے لازم کو مراد لیا جائے اصل معنی کے مراد لینے کے جواز کے ساتھ جیسے کہ طویل النجاد (یعنی لمبے قد والا)

اور کنایہ کی مکئی عنہ (جس چیز سے کنایہ کیا گیا ہو) کے اعتبار سے تین قسمیں ہیں۔

پہلی قسم وہ کنایہ ہے جس میں مکئی عنہ صفت ہو جیسے کہ خساء شاعر کا یہ قول ہے۔

طویل النجاد رفیع العماد کثیر الرماد اذا ماشت

میرا بھائی لمبے پر تلے بلند ستونوں بہت راکھ والا جبکہ سردی کا زمانہ ہو اس شعر سے یہ ارادہ کر رہی ہے کہ وہ لمبے قد والا ہے سردار ہے مخی ہے۔

دوسری قسم وہ کنایہ ہے جس میں مکئی عنہ نسبت ہو جیسے کہ الحجد بن ثوبیہ والکرم تحت رداءہ بزرگی اس کے دو کپڑوں کے بیچ میں ہے اور سخاوت اس کی چادر کے نیچے ہے یہ کہہ کر تو اس شخص کی طرف بزرگی اور سخاوت کی نسبت کرنا چاہتا ہے۔

اور تیسری قسم وہ کنایہ ہے جس میں مکئی عنہ نہ صفت ہو اور نہ نسبت ہو جیسے کہ شاعر کا یہ قول ہے۔

الضاربین بکل ابیض مخدم والطاعین مجامع الاضغان

میں تعریف کرتا ہوں ہر سفید اور تیز تلوار چلانے والوں کی اور کینوں کے جمع ہونے کی جگہ نیزہ مارنے والوں کی۔

اور کنے میں وسائط بہت ہوں تو اسے تلوت کہیں گے جیسے کہ حو کثیر الرماد یعنی وہ مخی ہے کیونکہ چو لمبے کی راکھ کی کثرت مستلزم ہے لکڑیوں کے بکثرت جلنے کو اور لکڑیوں کا بکثرت جلنا مستلزم ہے روٹیوں اور کھانا پکنے کی کثرت کو اور ان دونوں کی کثرت مستلزم ہے کھانے والوں کی کثرت کو اور یہ مستلزم ہے مہمانوں کی کثرت کو اور یہ مستلزم ہے مہمانوں کی کثرت مستلزم ہے سخاوت کو۔

اور اگر وسائط کم اور مخفی ہوں تو اسے رمز نام رکھا جائیگا جیسے کہ حو کمین رخوہ آدمی موٹا ہے اور مالدار ہے یعنی غنی کندو بن ہے۔

اور وسائط کم ہوں اور واضح ہوں یا وسائط ہی نہ ہوں تو اسے ایماء اور اشارہ کہیں گے جیسے کہ

او مارایت المجد القی رحلة فی آل طلحة ثم لم يتحول

کیا تو نے نہیں دیکھا بزرگی کو کہ وہ خیمہ انداز ہو گئی طلحہ کے گھر والوں کے پاس پھر وہاں سے گئی نہیں ان لوگوں کے بزرگ اور

شریف ہونے سے کنایہ کرتے ہوئے

اور یہاں کنایہ کی ایک اور قسم جس کا سمجھا جانا سیاق کلام پر موقوف ہو جیسے کہ تیرا قول اس شخص سے جو لوگوں کو تکلیف پہنچاتا ہے

یوں کہنا خیر اناس من یففعهم (لوگوں میں بہتر وہ ہیں جو لوگوں کو فائدہ پہنچائے)

کنایہ سے متعلق تفصیلات

کنایہ علم بیان کی رو سے یہ وہ کلمہ ہے، جس کے معنی مبہم اور پوشیدہ ہوں اور ان کا سمجھنا کسی قرینے کا محتاج ہو، وہ اپنے حقیقی معنوں کی بجائے مجازی معنوں میں اس طرح استعمال ہوا ہو کہ اس کے حقیقی معنی بھی مراد لیے جاسکتے ہوں۔ یعنی بولنے والا ایک لفظ بول کر اس کے مجازی معنوں کی طرف اشارہ کر دے گا، لیکن اس کے حقیقی معنی مراد لینا بھی غلط نہ ہوگا۔ مثلاً بال سفید ہو گئے لیکن عادتیں نہ بدلیں۔

یہاں مجازی معنوں میں بال سفید ہونے سے مراد بڑھا پا ہے لیکن حقیقی معنوں میں بال سفید ہونا بھی درست ہے۔
بقول سجاد مرزا ایک:

کنایہ لغت میں پوشیدہ بات کرنے کو کہتے ہیں اور اصطلاح علم بیان میں ایسے کلمے کو کہتے ہیں جس کے لازمی معنی مراد ہوں اور اگر حقیقی معنی مراد لیے جائیں تو بھی جائز ہو۔

سر پہ چڑھنا تجھے پھبتا ہے پر اے طرف کلاہ مجھ کو ڈر ہے کہ نہ چھینے ترا لہر سہرا

سر پہ چڑھنا سے مراد گستاخ ہونا، اپنے تئیں دور کھینچنا مراد ہے اور حقیقی معنی یعنی ٹوپی سر پر رکھنا مراد ہو سکتے ہیں۔

علم بیان کی بحث میں تشبیہ ابتدائی صورت ہے اور استعارہ اس کی بلیغ تر صورت ہے۔ اس کے بعد استعارہ اور مجاز مرسل میں بھی فرق ہے۔ استعارہ اور مجاز مرسل، دونوں میں لفظ اگر چہ اپنے مجازی معنوں میں استعمال ہوتا ہے، لیکن استعارہ مکمل مجاز ہوتا ہے اور اس میں لفظ کے حقیقی اور مجازی معنوں میں تشبیہ کا تعلق ہوتا ہے۔ جب کہ مجاز مرسل میں لفظ کے حقیقی اور مجازی معنوں میں تشبیہ کا تعلق نہیں ہوتا۔ اسی طرح مجاز مرسل اور کنایہ میں بھی فرق ہے، کنایہ میں لفظ کے حقیقی و مجازی معنی دونوں مراد لیے جاسکتے ہیں جب کہ مجاز مرسل میں حقیقی معنی مراد نہیں لیے جاتے، بلکہ مجازی معنی ہی مراد لیے جائیں گے۔

کنایہ کی ایک مثال مشہور عرب شاعرہ حضرت خنساء بنت خویلد کے قصیدہ کا یہ شعر ہے جو اس نے اپنے بھائی کے لیے کہا تھا:

طَوِيلُ النَّجَادِ رَفِيعُ الْعِمَادِ كَثِيرُ الرَّمَادِ إِذَا مَا شَتَا

ان کی تلوار کا نیام طویل تھا، ان کیستون اونچے تھے، اور سردی کے موسم میں ان کے ہاں راکھ بہت ہوتی تھی۔

طویل النجاد حقیقی اور مجازی دونوں معنی میں درست ہے۔ ان کی تلوار کا نیام حقیقت میں بھی طویل ہو سکتا ہے اور یہ ن کی بہادری اور لمبے قد کی طرف اشارہ بھی ہو سکتا ہے۔ اسی طرح رفیع العمد کا مطلب ان کے گھر کے بلند ستون بھی ہو سکتے ہیں اور قبیعے میں ان کا بلند مقام بھی مراد لیا جاسکتا ہے۔ اور کثیر الرماد یعنی چولہے میں بہت زیادہ راکھ ہونے کا بیان ان کی سخاوت کی طرف اشارہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان کے ہاں غریبوں کے لیے بہت زیادہ کھانا پکتا تھا اور اس کے حقیقی معنی بھی مراد لیے جاسکتے ہیں۔

کنایہ کی اقسام

کنایہ قریب

کنایہ کوئی ایسی صفت ہو جو کسی خاص شخصیت کی طرف منسوب ہو اور اس صفت کو بیان کر کے اس سے موصوف کی ذات مراد لی گئی ہو۔ مثلاً عزیز بکھنوی کے بقول:

دعوے تو تھے بڑے ارنی گوئے طور کو ہوش اڑ گئے ہیں ایک سنہری لکیر سے

اس شعر میں ارنی گوئے طور سے حضرت موسیٰ علیہ السلام مراد ہیں۔ کنایہ کی اس قسم سے توجہ فوراً ہی موصوف کی طرف مبذول ہو جاتی ہے۔

کنایہ بعید

کنائے کی اس قسم میں بہت ساری صفتیں کسی ایک موصوف کے لیے مخصوص ہوتی ہیں اور ان کے بیان سے موصوف مراد ہوتا ہے۔ لیکن وہ ساری صفتیں الگ الگ اور چیزوں میں بھی پائی جاتی ہیں۔ اس کو کنایہ بعید اور خاصہ مرکبہ بھی کہا جاتا ہے۔ مثلاً:

ساتی وہ دے ہمیں کہ ہوں جس کے سبب بہم محفل میں آب دآتش و خورشید ایک جا

آب دآتش و خورشید کے جمع ہونے کی صفت شراب میں پائی جاتی ہے اور یہ صفات الگ الگ بھی موجود ہو سکتی ہیں۔

کنایہ سے صرف صفت مطلوب ہو

زندگی کی کیار ہی باقی امید ہو گئے موئے سیاہ موئے سفید

اس شعر میں موئے سیاہ سے جوانی مراد لی گئی ہے اور موئے سفید بڑھاپے کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔

کنایہ سے کسی امر کا اثبات یا نفی مراد ہو

مثلاً یہ جملہ: زید و عمر دونوں ایک سانچے میں ڈھلے ہوئے ہیں۔ یعنی دونوں اپنی شکل و صورت یا عادات و خصائل میں ایک

جیسے ہیں۔

تعریض

لغت میں تعریض کے معنی چوڑا کرنا، وسیع کرنا، بڑا کرنا، مخالفت کرنا، مزاحمت کرنا، کنایہ سے بات کہنا، اشارہ سے کوئی بات جہان، کسی معاملے کو مشکل بنا دینا وغیرہ ہیں۔ اصطلاح میں تعریض کنائے کی اس قسم کو کہتے ہیں جس میں موصوف کا ذکر نہیں کیا جاتا۔

مثلاً اگر کوئی بادشاہ رعایا پر ظلم کر رہا ہو تو یہ کہا جائے کہ بادشاہی اس کو زیبا ہے جو رعیت کو آرام سے رکھے۔ یعنی وہ بادشاہی کے فرائض کو نہیں ہے۔ تعریض کو بالعموم کسی پر تنقید کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ یعنی کوئی شخص کسی پر تنقید کرنا چاہتا ہے اور واضح طور پر اس کا نام بھی نہیں لینا چاہتا۔ اس میں کسی حد تک طعنه کا مفہوم بھی پیدا ہو جاتا ہے۔ مثلاً داغ دہلوی کا شعر ہے۔

ہم ستم کرتے ہیں اور آپ کرم کرتے ہیں
بہیں بدنام ہیں جھوٹے بھی ہیں بے شک

اس شعر میں داغ نے طعنه کی صورت میں اس حقیقت کو بیان کیا ہے کہ آپ ہی دراصل جھوٹے ہیں اور ہم پر ستم کرتے ہیں۔ کنائے کی اس قسم کی مثال قرآن مجید کی اس آیت میں بھی موجود ہے۔ ارشاد ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَيَقْتُلُونَ النَّبِيِّنَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَيَقْتُلُونَ الَّذِينَ يَأْمُرُونَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ . (آل عمران)

جو لوگ اللہ کے احکام و ہدایات کو ماننے سے انکار کرتے ہیں اور اس کے پیغمبروں کو ناحق قتل کرتے ہیں اور ایسے لوگوں کی جان کے ورپے ہو جاتے ہیں، جو خلق خدا میں عدل و راستی کا حکم دینے کے لیے آئے تھے، ان کو دردناک سزا کی خوش خبری سنا دو۔

یہاں لفظ فَبَشِّرْ ہم میں تعریض ہے۔ اس کا معنی خوش خبری سنا دو ہے۔ جبکہ جہنم کا عذاب درحقیقت خوش خبری نہیں، بلکہ بری خبر ہے، مگر اسے بطور تعریض خوش خبری کہا گیا ہے۔

تکویح

لغت میں تکویح کے معنی زرد بنانا، گرم کرنا، کپڑوں کو چمکدار بنانا، تلوار کو صیقل کرنا، اشارہ یا کنایہ کرنا ہیں۔ اصطلاح میں کنائے کی ایسی قسم جس میں لازم سے طعنه تک بہت سارے واسطے ہوں تکویح کہلاتی ہے۔ اس کی مثال سودا کا یہ شعر ہے۔

الغرض مطبخ اس گھرانے کا
رشتک ہے آبدار خانے کا

یہاں مطبخ کا رشتک آبدار خانہ ہونا کنایہ ہے نہایت بخل سے۔ کیونکہ آبدار خانہ ہونے کو آگ کا نہ جلنا لازم ہے اور آگ کے نہ جلنے کو لازم ہے کھانے کا نہ پکنا اور کھانا نہ پکنے کو یہ بات لازم ہے کہ صاحب مطبخ نہ خود کچھ کھاتا ہے اور نہ دوسروں کو کچھ کھلاتا ہے اور اس سے بخل ثابت ہوتا ہے۔

رمز

اردو لغت میں رمز کے معنی آنکھوں بھنڈوں وغیرہ کا اشارہ، ذومعنی بات، پہلو دار بات، مخفی بات، طعنه دینا، اشارہ آنکھ منہ

ابرو وغیرہ سینوک جھونک، مخفی یا پوشیدہ بات وغیرہ ہیں۔ ادبی اصطلاح میں رمز کنائے کی وہ قسم ہے جس میں زیادہ واسطے نہ ہوں، لیکن تھوڑی بہت پوشیدگی موجود ہو۔ مثلاً یہ شعر رمزی کی ایک عمدہ مثال ہے۔

سیاہی منہ کی گئی، دل کی آرزو نہ گئی
اس میں جامہ کہنہ سے شراب کی بوکانہ جاننا کنایہ ہے اس سے کہ بڑھاپے تک میٹھواری کرتے رہے۔

یما و اشارہ

اگر کنائے میں واسطوں کی کثرت بھی نہ ہو اور کچھ پوشیدگی بھی نہ ہو تو اس کو ایما و اشارہ کہتے ہیں۔ جیسے سفید داڑھی والا سے
رذھا آدمی مراد لیا جاتا ہے۔ اسی طرح میر کا یہ شعر ایما و اشارہ کی عمدہ مثال ہے:

شرکت شیخ و برہمن سے میر اپنا کعبہ جدا بنائیں گے ہم
اپنا کعبہ جدا بنانا، سب سے علیحدہ رہنے کی طرف اشارہ ہے۔



علم البدیع

علم بدیع کا بیان

علم بدیع کی تعریف و بیان

سَدِیْعٌ عِلْمٌ یَعْرِفُ بِهِ وَجُوہَ تَحْسِیْنِ الْکَلَامِ الْمَطَابِقِ الْمَقْنَصِی الْحَالِ وَهَدَهُ الْوَجُوہَ مَا یَرْجِعُ مِنْهَا لَی تَحْسِیْنُ الْمَعْنٰی یَسْمٰی بِالْمَحْسَنَاتِ الْمَعْنَوِیَّةِ وَمَا یَرْجِعُ مِنْهَا لَی تَحْسِیْنِ اللَّفْظَ یَسْمٰی بِالْمَحْسَنَاتِ اللَّفْظِیَّةِ .

بدیع وہ علم ہے جس کے ذریعے فصیح و بلیغ کلام کی تحسین کے طریقے پہچانے جائیں، اور ان وجوہ میں سے بعض تو وہ ہیں جن پر تحقیق تحسین معنی سے ہے ان کو محسنات معنویہ کہیں گے۔ اور بعض وہ ہیں جن کا تعلق تحسین لفظ سے ہے انہیں محسنات لفظیہ کہیں گے۔

علم بدیع کی لغوی و اصطلاحی تعریف کا بیان

بدیع کے لغوی معنی بنانے والا اور انوکھے و نادر کے ہیں اور شعری اصطلاح میں اس علم کو کہتے ہیں جس میں ان چیزوں کی طرف اشارہ کیا جائے جن سے کلام کے حسن میں اضافہ ہوتا ہے۔ عرف عام میں اسے صنائع بدائع کہا جاتا ہے۔ یعنی یہ وہ علم ہے جس میں کلام کے حسن و خوبی کے لوازمات سے بحث کی جائے۔ لیکن اس کے لیے کلام کا بلیغ ہونا پہلی شرط ہے۔ کیونکہ اگر کلام لفظ و معنی کی مطابقت سے عاری ہوگا تو اس میں حسن پیدا ہونا ممکن نہیں۔ یہ حسن صورت میں بھی ہوتا ہے اور معنی و مطالب میں بھی اس مناسبت سے صنائع بدائع کی دو قسمیں ٹھہریں ایک وہ خوبیاں جن سے معنوی حسن میں اضافہ ہو، انہیں صنائع معنوی کہا جاتا ہے۔

صنائع لفظی اور معنوی سے شاعر کو اپنے تخیل کی پرواز میں مدد ملتی ہے لیکن شرط یہ ہے کہ ان کا استعمال بر محل ہو، اگر صفت کی خاطر صنعت برتی گئی اور شعر کہا گیا تو رمزی تاثر مجروح ہو جائے گی۔ صنائع بھی بلاغت سے بے نیاز نہیں ہو سکتی۔ ضروری ہے کہ ان سے شعری ظہری تاثر میں اضافہ ہو، نہ کہ کمی۔

یعنی صنائع بدائع میں مضمون کا بروقت اور بر محل ہونا الفاظ کا مضمون سے پوری طرح مطابقت رکھنا بیان یعنی تشبیہات، استعارات وغیرہ کا موزوں ترین استعمال اور تکلف سے عاری بدیعیات کا اہتمام اور اس کے ساتھ اسلوب میں بے ساختگی وغیرہ جیسے تمام عناصر اس میں شامل ہیں۔ مضمون کی برجستگی سے مراد جو خیال پیش کیا جائے وہ اپنے سیاق و سباق کے لحاظ سے یا اپنے زمان و مکان کی حدود سے پوری طرح مطابقت رکھتا ہو۔ اور کلام میں استعمال شدہ الفاظ میں ہم آہنگی اور ایسی چستی پائی جائے کہ اگر

بندش الفاظ میں آتش کے اشعار ملاحظہ کیجئے۔
 یہ انداز بھی اس میں سے خارج کر دیا جائے تو معنی میں غلط واقع ہو جائے ایسے کام کو برہنگی سے تعبیر کیا جاتا ہے اسی طرح
 موضوع اور طرز بیان میں بھی پوری مطابقت ہونی ضروری ہے تاکہ دونوں باہم مربوط ہو کر ایک وحدت بن جائیں اسے اسلوب
 کی برہنگی کہیں گے۔ اس سلسلے میں آتش کے اشعار ملاحظہ کیجئے۔

بندش الفاظ جڑنے سے نگوں کے کم نہیں
 شاعری بھی کام ہے آتش مرصع ساز کا
 : بلا دیں دل نہ کیونکر شعر آتش
 صفا بندش ہے، معنی خوبصورت

اپنے ہر شعر میں ہے معنی تہ دار آتش

وہ سمجھتے ہیں جو کچھ فہم و ذکر رکھتے ہیں
 کھینچ دیتا ہے شبہ شعر کا خاکہ خیال
 فکر رتھیں کام اس پر کرتی ہے پرواز کالم بیان کے وہ مختلف ہیراے جو کسی بھی سادہ بیان کو پراثر اور دلکش بناتے ہیں، وہ تشبیہ،
 استفادہ، مجاز، مرسل اور کنایہ ہیں۔



محسنات معنویہ

محسنات معنویہ کا بیان

توریت کا بیان

(۱) التوریت ان یذکر لفظہ معنیان قریب یتبادر فہمہ من الکلام وبعید هو المراد بالافادۃ لقریبۃ حصیۃ بحر (وہو الذی تیوفاکم باللیل ویعلم ما جرحتہم بالنہار) اراد بقولہ جرحتہم معنای البعید وھو ارتکاب الذنوب وکقولہ ۔

لہ البرایا عبید

یاسید احاز لطفاً

جفاک فینا یزید

انت الحسین (علیہ السلام) ولكن

معنی یزید القریب انہ علم ومعنای البعید المقصود انہ فعل مضارع من زاد ۔

(۱) توریت: یہ ہے کہ ایک ایسا لفظ ذکر کیا جائے جس کے دو معنی ہوں ایک قریبی جو کلام سے جلد سمجھ آ جائے اور دوسرا بعیدی جو کسی مخفی ترینے کی وجہ سے فائدہ دینے کے لیے مقصود و مراد ہو جیسے کہ ھو الذی یتوفکم باللیل ویعلم ما جرحتہم بالنہا (ورود ایسا ہے کہ رات کو تمہاری روح کو ایک گونہ قبض کر لیتا ہے اور جو کچھ تم دن کو کرتے ہو اس کو چانتا ہے) اللہ تعالیٰ نے جرحتہم سے اس کا معنی بعید یعنی ارتکاب ذنوب مراد لیا ہے، اور جیسے کہ شاعر کا یہ شعر ہے۔

یاسیدا حاز لطفاً لہ البرایا عبید

انت الحسین ولكن جفاک فینا یزید

اس وہ سردار جنہوں نے توفیقات البیہ کو جمع کر لیا ہے اور ساری مخلوق جس کی غلام ہے آپ تو حسین ہیں، مگر آپ کا ظلم ہم پر بڑھتا جا رہا ہے۔

شرح

توریت (ذو معنی بات) کرنے کا مطلب یہ ہے کہ انسان اپنی بات سے ایسا معنی مراد لے جو ظاہر کے خلاف ہو، یہ دو شرائط کے ساتھ جائز ہے۔

1۔ لفظ اس معنی کا احتمال رکھتے ہوں

السلام کی زبان سے جو تیسرا جھوٹ نکلا تھا وہ ان کا یہ کہنا تھا کہ "یہ میری بہن ہے" اور یہ اس وقت کا واقعہ ہے (جب حضرت علیہ السلام اور ان کی بیوی سارہ (بہرت کر کے ملک شام کی طرف جا رہے تھے کہ ان کا گزر ایک بڑے ظالم و جابر حاکم سے ہوا چنانچہ اس حاکم کو بتایا گیا کہ یہاں (اس شہر میں) ایک شخص آیا ہوا ہے جس کے ساتھ ایک حسین و جمیل عورت ہے، اس حاکم نے سنتے ہی ایک گماشتہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بلانے کے لئے بھیجا اور جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اس کے پاس پہنچے تو انہوں نے پوچھا کہ تمہارے ساتھ کون عورت ہے اور تمہاری کیا گفتی ہے؟

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا کہ یہ میری بہن ہے۔ پھر انہوں نے سارہ کے پاس واپس آ کر ان کو اس جابر حاکم سے برے ارادے سے نجات پانے کی تدبیر بتائی اور کہا کہ اگر اس ظالم کو معلوم ہو گیا کہ تم میری بیوی ہو تو تمہیں زبردستی مجھ سے چھین لے گا پس اگر وہ تمہارے اور میرے تعلق کے بارے میں پوچھے تو اس کو بتانا کہ تم میری بہن ہو اور اس میں کوئی شبہ بھی نہیں کہ تم اس کے رشتہ سے میری بہن ہو لہذا خود کو میری بہن بتاتے وقت دینی اخوت کی نیت کر لینا اور یہ نیت اس لئے بھی صحیح ہوگی کہ اس سرزمین پر سوائے میرے اور تمہارے کوئی دوسرا مؤمن نہیں ہے۔

لہذا اس ظالم نے ایک گماشتہ بھیج کر حضرت سارہ کو طلب کیا اور ادھر تو حضرت سارہ اس کے پاس لے جائی گئیں ادھر حضرت ابراہیم علیہ السلام (اپنی قیام گاہ پر) نماز پڑھنے کھڑے ہو گئے سارہ جب اس ظالم کے پاس پہنچیں تو وہ اس کا حسن و جمال دیکھ کر از خود رفتہ ہو گیا اور یا تو ان سے پوچھے اور تحقیق کئے بغیر کہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کیا رشتہ رکھتی ہیں، یا پوچھنے اور سارہ کے یہ کہنے کے باوجود یکہ وہ ابراہیم علیہ السلام کی بہن ہیں اس نے ان پر ہاتھ ڈالنا اور ان کی عفت و عصمت کو اپنی ہوس کا نشانہ بنانا چاہا مگر اللہ تعالیٰ نے سارہ کی مدد کی اور وہ ظالم پکڑا گیا۔ ایک روایت میں یا تو فاخذ کی بجائے یا اس لفظ کے ساتھ مزید خط کا لفظ بھی نقل کیا گیا ہے بہر حال وہ عتاب الہی کی گرفت میں آنے کے بعد زمین پر پیر مارنے لگا یعنی جس طرح کوئی آسیب زدہ یا مرگی میں مبتلا شخص زمین پر زور زور سے پاؤں پٹختا ہے اسی طرح وہ بھی اپنے پیر پٹختے لگا پھر اس نے سارہ سے کہا کہ میں اپنے ارادہ بد سے باز آیا تم اللہ سے دعا کرو کہ وہ مجھے اس مصیبت سے نجات دے میرا وعدہ ہے کہ میں تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا یعنی تمہارے ساتھ کوئی تعرض نہیں کروں گا۔ چنانچہ حضرت سارہ نے دعا کی اور اس ظالم کی خلاصی ہو گئی لیکن اس نے دوبارہ دست درازی کرنی چاہی اور پھر پہلے کی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ سخت عتاب الہی میں پکڑا گیا اس نے پھر حضرت سارہ سے کہا کہ اللہ سے دعا کرو کہ وہ مجھے اس مصیبت سے نجات دے اور میں اب صدق دل کے ساتھ یقین دلاتا ہوں کہ تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا حضرت سارہ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور اس ظالم کی گلو خلاصی ہو گئی۔ اس کے بعد اس ظالم اپنے دربانوں میں کسی کو بلایا اور کہا کہ تو میرے پاس انسان کو نہیں لایا ہے (کہ جس پر قابو پاسکتا) بلکہ تو کسی جن کو میرے پاس لے آیا ہے کہ اس پر قابو پانے کے بجائے خود ان مصیبت میں پھنس جاتا ہوں یہ تو تو نے میرے لئے موت کا سامان فراہم کر دیا ہے۔

پھر اس نے سارہ کی خدمت کے لئے ہاجرہ نامی ایک لونڈی دی اور ان کو واپس بھیج دیا سارہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس

واپس پہنچیں تو وہ نماز پڑھنے میں مشغول تھے کیونکہ اس وقت تک ان کو اس ظالم کے بچہ سے سارہ کی رہائی کی خبر نہیں ہوئی تھی، وہ بدستور نماز میں اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ تھے اور سارہ کی باعفت و عافیت واپسی کی دعائیں مانگ رہے تھے حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کو دیکھا تو نمازی میں اپنے ہی میں اپنے ہاتھ کے اشارے سے پوچھا کا حال ہے اور تم پر کیا ہوتی؟ حضرت سارہ نے کہا کہ بندہ خدا نے اس کافر کی بدعتی کو اس کے سینے میں ہی لوٹا دیا (یعنی اس نے مجھے اپنی ہوس کا نشانہ بنانے کے لئے جس بدعتی کا اظہار کیا وہ اپنے اس کے گلے پڑ گئی، مجھے تو وہ کوئی نقصان پہنچا نہیں سکا خود عذاب الہی میں ضرور پھنس گیا تھا اور اس نے خدمت کے لئے ہجرہ کو میرے ساتھ کر دیا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (یہ حدیث بیان کرنے کے بعد) کہا کہ اے آسمان کے پانی کے بیواؤں ہاجرہ تم سب کی ماں ہیں۔ (بخاری و مسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 269)

ابہام کا بیان

(۲) الابہام ایراد الکلام محتملا لوجهین متضادین نحو۔

بارک الله للحسن ولبوران فی الختن

یا امام الہدی ظفر ت ولكن نیت من

لان قوله نیت من یحتمل ان یکون مدحا لعظمة وان یکون ذمما للدناءة .

ترجمہ

(۲) ابہام: وہ کلام کا اس طور پر لانا ہے کہ دو متضاد وجہوں کا احتمال رکھے جیسے کہ شاعر کا قول۔

بارک الله للحسن ولبوران فی الختن

یا امام الہدی ظفر ت ولكن نیت من

لقد برکت دے حسن اور اس کی بیٹی بوران کو دامادی کے رشتے میں، اے ہدایت کے پیشوا تو کامیاب ہو گیا لیکن اس کی لڑکی سے شادی کر کے۔

ہاں شاعر کا قول بہت من اس بات کا بھی احتمال رکھتا ہے کہ وہ کسی عظمت کی طرف اشارہ کرنے کے لیے تعریف کے طور پر یہ کہا ہو یا کسی حقارت کی طرف اشارہ کرنے کے لیے مذمت کے طور پر کہا ہو۔

شرح

بہام

بہام عربی زبان کا غلط ہے جس کے لغوی معنی ہیں پوشیدگی، صراحت کی ضد۔ اصطلاح میں ابہام سے مراد شاعر کے مقصد کی ایک پوشیدگی سے ہے جس کی تفہیم کے لیے کئی کئی دھاتیں کرنا پڑیں اور ان وضاحتوں کے بعد بھی صحیح اور قطعی معنی کی دریافت میں

تنگی کا احساس ہو۔ یعنی شعر کا مفہوم آخری کوشش تک غیر قطعی رہے۔ ابہام تذکروں کی اصطلاح ہے گلشن بختار میں شیفتہ نے ابہام کی اصطلاح استعمال کی ہے۔ ابہام کی وضاحت کرتے ہوئے شمس الرحمن فاروقی لکھتے ہیں۔

وہ شعر جو لغت کی مدد سے نہ سمجھا جاسکے مبہم ہوگا۔ اہل ممتنع کا شعر بھی مبہم ہو سکتا ہے اور نہایت فارسی آمیز شعر بھی ابہام سے مائل ہو سکتا ہے۔ ابہام کی دوسری شکل یہ ہوتی ہے کہ شعر پہلی نظر میں ایسے مطالب کا حامل نظر آئے جو نیم روشن ہوں لیکن غور و فکر اور تامل کے تفاعل کے جانچنے پر کھنے کے بعد اس کے تمام نکات واضح ہو جائیں اور یہ محسوس ہو کہ ہم اس شعر سے اور زیادہ معنی حاصل نہیں کر سکتے ابہام کی آخری منزل یہ ہوتی ہے کہ پورے غور و فکر اور تمام الفاظ کی توجیہ کے بعد بھی یہ محسوس ہو کہ ابھی اس کنویں کو کھنگالا جائے تو کئی ڈول پانی ہے۔ (شعر غیر شعر اور نثر: شمس الرحمن فاروقی)

مغربی ناقد امپسن نے میں ابہام کی سات قسمیں بیان کی ہیں۔

(۱) اظہار کی کثیر معنویت (۲) دو یا زائد معنی کی آمیزش (۳) ابہام یعنی ایک لفظ سے دو معنوں کی ترسیل (۴) فنکار کی فکری پیچیدگی (۵) دو یا زائد الفاظ سے معنوی یکسانیت کا اظہار (۶) معنوی تضاد (۷) معنوی تضاد کے اظہار میں فنکار کی مقصد سے لا تعلقی۔

(مشمولہ: فرہنگ ادبیات: سلیم شہزاد)

امپسن نے ابہام کے ذیل میں ابہام کو بھی شامل کیا ہے لیکن اردو تنقید میں ابہام اور ابہام میں واضح فرق کیا جاتا ہے۔ اس کاغذ سے ابہام کی چار صورتیں بیان کی جاسکتی ہیں۔

(۱) سادہ ابہام: ایسا شعر جس میں کوئی لفظ یا مضمون مشکل نہ ہو اور شعر کے معنی ذرا سی غور و فکر کے بعد واضح ہو جائیں، سادہ ابہام کا حامل ہوتا۔

اچھا تو تم ایسے تھے دور سے کیسے لگتے تھے (شارق کیفی)

اس شعر میں کوئی لفظ مشکل نہیں ہے لیکن شعر کے معنی غیر قطعی ہیں یعنی یہ نہیں کہا جاسکتا کہ دور سے دیکھنے والا اچھا ہے یا برا ہے پہلے مصرع کے اسلوب پر ذرا سا غور کرنے پر یہ واضح ہوتا ہے کہ دور سے دیکھنے والے نے قریب سے دیکھنے پر شے کو اپنے معیار سے کم پایا ہے۔ ایسے اور کیسے الفاظ مبہم ہیں لیکن شعر کے خیال اور اسلوب کے لحاظ سے اشیاء سے قطع نظر صفات کی سطح پر ایک بار تو وضاحت سے شعر کے مکمل معنی روشن ہو سکتے ہیں۔

ابہام کی اقسام کا بیان

(۱) ہلکا ابہام: ایسا شعر جس میں کوئی لفظ یا مضمون مشکل نہ ہو لیکن شعر کے کسی ایک لفظ یا فقرے کی وجہ سے شعر کے معنی آخری تجزیہ تک غیر قطعی اور غیر متعین رہیں ہلکے ابہام کا حامل ہوتا ہے۔

کہا میں نے گل کا ہے کتنا ثبات
کلی نے یہ سن کر تبسم کیا (میر)

اس شعر کی توجیہ کرتے ہوئے نیر مسعود لکھتے ہیں:

یہ ہلکے ابہام کی شکل ہے۔ شاعر نے یہ نہیں بتایا کہ کلی نے یہ تبسم کیوں کیا اس تبسم کی مختلف توجہیں کی گئیں ان توضیحوں سے بعد بھی شعر مبہم رہتا ہے اس لیے کہ شاعر نے صرف اتنا بتایا ہے کہ کلی نے تبسم کیا، یہ نہیں بتایا کہ تبسم کے وسیلے سے کلی نے کیا بتایا۔
(اردو شعریات کی چند اصطلاحیں: نیر مسعود، مشمولہ اردو شعریات: مرتبہ آل احمد سرور)

(۲) گہرا ابہام: ایسا شعر جس کا لفظی مفہوم آسان ہو لیکن شعر کے لہجے، خیال اور الفاظ کے بیولے سے قطعی معنی کے تعین کے لیے بہت سے سوالات پیدا ہوں اور ہر سوال ناقابل حل ہو، گہرے ابہام کا حامل ہوتا ہے۔

نک تو رہا اے بنائے ہستی تو تجھ کو کیسا خراب کرتا ہوں (میر)
اس شعر کا لفظی مفہوم یہ ہے کہ اے ہستی تری عمارت، تری بنیاد قائم ہو جائے پھر تجھے دیکھ میں کیسا خراب کرتا ہوں۔ بقول شمس الرحمن فاروقی اس مفہوم سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہستی کی بنا کیوں قائم نہیں ہو رہی ہے؟ شاعر اس کو خراب کرنا کیوں چاہتا ہے؟ وہ اس بنائے ہستی کو کیسے خراب کرے گا؟ بنائے ہستی خراب ہوگی بھی یا نہیں؟ وغیرہ سوالات کے جوابات کی شعر میں کوئی وضاحت نہیں کی گئی ہے۔ بس ایک واقعہ کا ذکر ہے۔ اس واقعے کے پس منظر کی وضاحت قاری پر چھوڑ دی گئی ہے اس طرح یہ شعر گہرے ابہام کا حامل ہے۔

میں وہ پڑ مردہ سبز ہوں کہ ہو کر خاک سے سرزد یکا یک آ گیا اس آسمان کی پامالی میں (میر)
اس شعر میں شاعر نے خود کو پڑ مردہ سبز کیوں کہا؟ یہ پڑ مردگی آسمان کی پامالی کے بعد ہوئی کہ پیدا ہی پامال ہوا؟ آسمان نے اسے پڑ مردہ اور پامال کیوں کیا؟ وغیرہ سوالات شعر کے لفظی مفہوم سے پیدا ہوتے ہیں جن کی شعر میں کوئی وضاحت نہیں ہے۔

وہ تو بتا رہا تھا کئی روز کا سفر زنجیر کھینچ کر جو مسافر اتر گئے (ہوش نعمانی)
وہ سفر کا حال کس کو بتا رہا تھا؟ وہ سفر کس چیز میں کر رہا تھا؟ سفر کیوں کر رہا تھا؟ پھر اچانک زنجیر کھینچ کر کیوں اتر گیا؟ کیا اسے کوئی حادثہ پیش آیا؟ یا وہ کوئی چیز کہیں بھول گیا تھا جس کے ایک دم یاد آنے پر اسے اترنا پڑا وغیرہ سوالات کی شعر میں وضاحت نہیں کی گئی ہے۔

(۳) پیچیدہ ابہام: ایسا شعر جس میں پیچیدہ گی بھی ہو اور ابہام بھی ہو، پیچیدہ ابہام کا حامل ہوتا ہے۔ ایسا شعر الفاظ کی سطح پر آسان ہوتا ہے لیکن اس کے مصرع ادنیٰ کا مضمون مصرع ثانی کے مضمون سے قیاسی، تعلیلی یا مقدوری ربط رکھتا ہے یا اس کے ذیلی مضامین کی راست ترتیب نہ ہو کر گھما دار ترتیب ہوتی ہے جس کی وجہ سے پہلی سطح پر شعر کا لفظی مفہوم آسانی سے نہیں کھلتا شعر کا لفظی مفہوم کھلنے کے بعد پیدا ہونے والے سوالات کے غیر قطعی جوابات کی وجہ سے شعر کے معنی غیر قطعی رہتے ہیں۔

یہ رنگ زار ہے اپنا پروں پہ تلی کے دھنک ہو خود میں تو پھولوں سے استفادہ کیا (اظہر عنایتی)
اس شعر میں رنگ زار گل زار کے قیاس پر بنایا گیا ہے جہاں گل ہوں وہ گلزار ہے اور جہاں رنگ ہوں وہ رنگ زار ہے۔ اس شعر کا لفظی مفہوم یہ ہے کہ تلی جو کہ اپنے پروں کی وجہ سے رنگین ہے وہ رنگوں کے لیے پھولوں سے استفادہ کیوں کرتی ہے اسے پھولوں

سے استفادہ نہیں کرنا چاہیے کیوں کہ ایک پھول ایک رنگ کا حامل ہوتا ہے اور تلی خود میں ساتوں رنگ دھنک کے رکھتی ہے۔ شعر میں لفظ اپنانے ابہام پیدا کر دیا ہے یہ رنگ زار تلی کا ہے کہ شاعر کا یعنی رنگ تو انسان کی آنکھوں میں ہوتے ہیں اگر وہ پھر استفادہ کرنے کے ذیلی مضامین میں مقدروں ربط ہے۔ جس کی وجہ سے علمی سطح پر شعر کا لفظی مفہوم آسانی سے نہیں کھلتا۔ سورج کو چونچ میں لیے مرغا کھڑا رہا کھڑکی کے پردے کھینچ دیے رات ہوگئی (نہ افاضلی)

اس شعر کا لفظی مفہوم یہ ہے کہ مرغا صبح کاذب کے ہوتے ہی اذان دیتا ہے اس لیے سورج کی روشنی سے بچنے کے لیے کھڑکی کے پردے کھینچ کر دوبارہ رات کا سماں پیدا کر لیا گیا ہے اور مرغا اذان محرم سے محروم رہا۔ اس شعر میں پہلے ابہام متکلم کی غیر قطعیت کی وجہ سے ہے۔ دوسرے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ رات کے منظر کا اعادہ کیوں کیا گیا؟ یعنی رات کا اعادہ اس لیے کیا گیا کہ عیاشی بدستور چلتی رہے یا اس لیے کہ غم کی کیفیت مستقل رہے یا اس لیے کہ سورج کی روشنی آنکھوں کو خیرہ کرتی ہے یا اس لیے کہ مرغا اذان محرم دے سکے وغیرہ۔ اس شعر میں مصرع اولیٰ اور مصرع ثانی کے مضامین میں دور کا ربط ہے جس کی وجہ سے شعر کا لفظی مفہوم آسانی سے سمجھ میں نہیں آتا۔ مکے بعد کی جدید غزل کا بیشتر حصہ پیچیدہ ابہام کا حامل ہے جس کی وجہ سے ترسیل و ابلاغ کا مسئلہ پیدا ہونا مازکی تھا۔

ایرانی و عرب شعریات میں ابہام شعر کا حسن ہے اور شعریت کی صفت ہے لیکن تذاکراتی دور سے لے کر ترقی پسندی تک اردو تنقید میں ابہام کو شعری نقص قرار دے کر اسے اغلاق اور اہمال کی مترادف اصطلاح کے طور پر برتا گیا اور اسے ترسیل کی ناکامی قرار دیا گیا۔ بیسویں صدی کی غزل پر روشنی ڈالتے ہوئے عبدالسلام ندوی لکھتے ہیں:

شعرا نے لکھنؤ کی مبتذل روش کو چھوڑ کر جدید کے غزل گو شعراء نے مومن و غالب کی پیچیدہ روش اختیار کی اس لیے ان کے کلام کا ایک حصہ سادگی اور روزمرہ کی پابندی کے وصف سے معرا ہو کر اغلاق و ابہام بلکہ اہمال کے درجے تک پہنچ گیا۔

(شعرا ہند جلد اول)

جدید تنقید نے مشرقی شعریات یعنی ہند، عرب اور ایرانی شعریات کی روشنی میں ابہام کی بازیافت کر کے اسے شعریت کا اہم عنصر قرار دیا۔ اس سلسلے میں شمس الرحمن فاروقی لکھتے ہیں۔ شاعری کی تیسری اور آخری پہچان ابہام ہے جدید لفظی ابہام میں سے ایک کا ہونا ضروری ہے۔ (شعر غیر شعر اور نثر)

دراصل ابہام شعر کی وہ اعلیٰ صفت ہے جو شعر کو فطرت کا ایک مظہر اور تخلیق الہی کا ایک نمونہ بنادیتی ہے یعنی جس طرح کائنات کی ہر شے ایک سوال ہے اور تلاش معنی کے لیے دعوت فکر دیتی ہے اسی طرح مبہم شعر قاری کی فکر کو ہمیز کرتا ہے اور بصیرت افروزی کی دعوت دیتا ہے۔ اس لیے صریح یا قطعی شعر کے مقابلے میں مبہم شعر کا درجہ بلند ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ مشرقی جمالیات میں ظاہری حسن کے مقابلے میں پوشیدہ حسن زیادہ کشش اور جاذبیت کا باعث ہوتا ہے، اس سے زیادہ معنی خیز پیدا ہوتے ہیں۔

روک لوگر غلط چلے کوئی بخش دو گر خطا کرے کوئی (غالب)
لوگ یوں کہتے ہیں اپنے قہے جیسے وہ شاہ جہاں تھے پہلے (اعظم عثمانی)
فریب دیجیے لیکن ذرا سلیقے سے حضور سوئی سے نیزے نہیں بدل جاتے (مظفر حق)
مندرجہ بالا اشعار میں ابہام نہیں ہے معنی واضح ہیں۔

توجیہ کا بیان

(۳) التوجیہ افادۃ معنی بالفاظ موضوعۃ لہ ولكنها اسماء لناس او غیرہم کقول بعضہم بصف

نہراہ

اذا فاعرتہ الريح ولت علیہ . باذیال کثبان الشرم تنعم بہ الفضل یبدو والربیع وکم غذا .
بہ الروض یحیی وھو لا شک جعفی فالفضل والربیع وبعی جعفر اسماء ناس وکقولہ .
وما حسن بیت لہ زخرف تراہ اذا زلزلت لم یکن
فان زخرفا واذ زلزلت ولم یکن . اسماء سور من القرآن

ترجمہ

(۳) توجیہ: وہ کسی ایسے الفاظ کے ذریعے معنی کا فائدہ دیتا ہے جو اسی کے لیے بنائے گئے ہوں مگر وہ انسان وغیرہ کے نام ہوں
جیسے کہ کسی شاعر نے ایک ندی کی تعریف میں یہ کہا۔

اذا فاعرتہ الريح ولت علیہ
بہ الفضل یبدو والربیع وکم غذا
باذیال کثبان الشرم تنعم بہ الفضل یبدو والربیع وکم غذا
بہ الروض یحیی وھو لا شک جعفر
جب فخر کرنے میں ہوا اس پر غالب آتی ہے تو خوشبودار ہو کر لوٹتی ہے نمناک ریت کے تودوں کے دامنوں کے پاس رک جاتی
ہے، اسی سے فضیلت اور موسم ربیع ظاہر ہوتا ہے اور کتنے ہی باغات اس کی وجہ سے زندہ ہیں اور وہ چیز یقیناً ندی ہے پس فضل اور ربیع
اور یحیی اور جعفر انسانوں کے نام ہیں اور جیسے شاعر کا یہ شعر ہے۔

وما حسن بیت لہ زخرف تراہ اذا زلزلت لم یکن
اور اس گھر کی کیا خوبصورتی جس پر طمع کاری کی گئی ہو، اگر وہ ہلایا جائے تو اے مخاطب تو یوں سمجھے گا کہ یہاں کوئی مکان تھا ہی
نہیں پس زخرف اور اذ از لرست اور لم یکن یہ قرآن کریم کی سورتوں کے نام ہیں۔

صنعت توجیہ کا بیان

اس کو متحمل اضدین بھی کہتے ہیں۔ کلام سے مدح اور ذم یعنی دوا ایسے مطلب نکلتے ہوں جو ایک دوسرے کی ضد ہوں جیسے۔ ع

ایک قطرہ ہے سمندر ترے منہ کے آگے

اس کے دو معنی نکلے۔ (۱) تیرے منہ کے سامنے سمندر کی حقیقت ایک قطرہ کے برابر ہے۔ یعنی ترانہ بہت کشادہ ہے۔

(۲) ترے منہ کے سامنے ایک قطرہ سمندر کی حیثیت رکھتا ہے۔ گویا ترانہ نہایت تنگ ہے۔

طباق کا بیان

(۳) الطباق هو الجمع بین معنیین مقابلین نحو قوله تعالى .

(وَحَسِبْهُمْ اِيْقَاطًا وَهُمْ رُقُودٌ) وَلَكِنْ اَكْثَرُ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ يَعْلَمُونَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا .

(۴) طباق: وہ دو متقابل معنوں کو جمع کرنا ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ وَحَسِبْهُمْ اِيْقَاطًا وَهُمْ رُقُودٌ (اور تو انہیں

بیدار سمجھے گا حالانکہ وہ سوئے ہوئے ہیں) وَلَكِنْ اَكْثَرُ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ يَعْلَمُونَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا (اور لیکن بہت لوگ نہیں جانتے جانتے ہیں اور پر اوپر دنیا کے جینے کو)

شرح

صنعت طباق یا تضاد ایسی صنعت ہے جس میں شاعر کلام میں ایسے الفاظ لاتا ہے جو باہم متضاد و متقابل ہوں۔ یہ تضاد الفاظ اسم، فعل یا حرف کسی بھی شکل میں ہوں اس صنعت کو مطابقت، ٹکانو یا تطبیق بھی کہتے ہیں۔

خوشی کے ساتھ عجب سا ملال بھی ہے مجھے

سوادِ شام سفر ہے جلا جلا سا منیر

ہو گئے سب زہریکیاں، سب نہاتیں ایک سی

اے منیر! آزاد ہو اس سحر یک رنگی سے تو

درج بالا اشعار میں "خوشی" اور "ملال"، "زہر" اور "نہاتیں" متضاد کیفیات کے حامل ہیں۔ تضاد کی کیفیت دو طریقوں سے

پیدا ہوتی ہے جن کی بنا پر اس صنعت کو دو اقسام میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ تضاد ایجابی اور سلبی۔ تضاد ایجابی اُس وقت جنم لیتی ہے جب

کلام میں ایسے الفاظ کا استعمال ہو جو ایک دوسرے کی ضد ہوں۔ مثلاً دن، رات اور صبح، شام وغیرہ۔ منیر نیازی کے ہاں اس کی

مثالیں ملاحظہ ہوں:

جدید شہروں میں بھی تجھ کو رونما دیکھا

قدیم قریوں میں موجود تو خدائے قدیم

جہاں میں اس پہ کبھی اختیار کس کا تھا

یہ جبر مرگ مسلسل ہی زندگی ہے منیر

پہلے شعر میں "قدیم" اور "جدید" متضاد الفاظ ہیں۔ دوسرے شعر میں "جبر" کا متضاد "اختیار" اور "مرگ" کا متضاد "زندگی"

ہے۔ اس طرح صنعت تضاد ایجابی ظاہر ہوتی ہے۔ تضاد سلبی میں حروف نفی کے ذریعے تضاد کی صورت پیدا کی جاتی ہے۔ مثلاً یہ شعر

ملاحظہ ہو:

نگاہ آئینہ معلوم، عکس نامعلوم دکھائی دیتا ہے جو اصل میں چھپا ہی نہ ہو

مقابلہ کا بیان

(۵) من الطباق المقلبة وهوان يؤتى بمعنيين او اكثر ثم يؤتى بما يقابل ذلك على الترتيب -
 نحو قوله تعالى (فليضحكوا قليلا وليبكوا كثيرا)۔

ترجمہ

(۵) مقابلہ: طباق کی ایک قسم مقابلہ ہے اور وہ یہ ہے کہ دو یا زیادہ معانی اور ان دونوں کے مقابل کو بھی ترتیب وار لایا جائے جس طرح کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ فليضحكوا قليلا وليبكوا كثيرا (چاہے کہ نہیں تھوڑا اور روویں زیادہ)

تدبج کا بیان

(۶) ومنه التدبج وهو التقابل بين الفاظ الالوان -
 كقوله -

تردی ثياب الموت حمرا فما اتى
 لها الليل الا وهي من سندس مخضر

ترجمہ

(۶) تدبج: طباق کی ایک قسم تدبج ہے اور وہ الفاظ الوان کو ایک دوسرے کے مقابل لانا ہے جس طرح کہ شاعر کا یہ قول ہے۔
 تردی ثياب الموت حمرا فما اتى
 لها الليل الا وهي من سندس مخضر
 اس نے موت کے کپڑے پہن لیے اس حال میں کہ وہ سرخ تھے ان کپڑوں پر ایک رات بھی نہیں گزری کہ وہ سبز ریشم سے تبدیل ہو گئے۔

شرح

صنعت تدبج کو بھی طباق ہی کی ایک قسم سمجھا جاتا ہے۔ کلام میں رنگوں کا ذکر ایہام و کنایے کے بجائے میں کرنا صنعت تدبج کہلاتا ہے۔ منیر نیازی کی غزل میں رنگ جہان معانی کے دروا کرتے ہیں۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

بنے لگی ہے ندی اک سرخ رنگ سے کی
 اک شوخ کے لیوں کا لعلیں ایاغ چکا
 یوں تو ہے رنگ زرد مگر ہونٹ لال ہیں
 صحرا کی وسعتوں میں کہیں گلستاں تو ہے
 پہلی مثال میں سرخ رنگ رومان و شیفگی کی علامت ہے جب کہ دوسرے شعر میں صحرا کی تجسیم کی گئی ہے جو اس کی صفات سے متعلق ہے۔ زرد رنگ عدم حیات اور لال رنگ تخریب و فنا کی علامت ہے۔

ادماج کا بیان

(۷) الادماج ان بضمن کلام سبق لمعنی معنی آخر نحو قول ابی الطیب و

اعدها علی الدهر الذنوب
الشکایة من الدهر

اقلب فیہ اجفانی کانی
فانہ صمن وصف اللیل بالطول

ترجمہ

(۷) ادماج: ایک معنی میں چلائے جانے والے کلام میں دوسرے ایک معنی کو شامل و متضمن کیا جائے جس طرح کہ ابوطیب جنس کا یہ شعر ہے۔

اقلب فیہ اجفانی کانی
اعدها علی الدهر الذنوب

میں اس رات میں اپنی پلکوں کو اس قدر کثرت سے پلٹاتا تھا کہ گویا اس کے ذریعے زمانے کے گناہوں کو شمار کرتا تھا۔ پس اس شاعر نے زمانے کی شکایت کو رات کی لبائی کے وصف کے ساتھ متضمن کر دیا۔

استبعا کا بیان

(۸) ومن الادماج ما یسمی بالاستبعا وهو المدح بشیء علی وجه یستتبع المدح بشیء اخر کقول اخوارزمی و

سمع البدیهة لیس یمک لفظه
فکانما الفاظه من ماله

ترجمہ

(۸) استبعا: ادماج کی ایک اور قسم ہے جسے استبعا کہتے ہیں وہ کسی چیز کی اس طرح تعریف کرنا ہے جس کے نتیجے میں ایک اور چیز کی مدح خود بخود حاصل ہو جائے جس طرح کہ خوارزمی کا یہ شعر ہے۔

سمع البدیهة لیس یمک لفظه
فکانما الفاظه من ماله

میرا مدوح ایسا بدیہہ گو و حاضر جواب ہے کہ اپنے الفاظ میں بخل نہیں کرتا ہے گویا کہ اس کے الفاظ اس کے مال کی جنس سے ہوں۔

شرح

صنعت استبعا۔ بروزن استعداد۔ بمعنی منہ پیچھے کرنے کی خواہش کرنا۔ یعنی کسی کی مدح اس طرح کی جائے کہ ایک مدح اور ہو

جیسے

آتش قبر سے ہو جائے جہاں خاک سیاہ
موجزن گر نہ رہے، مہر کا دریا تیرے
یہاں قبر اور مہر دونوں حقیقتیں پائی جاتی ہیں۔

مرآة النظر کا بیان

(۹) مراعاة النظر ہے جمع امور و ما یناسبہ لا بالتضاد کقولہ ۔

اذا صدق الجدا فتری العم للفتی مکارم لا تخفی وان کذب الخال
فقد جمع بین الجد والعم والخال . والمراد بالاول الحظ والثانی عامة الناس وبالثالث الظن .

ترجمہ

(۹) مراعات النظر: وہ چند ایسی چیزوں کو جمع کرنا ہے جن کے درمیان تناسب ہو تضاد نہ ہو جس طرح کہ شاعر کا یہ شعر ہے۔

اذا صدق الجد افتری العم للفتی مکارم لا تخفی وان کذب الخال
جب کہ نصیبہ یاوری کرتا ہے تو عوام الناس تہمت لگاتے ہیں، نو جوان کے ایسے عمدہ اخلاق ہیں جو مخفی نہیں رہتے اگرچہ خیال
مکذیب کرے پس شاعر نے جد، عم اور خال کو اکٹھا کر دیا ہے اور پہلے لفظ سے مراد نصیبہ اور دوسرے سے عوام الناس اور تیسرے سے
خیال ہے۔

شرح

صنعت مراعاة النظر سے مراد کلام میں چند ایسی چیزوں کا تذکرہ ہے جن میں تضاد کے سوا کوئی اور مناسبت ہو۔ مثلاً رات کے
ذکر کے ساتھ تاریکی، شمع، چاند اور ستاروں وغیرہ کا ذکر کرنا۔ اس صنعت کو ابتلاف، تلفیق اور مواخات بھی کہتے ہیں۔ منیر نیازی کے
ہاں اس صنعت کا استعمال ملاحظہ ہو۔

اک اک ورق ہے باب زربری غزل کا اے منیر
جب یہ کتاب ہو چکے جا کے دکھانا تب اُسے
ہری ٹہنیوں کے نگر پر گئے
ہوا کے پرندے شجر پر گئے

گہرا بادل خموشی سے خزاں آثار باغوں پر
ہلے ٹھنڈی ہواؤں میں شجر آہستہ آہستہ

پہلے شعر میں "ورق"، "باب"، "اور"، "کتاب" آپس میں مناسبت رکھتے ہیں۔ دوسرے شعر میں ہری ٹہنیوں، ہوا کے پرندے
اور شجر میں رعیت ہے۔ تیسرے شعر میں بادل، خزاں، آثار باغ، ٹھنڈی ہوا اور شجر کی صورت میں صنعت مراعاة النظر کی مثال ملتی
ہے۔ صنعت تفریق ایسی صنعت ہے جس کے تحت کلام میں ایک نوع کی دو چیزوں میں فرق ظاہر کیا جائے۔ منیر نیازی کی غزل میں
اس صنعت کا استعمال ملاحظہ ہو:

جن مذاہب سے گزرتے ہیں یہاں
ان مذاہب کی الٹی ہے اس طرف
جو بکھر کر رہ گیا ہے اس طرف
حسن کی اک شکل بھی ہے اس طرف

درج بالا اشعار میں حیات و عدم کا تقابل کیا گیا ہے۔ اس کے برعکس اگر دو یا زیادہ چیزوں کو ایک حکم میں جمع کر کے ان میں باہمی
ظاہر کیا جائے تو یہ صنعت جمع و تفریق کہلاتی ہے۔ ضمیر نیازی کا ایک شعر ملاحظہ ہو۔

دیوار فلک، بحر آب و زماں، سب دھوکے آتے جاتے ہوئے
یہ ایک حقیقت ہم پہ کھلی جب سے وہ کھلا بن دیکھا ہے

استخدام کا بیان

(۱۰) الاستخدام هو ذكر اللفظ بمعنى واعادة ضمير عليه بمعنى آخر او اعادة ضمير بن ترید
بشانہما غیر ما اردتہ باولہما فالاول نحو قوله تعالیٰ (لمن شہد منکم الشهر فلیصمه) اراد
بالشهر الهلال وضمیرہ الزمان المعلوم والثانی کقولہ ۔

فسقی الغضاء الساکنیہ وان ہم
شہوہ بین جوانحی و ضلوعی

الغضا شجر بالہادیۃ و ضمیر ساکنیہ يعود الیہ بمعنی مکانہ و ضمیر شہوہ يعود الیہ بمعنی نارہ ۔

ترجمہ

(۱۰) استخدام: وہ ایک لفظ کو کسی ایک معنی کے لیے ذکر کرنا ہے اور اس کی طرف ضمیر کا لوٹنا ہے کسی دوسرے معنی کے لیے اور
ضمیروں کو لوٹایا جائے اور دوسری سے تو وہ معنی مراد نہ لے جو تو نے پہلی سے لیا ہے (یعنی دونوں ضمیروں کے مرجع کا معنی الگ الگ
ہوں) پہلے کی مثال جس طرح کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے فمن شہد منکم الشهر فلیصمه (تم میں سے جو شخص رمضان کے
پہلے چاند کو دیکھے تو اسے ماہ رمضان کا روزہ رکھنا چاہیے) اللہ تعالیٰ نے الشجر سے ہلال رمضان اور اس کی ضمیر سے مخصوص زمانہ مراد
لیا ہے اور دوسرے کی مثال جس طرح کہ شاعر کا یہ شعر ہے۔

فسقی الغضی والساکنیہ وان ہم
شہوہ بین جوانحی و ضلوعی

اللہ تعالیٰ سیراب کرے غصا نامی درختوں کو اور اس جگہ کے باشندوں کو اگرچہ انہوں نے درخت غصا کی آگ کو بھڑکایا ہے
میرے آگے اور پیچھے کی پسلیوں کے درمیان۔ غصا ایک جنگلی درخت کا نام ہے، اور ساکنیہ کی ضمیر غصا کی طرف بمعنی مکان غصا
کے لوٹی ہے اور شہوہ کی ضمیر غصا کی طرف بمعنی نار غصا کے لوٹی ہے۔

استخدام کا بیان

ایک لفظ کلام میں جو دو معنی رکھتا ہو۔ ایک معنی تو اس لفظ سے مراد لیں اور دوسرے معنی اس لفظ کی طرف متوجہ نہ کریں۔ جیسے سایہ فگن ہو میں نے کہا ہم پہ اوپری بولا کہ اس کے سایہ سے پر ہی چاہیے یہ اوپری کے دو معنی ہیں۔ معشوق اور بھوت۔ لفظ معشوق سے مراد ہے اور ضمیر بھوت کی جانب ہے۔ کیونکہ بھوت کے سایہ سے پر تیز ہوتا ہے۔

اسطراد کا بیان

(۱۱) الاستطراد هو ان يخرج المتكلم من الغرض الذي هو فيه الى آخر لمناسبة ثم يرجع الى تميم الاول كقول السملول و

وانا اناس لا نرى القتل سبة
يقرب حب الموت اجالنا لنا
وما مات منا سيد حتف انفه
واذا ما راته عامر و سملول
ونكرهه آجالهم فتطول
ولا تطل منا حيث كان قتيل

لسباق القصيدة للفخر واستطراد منه الى هجاء عامر و سملول ثم عاد اليه .

ترجمہ

(۱۱) اسطراد: وہ یہ ہے کہ متکلم اس غرض سے جسے وہ بیان کر رہا تھا کسی دوسری غرض کی طرف دونوں کے درمیان کسی مناسبت کی وجہ سے نکل جائے پھر وہ پہلی غرض کی طرف اس کو مکمل کرنے کے لیے لوٹ آئے جس طرح سموہل شاعر کا یہ شعر ہے۔

وانا اناس لا نرى القتل سبة
يقرب حب الموت اجالنا لنا
وما مات منا سيد حتف انفه
اذا ما راته عامر و سملول
ونكرهه آجالهم فتطول
ولا تطل منا حيث كان قتيل

ہم ایسے لوگ ہیں کہ قتل ہو جانے کو عار و شرم نہیں جانتے جب کہ اسے قبیلہ عامر و سملول عار و شرم سمجھتے ہیں۔

موت کی محبت ہماری مدت کو ہم سے قریب کر دیتی ہے اور وہ لوگ موت کو ناپسند کرتے ہیں پس ان کی مدت طویل ہو جاتی ہے ہمارا کوئی سردار طبعی موت سے نہیں مرتا ہے اور اگر وہ مر جائے تو قصاص اور بدلہ لیے بغیر نہیں رہتے۔

پس قصیدہ کا سیاق فخر اور حماست کے لیے تھا اور اس سے اس نے روئے سخن کو پھیرا عامر و سملول کی بھونڈمت کی جانب پھر دوبارہ فخر کی طرف لوٹ گیا۔

افتنان کا بیان

(۱۲) الافتنان هو الجمع بين فنين مختلفين كالغزل والحماسة .
والمدح والهجاء والتعزية والتهنية كقول عبدالله بن همام السلولي حين دخل على يزيد وقد
مات ابوه معاوية وخلفه هو في الملك اجرك الله على الرزية وبارك لك في العطية واعانك على
الرعية فقد رزئت عظيما واعطيت جسيما فاشكر الله على ما اعطيت واصبر على ما رزئت فقد
فقدت الخليفة واعطيت الخلافة ففارقت خليلا ووهبت جليلا .
واشكر حباء الذي بالملك اصفاك
اصبر يزيد فقد فارقت ذائقة
كما رزئت ولا عقبى كعقبك
لارزء اصبح في الاقوام نعلمه

ترجمہ

(۱۲) افتنان: وہ دو مختلف فنون مثلاً غزل وحماست، مدح و ہجاء اور تعزیت و تہنیت کو جمع کر دینا ہے جس طرح کہ عبداللہ بن ہمام
سلولی کی یہ قول جو اس نے یزید سے کہا جب کہ وہ اس کے پاس اس وقت گیا جب اس کے باپ کا انتقال ہو گیا اور وہ سلطنت
وحکومت میں ان کا جانشین بنا اللہ تعالیٰ آپ کو بڑی مصیبت پر نیک بدلہ عطاء فرمائے اور آپ کی بخشش میں برکت عطاء کرے اور
رعیت کے مقابلے میں آپ کی مدد و نصرت مرحمت فرمائے کیوں کہ آپ کو بڑی تکلیف پہنچی ہے اور آپ کو بڑا انعام ملا ہے سو آپ اللہ
کا شکر ادا کیجیے اپنے عطیہ پر اور صبر کیجیے اپنی تکلیف پر اس لیے کہ آپ نے خلیفہ کو گم کر دیا اور آپ خلافت دیے گئے پس آپ کا ہمدرد
چلا گیا اور جلیل القدر انعام سے نوازے گئے۔

واشکر حباء الذي بالملك اصفاك

اصبر يزيد فقد فارقت ذائقة

كما رزئت ولا عقبى كعقبك

لارزء اصبح في الاقوام نعلمه

آج کے دن اقوام عالم میں سے کسی کو کوئی ایسی تکلیف نہیں پہنچی جسے ہم جانتے ہوں اور جو آپ کی تکلیف کے مانند ہو اور اس کا
انجام بھی آپ کے انجام کی طرح ہو۔

جمع کا بیان

(۱۳) الجمع هو ان يجمع بين متعدد في حكم واحد كقوله .

ان الشباب والفراغ والجدة مفسدة للمرء اي مفسدة

(۱۳) جمع: وہ کئی ایک چیز کو حکم واحد میں اکٹھا کر دینا ہے جس طرح کہ شاعر کا یہ شعر ہے۔

ان الشباب والفراغ واجدة مفسدة للمرء اي مفسدة

بلاشبہ جوانی و فراغت اور مالداری، ایک انسان کو کلی طور پر خراب و تباہ کر دینے والی چیزیں ہیں۔

صنعت جمع کا بیان

دو یا دو سے زیادہ چیزوں کو ایک حکم کے ماتحت جمع کریں۔ ذوق
خط بڑھ زلفیں بڑھیں کا کل بڑھے گیسو بڑھے حسن کی سرکار میں جتنے بڑھے ہندو بڑھے

تفریق کا بیان

(۱۴) التفریق هو ان يفرق بين شيئين من نوع واحد كقوله ۛ

ما نوال الغمام وقت ربيع
كنوال الاميس يوم سخاء
فنوال الامير بدرة عين
ونوال الغمام قطرة ماء

ترجمہ

(۱۴) تفریق: یہ ہے کہ ایک نوع کی دو چیزوں کے درمیان جدائی کر دی جائے جس طرح کہ شاعر کا یہ شعر ہے۔

ما نوال الغمام وقت ربيع
كنوال الامير يوم سخاء
فنوال الامير بدرة عين
ونوال الغمام قطرة ماء

موسم ربيع میں بادلوں کی سخاوت ایسی نہیں، جیسی کہ امیر المومنین کی سخاوت، بخشش کے دن میں۔ کیوں کہ امیر المومنین کی سخاوت تو دس ہزار درہم کی تھیلی ہے، اور بادلوں کی سخاوت تو پانی کا ایک قطرہ ہے اور بس۔

صنعت تفریق کا بیان

ایک ہی طرح کی دو چیزوں میں فرق ظاہر کیا جائے۔ نامی

ایک یوسف واں گرا تھا یا گرے دلہائے خلق
یہاں چاہ کنعاں اور چاہ زرخداں میں فرق بیان کیا ہے۔

تقسیم کا بیان

(۱۵) التقسيم هو ما استيفاء اقسام الشيء نحو قوله ۛ

واعلم علم اليوم والامس قبله
ولكنى عن علم ما فى غد عمى

واما ذكر متعدد وارجاع مالكل اليه على التعيين كقوله ۛ

ولا يقيم على ضيم يراد به
الا الاذلان غير الحى والوتد

بسم اللہ الرحمن الرحیم
 الحمد لله رب العالمین
 والصلوة والسلام
 علی من لا ینبغی له
 الالهیة الا بامر منہ

وہو الذی کثر حوائج الناس
 منہ فکثر حوائج الناس
 منہ فکثر حوائج الناس
 منہ فکثر حوائج الناس

ترجمہ

(۱) تقسیم ہو کر تو کسی چیز کی قدر کرنا
 کہ جس کی قدر کرنا

وہو الذی کثر حوائج الناس
 منہ فکثر حوائج الناس

میں اتنی اور اس سے پہلے کی چیز کا علم
 کہ جس کی قدر کرنا

اور یہ تو کسی ایک چیز کی قدر کرنا
 کہ جس کی قدر کرنا

ولا یقرب علی صیہ یزدیہ
 الا الاذلان غیر النحس والنوحد

ہذا علی الخلف مریوط برمتہ
 وذا یشیخ فلا یسرشی لہ بعد

اس قلم پر جس کا کسی کے ساتھ
 کہ جس کی قدر کرنا

یہ ذلت کے ساتھ اپنی پرانی
 کہ جس کی قدر کرنا

اور یہ تو کسی چیز کے احوال کو ذکر کرنا
 کہ جس کی قدر کرنا

وہو الذی کثر حوائج الناس
 منہ فکثر حوائج الناس

ما طلب حقی بالقنا و مشایخ
 کانہم من طول ما التوا امرہ

ثقل اذا لا قوا اخفاف اذا دعوا
 کثیر اذا شلوا قلیل اذا علوا

میں اب اپنا حق خیروں اور ایسے تجربہ کار جنگجو
 کہ جس کی قدر کرنا

کے ذریعے طلب کروں گا۔ وہ ثقل اور وزنی ہیں جب کہ وہ (دشمنوں سے) بجز جاتے ہیں، ہلکے ہیں جب کہ انہیں جنگ کے لیے

پکارا جائے، زیادہ ہیں جب کہ (میدان میں) اڑ جائیں، کم ہیں اگر شمار کیے جائیں۔

صحبت تقسیم کا بیان

پہلے چند چیزوں کو بیان کریں پھر ان کی منسوب چیزوں کا علی التبعین ذکر کریں جیسے

تیرا ہنس میرے رونے کے برابر ہو گیا اس نے مارا خلق کو اس نے ڈبویا اک جہاں

یہاں خلق کے مارنے کو ہنسی کی طرف اور اک جہاں کے ڈبونے کو رونے کی طرف منسوب کیا ہے۔

صنعت جمع مع تفریق کا بیان

دو چیزوں کو ایک معنی میں جمع کریں پھر اسباب مشترکہ میں تقسیم کر دیں۔ جیسے
دونوں بہتر ہیں مگر تعظیم ہے ان کی ضرورت سنگ اسود شیخ کو اور تیرا سنگ در مجھے
تعظیم میں جمع ہے مگر وجہ اشتراک میں تفریق ہے کہ اسود شیخ کو اور تیرا سنگ در مجھے

صنعت جمع مع تقسیم کا بیان

پہلے چند چیزوں کو ایک حکم میں جمع کریں پھر ان کو تقسیم کر دیں جیسے
تجھے اور تیرے دشمن کو سدا ہے اوج عالم میں ۔ تجھے تخت خلافت پر اسے دار سیاست پر
پہلے مصرعہ میں تجھے اور تیرے دشمن دونوں کو اوج میں جمع کیا اور دوسرے مصرعہ میں ان کی تقسیم کر دی گئی

صنعت جمع و تفریق و تقسیم کا بیان

پہلے کئی باتوں کو ایک جگہ جمع کریں پھر تفریق اور اس کے بعد تقسیم کر دیں جیسے۔
سب نئی ہیں ابرو دریا اور وہ وہ عالم جناب پائیں فیض ان سے نباتات اور غواص و گدا
پھر کرے ہے نالہ دریا۔ ابرو رونے وقت فیض بالب خداں وہ بخشے لعل و گوہر داما
پہلے مصرعہ میں جمع ہے دوسرے میں تفریق اور تیسرے چوتھے مصرعوں میں تقسیم موجود ہے۔

طی نشر کا بیان

(۱۶) الطی والنشر هو ذکر متعدد علی التفصیل او الاجمال ۔ ثم ذکر مالک واحد من
المتعدد من غیر تعیین اعتماد اعلیٰ فہم السامع
کقولہ تعالیٰ (جعل لکم اللیل والنہار لتسکنا فیہ ولتبتغوا من فضلہ) فالسکون راجع الی اللیل
والابتغاء راجع الی النہار وکقولہ الشاعر ۔
ثلثۃ نشرق الدنیا ببہجتہا شمس الضحیٰ وابو اسحاق والقمر

ترجمہ

(۱۶) طی و نشر: (لف و نشر) وہ کئی چیزوں کو تفصیلاً یا اجمالاً ذکر کیا جائے پھر ان میں سے ہر ایک کے لیے غیر متعین طور پر فہم سامع پر
اعتماد کرتے ہوئے ایک ایک حکم ذکر کیا جائے جس طرح کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے جعل لکم اللیل والنہار لتسکنا فیہ
ولتبتغوا من فضلہ (تمہارے لیے اللہ نے رات اور دن بنادے کہ اس میں آرام بھی کرو اور تلاش بھی کرو کچھ اس کا فضل) پس

سکون کا تعلق رات سے ہے اور ابتغاء فضل کا دن سے اور جس طرح کہ شاعر کا یہ شعر ہے۔

شمس الضحیٰ وابو اسحق والقمر

ثلاثة تشرق الدنيا ببهجتها

تین چیزیں ایسی ہیں جن کی رونق سے دنیا منور ہوگئی، سورج اور ابوالحق اور چاند

صنعت لف ونشر کا بیان

لف کے معنی پسینا اور نشر کے معنی پراگندہ کے ہیں۔ کلام میں پہلے چند چیزوں کا ذکر کیا جائے پھر ان کے مناسبات و متعلقات کا تذکرہ ہو۔ چنانچہ پہلے کولف اور دوسرے کو نشر کہتے ہیں۔ اگر نشر کی ترتیب لف کے مطابق ہو تو اس کو لف ونشر مرتب کہتے ہیں۔ اور لف ونشر غیر مرتب کہیں گے۔ پہلی مثال

ترے رخسار و قد و چشم کے ہیں عاشق زار گل جدا سرد جدا تر گس بیمار جدا

دوسری مثال

یاد میں اس طرہ در خار کے ہاتھ سر پر مارتا ہوں صبح و شام

نوٹ :- بہترین لف ونشر مرتب وہ ہے جو مناسبات ایک لف کے لئے نشر ہوں۔ وہی دوسرے نشر کے واسطے لف ہوں۔ سرد و گل شوق میں ترے قد و عارض کے سدانا لے کرتے ہیں بہم قمری و بلبل کی طرح یہاں سرد و گل کے لئے قد و عارض نشر ہے مگر قمری و بلبل کے لئے لف ہو جاتے ہیں۔

صنعت لف ونشر سے مراد یہ ہے کہ کلام میں چند چیزوں کا ذکر کیا جائے اور پھر ان چیزوں کے مناسبات کو بغیر تعین کے بیان کیا جائے۔ لف کا لغوی مفہوم پسینا اور نشر کا مطلب ہے پھیلا نا۔ اس کی تین صورتیں ہیں۔ مرتب، غیر مرتب اور معکوس الترتیب۔ اگر ایک لف اور اُس کے بعد ترتیب سے نشر بیان کیا جائے یا ایک لف ونشر بیان کر کے اسی لف ونشر کو لف قرار دے کر اس کا نشر مذکور کریں تو یہ لف ونشر مرتب ہوگا۔ لف ونشر غیر مرتب میں مناسبات کی ترتیب کا خیال نہیں رکھا جاتا۔ معکوس الترتیب میں ہر جز کی مناسبت کی ترتیب الٹی ہوتی ہے۔ منیر نیازی کی غزل سے لف ونشر مرتب کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

مکان ہے قبر جسے لوگ خود بناتے ہیں میں اپنے گھر میں ہوں یا میں کسی مزار میں ہوں

"مکان" کی مناسبت سے "گھر" اور "قبر" کی مناسبت سے "مزار" کی رعایت استعمال ہوئی ہے۔

یہی آنا جانا ہے زندگی، کہیں دوستی کہیں اجنبی یہی رشتہ کار حیات ہے، کبھی قرب کا کبھی دور کا

"آنا جانا" کی رعایت سے "رشتہ کار حیات"، دوستی کی مناسبت سے "قرب" اور "اجنبی" کے لحاظ سے "دور" کی رعایت

استعمال ہوئی ہے۔

ارسال مثل و کلام کا بیان

(۱۷) ارسال المثل والكلام الجامع هو ان يؤتى بكلام صالح لان يتمثيل به في مواطن كثيرة.

والفرق بينهما ان الاول يكون بعض بيت كقوله ۛ

ليس التكحل في العينين كالكحل

والثاني يكون بيتا كاملا كقوله ۛ

اذا جاء موسى والقي العصى فقد بطل السحر والساحر

ترجمہ

(۱۷) ارسال مثل وکلام جامع: وہ یہ ہے کہ ایک ایسا کلام لایا جائے جو بہت سی جگہوں میں مثل اور کہاوت بن سکے، اور ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ پہلی قسم کسی شعر کا ایک جزء ہوتا ہے جس طرح کہ شاعر کا یہ قول ہے۔

ع ليس التكحل في العينين كالكحل

(سرے کے ذریعے آنکھوں کو سیاہ کرنا وہ فطری سیاہ آنکھ والے کی طرح نہیں ہے) اور دوسری قسم وہ مکمل ایک شعر ہوتا ہے جس طرح کہ شاعر کا یہ شعر ہے۔

اذا جاء موسى والقي العصى فقد بطل السحر والساحر

جس طرح ہی موسیٰ علیہ السلام آئے اور اپنا عصا ڈالا، فوراً جادو اور جادو گردوں کا بطلان ظاہر ہو گیا۔

مبالغہ کا بیان

(۱۸) المبالغة هي ادعاء بلوغ وصف في الشدة والضعف حدا يبعدا ويستحيل .

وتنقسم الى ثلاثة اقسام .

تبليغ ان كان ذلك ممكنا عقلا وعادة كقوله في وصف فرس ۛ

اذا ما سابقتها الريح فرت والقت في يد الريح الترابا

واغراق ان كان ممكنا عقلا وعادة كقوله ۛ

ونكرم جارنا مادام فينا ونبتعه الكرامة حيث مالا

وغلوان استحال عقلا وعادة كقوله ۛ

تكاد قسيه من غير رام تمكن في قلوبهم النبألا

ترجمہ

(۱۸) مبالغہ: وہ کسی وصف کا شدت یا ضعف کی اس حد تک پہنچنے کا دعویٰ کرنا ہے جو بعید از عقل یا محال ہو، اور اس کی تین قسمیں

ہیں، پہلی قسم تبلیغ سے اور وہ ایسا مبالغہ ہے جو عقلاً و عادتاً ممکن ہو، جس طرح کہ شاعر کا کسی گھوڑی کی تعریف میں یہ شعر ہے۔

اذا ما سابقتها الريح فرت والقت لي يد الريح الترابا

جب اس کا ہوا سے مقابلہ ہوتا ہے تو وہ آگے نکل جاتی ہے اور ہوا کے ہاتھ میں دھول جھونک دیتی ہے۔
اور دوسری قسم اغراق ہے جو عقلاً تو ممکن ہو مگر عادتاً ایسا نہ ہوتا ہو جس طرح کہ شاعر کا یہ شعر ہے۔
ونكرم جارنا مادام لنا ولتبعه الكرامة حيث ما لا

ہم اپنے پڑوسی پر احسان کرتے ہیں جب تک وہ ہمارے پاس رہے اور ہم اس کے پیچھے احسان کو بھیجتے ہیں جہاں وہ جائے۔
اور تیسری قسم غلو ہے اور وہ ایسا مبالغہ ہے جو عقلاً و عادتاً دونوں طرح محال ہو جس طرح کہ شاعر کا یہ شعر ہے۔
تلكاد قسيه من غير رام تمكن في قلوبهم النبالة
قريب ہے کہ اس کی کمانیں بغیر تیر چلائے دشمنوں کے دلوں میں تیروں کو جمادے۔

صنعت مبالغہ کا بیان

مبالغہ دو قسم کا ہوتا ہے مبالغہ فی الاصل اور مبالغہ فی الزوائد۔

مبالغہ فی الاصل۔ کسی حقیقت کو استعارہ میں بیان کرنا مثلاً

مرے خورشید کا سایہ ہے اس پر

مسکال کی یہ صورت کہاں تھی

یہاں شاعر نے اپنے محبوب کو خورشید سے استعارہ کیا ہے۔

مبالغہ فی الزوائد۔ کسی وصف کو شدت یا صفت کی حد تک پہنچا دینا۔ اس کی تین قسمیں ہیں۔ تبلیغ۔ اغراق۔ غلو۔

(۱۹) المغائرة هي مدح الشيء بعد ذمه او عكسه كقوله في مدح اللبهار و

اکرم به اصفر راقص صفرة بعد ذمه في قوله (تباله من مخادع مصادق)

(۱۹) مغایرت: وہ ایک چیز کی برائی کرنے کے بعد اس کی تعریف کرنا ہے یا اس کا برعکس کرنا ہے جس طرح کہ شاعر کا یہ قول ہے

جو اس نے دینار کی تعریف میں کہا

ع اکرم به اصفر راقص صفرة

کیا ہی اچھی ہے وہ ابترنی جس کی زردی بھلی معلوم ہوتی ہے اس سے قبل اس کی مذمت ان الفاظ میں کی تھی ع تباله من

مخادع مصادق ہلاکت ہو اس دھوکہ باز منافق کے لیے۔

تاکید المدح کا بیان

(۲۰) تاکید المدح بما يشبه اللم طربان احلحما ان يستثنى من صفة ذم منفية صفة مدح على

تقدير دخولها فيها كقوله و

ولا عیب فیہم غیر ان سیولہم
و ثانیہما ان یثبت لشیء صفة مدح ویؤتی بعدہا باداة استثناء تلہا صفة مدح اخری کقولہ
فتی کملت اوصافہ غیرانہ
جواد لما یبقی علی المال باقی

ترجمہ

(۲۰) تاکید المدح بمایشہ الذم: مدح کو ایسے الفاظ مدح سے پختہ کرنا جو ذم کے مشابہ ہوں اس کی دو قسمیں ہیں پہلی یہ ہے کہ کسی صفت مدح کو متقی صفت ذم سے استثناء کیا جائے یہ مان کر کہ یہ (صفت مدح) اس (صفت ذم متقی) میں داخل تھی (اور پھر ثانی گئی) جس طرح کہ شاعر کا یہ شعر ہے۔

ولا عیب فیہم غیر ان سیولہم بہن فلول من قراع الکتاب

ان لوگوں میں کوئی عیب نہیں ہے البتہ ان کی تلواریں ایسی ہیں جن میں دندانے پڑ گئے ہیں لشکروں پر بکثرت تلواریں کاوار کرتے رہنے کی وجہ سے۔

اور دوسری قسم یہ ہے کہ کسی چیز کے لیے ایک صفت مدح کو ثابت کی جائے اور اس کے بعد ایک ادارت استثناء لایا جائے جس سے متصل ایک دوسری صفت مدح لائی جائے۔ جس طرح کہ شاعر کا یہ شعر ہے۔

فتی کملت اوصافہ غیرانہ جواد لما یبقی علی المال باقی

وہ ایسا جوان ہے جس کے اوصاف کامل ہیں سوائے اس کے کہ وہ ایسا مخی ہے کہ مال میں سے کچھ باقی نہیں رکھتا ہے (بلکہ سبھی سخاوت کر دیتا ہے)

تاکید الذم کا بیان

(۲۱) تاکید الذم بمایشہ المدح ضربان ایض الاول ان یستثنی من صفة مدح منفیة صفة ذم علی تقدیر دخولہا فیہا نحو فلان لاخیر فیہ الا انہ یتصدق بما یسرق .

والثانی ان یثبت لشیء صفة ذم ویؤتی بعدہا باداة استثناء تلہا صفة ذم اخری کقولہ

هو الکلب الا ان فیہ ملالة وسوء مراعاة وما ذاک فی الکلب

ترجمہ

(۲۱) تاکید الذم بمایشہ المدح: ذم کو ایسے الفاظ ذم سے پختہ کرنا جو مدح کے مشابہ ہوں اس کی بھی دو قسمیں ہیں۔ پہلی یہ ہے کہ کسی متقی صفت مدح سے کسی صفت ذم کو متشبی کیا جائے یہ مان کر کہ یہ (صفت ذم) اس (متقی صفت مدح) میں داخل تھی (اور

پھر اسے نکالا گیا۔ جس طرح کہ یوں کہا جائے فلان لا خیر فیہ الا انہ یتصدق بما یسرق (فلاں شخص ایسا ہے کہ اس میں کوئی خیر نہیں مگر یہ کہ وہ اس مال سے خیرات کرتا ہے جسے چوری کرتا ہے) اور دوسری قسم یہ ہے کہ کسی چیز کے لیے صفت ذم کو ثابت کیا جائے اور اس کے بعد ایک ادارت استثناء لایا جائے جس کے بعد ایک دوسری صفت ذم بھی ہو جس طرح کہ شاعر کا یہ شعر ہے۔
 ہو الکلب الا ان فیہ ملالۃ
 وسوء مراعاة وما ذاک فی الکلب
 وہ شخص تو کتا ہے مگر اس میں بے قراری اور بے حفاظتی ہے اور یہ دونوں باتیں کتے میں نہیں ہیں۔

تجربہ کا بیان

(۲۲) التجربید هو ان ینتزع من امر ذی صفة امرأ خرمثلہ فیہا مبالغۃ لکمالہا فیہ ویكون بمن
 نحولی من فلان صدیق حمیم اوفی کما فی قوله تعالیٰ لہم فیہا دار الخلد او الباء نحولن سالت
 فلانا لتسئلن بہ البحر او بمخاطبة الانسان نفسه کقولہ ۛ
 لا خیل عندک تہدیہا ولا مال فلیسعد النطق ان لم تسعد الحال
 او بغير ذلك کقولہ ۛ

فلئن بقیت لارحلن لغزوة تحوی الغنائم او یموت کریم

ترجمہ

(۲۲) تجربہ: یہ ہے کہ کسی صفت والی چیز سے اس صفت میں مماثل ایک دوسری چیز کو مبالغہ کے طور پر نکالا جائے اس صفت کے اس چیز (موصوف) میں کامل ہونے کی وجہ سے۔ اور تجربہ حاصل ہوتی ہے من کے ذریعے جس طرح کہ لی من فلان صدیق حمیم (میرے لیے فلاں شخص سے ایک مخلص دوست حاصل ہوا) یا من کے ذریعے جس طرح کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے لہم فیہا دار الخلد (ان کا اسی (جہنم) میں گھر ہے سدا رہنے کا) یا باء کے ذریعے جس طرح کہ لئن سالت فلانا لتسئلن بہ البحر (اگر تو فلاں آدمی سے (حاجت کا) سوال کرے تو ضرور سوال کرے گا اس کے ساتھ ایک دریا سے) یا انسان کے اپنے آپ ہی کو مخاطب کرنے سے ہوتی ہے جس طرح کہ شاعر کا یہ شعر ہے۔

لا خیل عندک تہدیہا ولا مال فلیسعد النطق ان لم تسعد الحال

تیرے پاس نہ تو گھوڑا ہے نہ دوسرا مال جسے تو اپنے ممدوح کی خدمت میں بطور ہدیہ کے پیش کرتا۔ اب تجھے چاہیے کہ اپنی بولی سعادت مند بنائے اگر ظاہر حال اچھا نہیں ہے۔

یا ان کے علاوہ کسی اور شے سے جس طرح کہ شاعر کا یہ شعر ہے۔

فلئن لم یفیت لارحمن لغزوة
نحوی الصالح او بموت کریم

اب اُر میں زندہ رہوں تو ضرور غزوہ کے لیے سرکروں گا یہ غزوہ (والے) مال کو جمع کریں مگر یہ کہ کریم کا جس نے مر جائے۔

حسن تعلیل کا بیان

(۲۳) حسن التعلیل هو ان يدعی لوصف علة غیر حقیقیة فیها غرابة کقولہ۔

لو لم تکن نية الجوزاء خدمته
لما رایت علیها عقد منتطق

ترجمہ

(۲۳) حسن تعلیل یہ ہے کہ کسی وصف کے لیے ایسی غیر حقیقی علت کا دعویٰ کیا جائے جس میں غرابت و ندرت ہو جس طرح کہ

شاعر کا یہ شعر ہے۔

لو لم تکن نية الجوزاء خدمته
لما رایت علیها عقد منتطق

اگر جوزاء ستارے کی نیت میرے مدوح کی خدمت کرنا نہ ہوتا تو اسے مخاطب تو اس کی کمر پر بندھا ہوا پٹہ نہ دیکھتا۔

شرح

صنعت حسن تعلیل علم بدیع کی ایسی صنعت ہے جو کلام میں ندرت اور تازگی پیدا کرتی ہے۔ کسی امر کے لیے ایسی وجہ بیان کرنا جو درحقیقت اس کی وجہ نہ ہو، حقیقی وجہ کچھ اور ہو یا وجہ نامعلوم ہو تو یہ صنعت پیدا ہوتی ہے۔ منیر نیازی نے بھی اس کا استعمال بہ خوبی کیا ہے جس سے لطیف پہلو جنم لیتے ہیں۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

ہے آنکھ سرخ اُس لب لعلیں کے عکس سے
دل خوں ہے اُس کی شعلہ بیانی کو دیکھ کر

دور نشہ سے رنگت سیاہ سی ہے مری
جلا ہوں میں بھی عجب چشم سرمہ سا کے لیے

پہلے شعر میں عاشق کی سرخ آنکھوں اور دل خوں ہونے کے قصے کو محبوب کے لب لعلیں کے عکس اور شعلہ بیانی کے ساتھ منسلک کیا گیا ہے۔ لب لعلیں کے عکس سے آنکھوں کا سرخ ہونا محال ہے۔ شاعر نے ایسا شعری قرینہ رکھا ہے جو نزاکت خیال اور ندرت بیان کا حامل ہے۔ دوسرے شعر میں شاعر کہتا ہے کہ میری سیاہ رنگت محبوب کی چشم سرمہ کی وجہ سے ہے۔ سرمے کا رنگ سیاہ ہوتا ہے اور محبوب کی سرمہ لگی آنکھیں عاشق کو ایسا جلاتی ہیں کہ دور نشہ سے عاشق کی رنگت سیاہ ہو جاتی ہے۔ رنگت سیاہ ہونے کی یہ وجہ شاعرانہ خیال پر مبنی ہے۔ اس میں حقیقت کا کوئی علاقہ نہیں۔

جذبہ بے اختیار شوق دیکھا چاہیے
حیث شمشیر سے باہر ہے دم شمشیر کا

اس شعر کی بنیاد حسن تعلیل پر ہے۔ اس لیے سب سے پہلے حسن تعلیل کی تعریف جان لینا مناسب ہوگا۔ تعلیل کے معنی ہیں وجہ بیان کرنا، وجہ متعین کرنا۔ یہ اس عمل کی خوبی و ندرت کی مثال ہے جب کہ کسی عمل یا واقعے کے لیے کوئی ایسی وجہ بیان کی جائے جو چاہے

ہے واقعی نہ ہو مگر اس میں کوئی شاعرانہ جدت و نزاکت ہو اور بات فطرت اور واقعات سے مناسبت بھی رکھتی ہو تو اسے حسن تعلیل کہتے ہیں۔ چونکہ ہم لفظ اس شعر میں کلیدی حیثیت کا حامل ہے، اس لیے یہاں لفظ و دم کی وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے۔ اس میں سانس، روح، جان، تلواری کی دھار، ہاڑ وغیرہ۔ تلواری کی دھار اندر کی طرف نہیں بلکہ باہر کی طرف ہوتی ہے، جو آیت فطریہ ہے لیکن غالب نے جس خوبصورتی سے حسن تعلیل کی بنیاد پر اس شعر کی بندش کی ہے، اس کا لطف اہل نظر ہی جانتے ہیں۔ تلواری کی دھار یا تلواری کی دھار کے باہر ہونے کو اس کے قتل کرنے کی آرزو، عاشق کے جذبہ بے اختیار شوق پر محمول کرنا، شاعرانہ جدت اور فکر کی لیدگی کا کمال ہے۔

عاشق کہتا ہے کہ مجھے قتل کرنے کی آرزو میں تلووار اس قدر بے اختیار، بے قابو ہوئی جا رہی ہے کہ دم شمشیر، سینہ شمشیر سے نکل آیا ہے۔

محاورہ آپے سے باہر ہونا کو مد نظر رکھتے ہوئے اگر غور کریں تو کہا جاسکتا ہے کہ عاشق کو قتل کرنے کے لیے تلوار اس قدر بے اختیار ہوئی جا رہی ہے کہ اس کا دم اس کے سینے سے باہر نکل آیا ہے۔

عاشق کے شوقِ شہادت کو دیکھ کر شمشیر کے بے اختیار ہونے میں ایک پہلو یہ بھی ممکن ہے کہ یہ شمشیر، شمشیرِ حقیقی نہ ہو کر محبوب کے ناز و ادا کی شمشیر ہو، جس سے قتل ہونے کے لیے عاشق بے قرار ہے کہ کاش میرا محبوب مجھے اپنے عشوہ و غمزے سے قتل کر دیتا تو میرے دل کی مراد پوری ہو جاتی۔

اختلاف کا بیان

(٢٣) ائتلاف اللفظ مع المعنى هو ان تكون الالفاظ موافقة للمعاني فتختار الالفاظ الجزلة
والعبارات الشديدة للفخر والحماسة والكلمات الرقيقة والعبارات اللينة للغزل ونحوه كقوله
اذا ما غضبنا غضبة مضرية
اذا ما اعربنا سيد امن قبيلة
هتكنا حجاب الشمس او قطرت دما
ذى منبر صلي على علينا وسلمنا
وقوله ر

ولقی عنہ الکرۃ طیف الم

لم يطل ليلى ولكن لم أتم

تجزیہ

(۲۴) اختلاف اللفظ معالمعنی: یہ ہے کہ الفاظ کو معانی کے موافق لایا جائے۔ پس فخر و شجاعت کے لیے بھاری بھر کم الفاظ اور سخت عبارتیں لائی جائیں اور غزل وغیرہ کے لیے رقیق الفاظ اور نرم عبارتیں لائی جائیں جس طرح کہ شاعر کا یہ شعر ہے۔

هتكنا حجاب الشمس او قطرت دما

اذا ما غضبنا غضبه مضرية

اذا ما اعرونا سدا من قبيلة

ذری منبر صلی علینا وسلم

جب ہم قبیلہ مضر کی طرح غصہ ہوتے ہیں تو ہم سورج کے پردے کو چیر دیتے ہیں یہاں تک کہ وہ خون برسائے جب ہم کسی قبیلے کے سردار کو منبر کی بلندی بخشتے ہیں تو ہم پر درود و سلام پڑھتا ہے (یعنی ہماری مدح و سراہی کرتا ہے) اور جس طرح کہ شاعر کا یہ شعر ہے۔

لم یطل لیلی ولكن لم انم

ونفی عنی الکرى طیف الم

میری رات تو لمبی نہیں ہوئی (کہ جس کی وجہ سے نیند پوری ہو گئی ہو) لیکن میں سویا نہیں اور میری نیند کو محبوب کے تصورات و خیالات نے اڑا لیا۔

محسنات لفظیہ

محسنات لفظیہ کا بیان

تشابہ اطراف کا بیان

(۱) تشابہ الاطراف هو جعل آخر جملة صدر تألیتها .

او آخر بیت صدر ما یلیہ کقولہ تعالیٰ فیہا مصباح المصباح فی زجاجة الزجاجہ کانہا کوکب درى و کقول الشاعر .

اذا نزل الحجاج ارضا مریضة

تبع اقصى دائها فشفاه

شفاه من الداء العضال الذی بہا

غلام اذا هز القنالة سقاها

ترجمہ

(۱) تشابہ اطراف: یہ ہے کہ کسی جملے کے آخری حصے کو اس کے بعد والے جملے کے شروع میں لایا جائے جس طرح کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے فیہا مصباح المصباح فی زجاجة الزجاجہ کانہا کوکب درى (اس طاق میں ایک چراغ ہو اور وہ چراغ رکھ ہوا ہو ایک شیشہ میں وہ شیشہ ہے جس طرح ایک تارہ چمکتا ہوا) اور جس طرح شاعر کا یہ شعر ہے۔

اذا نزل الحجاج ارضا مریضة

تبع اقصى دائها فشفاه

شفاه من الداء العضال الذی بہا

غلام اذا هز القنالة سقاها

جب حجاج کسی بیمار بستی میں پہنچتا ہے۔ تو اس کی آخری بیماری کو تلاش کر لیتا ہے پھر اسے شفاء دیتا ہے لا علاج بیماری سے جو اسے

گلی ہو ایک ایسا لڑکا کہ جب نیرے کو حرکت دیتا ہے تو اسے پیراب کر دیتا ہے۔

جناس کا بیان

(۲) الجناس هو تشابه اللفظین فی النطق لا فی المعنی ویكون تاما و غیر تام (فالتام) ما اتفقت حروفه فی الہیئة والنوع .

والعدد والترتیب وهو متماثل انکان بین لفظین من نوع واحد نحو۔
لم نلق غیرك انسانا یلاذبه فلا یوحى العین الدھر انسانا

ومستوفی انکان من نوعین نحو۔

ندارهم مادمت فی دارهم وارضهم مادمت فی ارضهم
ومتشابه ان کان بین لفظین احدهما مرکب والاخر مفرد واتفقا فی الخط
نحو۔

اذا ملک لم یکن ذاهبة فدعه قدولته ذاهبة

ومفروق ان لم يتفقا نحو۔

کلکم قد اخذاک لسجام ولا جام لنا
ما الذی ضرمد یراک لسجام لوجا ملنا
(و غیر التام) ما اختلف فی واحد
من الاربعة المتقدمة
وهو محرف ان اختلف لفظاه فی هیئة الحروف فقط نحو قوله .

جبة البرد جنة البرد

ومطرف ان اختلفا فی عدد الحروف فقط وكانت الزیادة او لا ومذیل انکانت الزیادة اخرا
نحو۔

یمدون من اید عواص عواصم .

تصول باسیاف قواض قواضب
ومضارع ان اختلفا فی حرفین غیر متباعدی المخرج نحو ینھون وینتون ولاحق ان تباعدا نحو
(انه علی ذلك لشهید وانه لحب الخیر لشدید) وجناس قلب ان اختلفا فی ترتیب الحروف
فقط کنیل ولین وساق وقاس .

ترجمہ

(۲) جناس: یہ ہے کہ دو لفظ تکلم اور نطق میں ایک جیسے ہوں نہ کہ معنی میں، اور یہ تام بھی ہوتا ہے اور غیر تام بھی۔ جناس تام یہ ہے کہ اس کے حروف ہیئت، نوع، عدد اور ترتیب میں متفق ہوں اور اس کی چند قسمیں ہیں۔ ان میں سے ایک مماثل ہے اور مماثل ہے

ہے کہ دو لفظ ایک نوع کے ہوں جس طرح کہ شاعر کا یہ شعر ہے۔

لم نلق غیرك انسانا یلا ذبہ

فلا برحت لعین الدھر انسانا

ہم تیرے علاوہ کسی ایسے انسان سے نہیں ملے جس کی مدد و پناہ چاہی جائے۔ تو ہمیشہ زمانے کی آنکھ کی پتلی بنا رہے۔ اور ان میں سے ایک مستوفی ہے اور وہ یہ ہے کہ دو لفظ دو نوع کے ہوں جس طرح کہ شاعر کا شعر ہے۔

فدارھم ما دمت فی دارھم وارضھم ما دمت فی ارضھم

پس جب تک ان کی بستی میں رہے تو تو ان سے اچھا برتاؤ رکھ۔ اور جب تک ان کی زمین میں رہے ان کو راضی رکھ۔ اور ان میں سے ایک تشابہ ہے اور وہ یہ ہے کہ دو لفظ لکھنے میں تو متفق ہوں مگر ان میں سے ایک مرکب ہو اور دوسرا مفرد ہو جس طرح کہ شاعر کا یہ شعر ہے۔

اذا ملک لم یکن ذابہ فدعہ فذلک ذابہ

جب کوئی بادشاہ داد و دہشت والا نہ ہو۔ تو تو اسے چھوڑ دے کیوں کہ اس کی سلطنت چلی جانے والی ہے۔ اور ان میں سے ایک مفروق ہے اور وہ یہ ہے کہ دو لفظ خط و کتابت میں متفق نہ ہوں جس طرح کہ شاعر کا یہ شعر ہے۔

کلھم قد اخذ الجام ولا جام لنا

مالذی ضرمدیر الجام لو جاملنا

تم میں سے ہر ایک نے جام لے لیا اور ہمیں جام نہ ملا۔ اگر وہ ساقی ہم سے اچھا سلوک کرتا تو اس کا کیا نقصان ہو جاتا؟ غیر تام: جناس غیر تام یہ ہے کہ اس کے حروف سابقہ چار چیزوں میں سے کسی ایک میں مختلف ہوں اور اس کی چند قسمیں ہیں ان میں سے ایک قسم محرک ہے اور محرک یہ ہے کہ اس کے دو لفظ صرف ہیئت حروف میں مختلف ہوں جس طرح کہ یہ مقولہ ہے جبة البرد جنة البرد اونی جبہ سردی کے لیے ڈھال ہے اور ان میں سے ایک قسم مطرف ہے اور وہ یہ ہے کہ دونوں لفظ صرف تعداد حروف میں مختلف ہوں اور زیادتی شروع میں ہو جس طرح کہ شاعر کا یہ شعر ہے۔

ان گمان فراقنا مع الصبح بدا

لا اسفر بعد ذاک صبح ابداء

اگر صبح ہوتے ہی ہمارے درمیان فراق ہونے والا ہے تو خدا کرے اس کے بعد کبھی صبح ہی طلوع نہ ہو۔ اور ایک قسم ندیل ہے اور وہ یہ ہے کہ (دونوں لفظ صرف تعداد حروف میں مختلف ہوں اور) زیادتی اخیر میں ہو جس طرح کہ شاعر کا یہ شعر ہے۔

ویمدون من اید عواص عواصم

تصول باسیاف قواض قواضب

وہ لڑائی کے لیے ایسے بازو بڑھاتے ہیں جو دشمنوں پر لاشی چلانے والے اور رفقاء کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

ایسی نکواروں سے حملہ کرتے ہیں جو فیصلہ کرنے والی اور کاٹنے والی ہیں۔ اور ایک قسم مضارع ہے وہ دو لفظ دو ایسے حروف میں مختلف ہوں کہ ان کا مخرج زیادہ دور نہ ہو جس طرح کہ بنھون عنہ وبنھون عنہ اور یہ لوگ اس سے اوروں کو بھی روکتے ہیں اور خود بھی اس سے دور رہتے ہیں۔ اور ایک قسم لاحق ہے اور وہ یہ ہے کہ (دو لفظ دو ایسے حروف میں مختلف ہوں کہ) ان کا مخرج دور ہو جس طرح کہ انہ علی ذالک لشہید وانہ لعب الخیر لشہید اور اس آدمی کو خود بھی اس کی خبر ہے اور آدمی مال کی محبت پر بہت پکا ہے اور ایک قسم جناس قلب ہے اور وہ یہ ہے کہ دو لفظ صرف ترتیب حروف میں مختلف ہوں جس طرح کہ نیل ولین اور ساق وقاس (پنڈلی اور سخت دل آدمی)

شرح

صنعت تجنیس سے مراد کلام میں ایسے دو الفاظ کا استعمال ہے جو تلفظ میں مشابہ مگر معنی میں متغائر ہوں۔ اس کی کئی قسمیں ہیں۔ تجنیس تام، مستوفی، مماثل، مرکب، مرکب مفروق، مرفوع، خطی، محرف، مذیل اور مضارع وغیرہ۔ منیر نیازی کے ہاں تجنیس مذیل، ناقص وزاید اور محرف کا استعمال نمایاں ہے۔ تجنیس ناقص وزاید میں دونوں متجانس الفاظ میں سے ایک لفظ میں ایک حرف دوسرے لفظ سے زاید ہوتا ہے۔

لیے پھرا جو مجھے در بدر زمانے میں خیال مجھ کو دل بے قرار، کس کا تھا
"در" اور "بدر" کی صورت میں اس صنعت کی نشان دہی ہوتی ہے۔

ابھی ہے وقت چلو چل کے اس کو دیکھ آئیں نہ جانے شمس رواں کب لہو اگلنے لگے

"چلو" اور "چل" ایسے متجانس الفاظ ہیں جن میں ایک حرف زاید ہے۔ تجنیس مذیل سے مراد دو متجانس الفاظ کا اس طرح استعمال کرنا ہے کہ ایک لفظ کے شروع یا آخر میں ایک سے زاید حروف ہوں۔ منیر نیازی کی غزل میں اس کی چند مثالیں مدحہ ہوں:

کچھ اور دل گداز ہوں اس شہر سنگ میں کچھ اور پد ملال، ہوائے ملال ہو
عجب رنگ رنگیں قباؤں میں تھے دل و جان جیسے بلاؤں میں تھے
جسم کا خون سمٹ آیا تھا ڈری نگاہوں میں زر کی زردی کھنڈی ہوئی تھی پیلے ہاتھوں پر

پہلے شعر میں "ملال" کی مناسبت سے "پر ملال" استعمال ہوا ہے جس کے ابتدا میں دو حروف زاید ہیں۔ دوسرے شعر میں "رنگ" اور "رنگیں" جب کہ تیسرے شعر میں "زر" اور "زردی" کی صورت میں تجنیس مذیل کا استعمال نظر آتا ہے۔ تجنیس کی ایک اور قسم تجنیس محرف بھی ہے۔ جو اُس وقت پیدا ہوتی ہے جب دونوں متجانس الفاظ حروف کی تعداد، ترتیب اور شکل کے اعتبار سے یکساں ہوں لیکن اعراب کے استعمال کے حوالے سے مختلف ہوں۔ منیر نیازی کی غزل میں اس صنعت کا استعمال دیکھیے:

ہے کون دونوں میں ظاہر، ہے کون پردے میں چھپا ہوا ہے جو نظروں سے دام، ٹو ہے کہ میں

ٹھنڈی ہوا چلی تو جلیں مشعلیں ہزار

پہلی مثال میں "میں" اور "میں" بہ ظاہر ایک جیسے ہیں لیکن اعراب کے حوالے سے بالکل جدا حیثیت کے مالک ہیں۔ دوسری مثال میں "ہوا" اور "ہوا" دیکھنے میں یکساں مگر اعراب کے لحاظ سے جدا ہیں۔

صنعت تجنیس اور اس کی اقسام کا بیان

کلام میں وہ دو لفظ جو تلفظ میں مشابہ ہوں مگر معنی دونوں کے مختلف ہوں جیسے ہے لا کھلا کھلا کھ شکر خدائے جلیل کا جس نے درخشن سے بھرا منہ جلیل کا یہاں جلیل ہر دو جگہ مختلف معنی میں مستعمل ہے۔ پہلا اسم صفت دوسری جگہ تخلص۔ اس کی کئی قسمیں ہیں۔ تجنیس تام: مذکورہ بالا تو جیہہ دیکھو۔ واضح ہو کہ ہر دو لفظ ایک نوع یعنی اسم یا دونوں فعل ہوں یا حرف ہوں تو تجنیس تام مماثل ہوگی جیسے

آہنگ نہ تھا یہاں تک آ نیکا دلے سکر آہنگ ساز محفل آئے
لیکن جب دونوں لفظ مختلف ہوں یعنی ایک اسم دوسرا فعل تو اس کو تجنیس مستوفی کہتے ہیں۔
آبداری سے جو کھلو نظر آیا وہ گلا رشک کی برف سے کیا جسم صراحی سے گلا
یہاں پہلے مصرعہ میں گلا اسم ہے دوسرے مصرعہ میں فعل۔

نوٹ۔ لغت میں تجنیس یکساں کرنا۔ تام کے معنی پورا۔ کامل۔ مماثل کے معنی مشابہ ہونے والا، اور مستوفی کے معنی سب کو پکڑنے والا ہیں۔

صنعت تجنیس مرکب۔ یہ وہ صنعت ہے کہ ہر دو الفاظ متجانس میں سے ایک مفرد ہو دوسرا مرکب۔ اس کی بھی دو قسمیں ہیں۔ اگر ہر دو لفظ کتابت میں مختلف ہوں تو اس کو مفروق کہیں گے۔ اور اگر موافق ہوں گے تو مرکب متشابہ کہیں گے۔ ہر دو مثالیں اس رباعی سے ظاہر ہوتی ہیں

تجھ کو نہ کبھی دیکھ مجھے ترس آیا بھر عمر نظارے کے لیے ترسایا
تقصیر سوائے عشق کیا مجھ سے ہوئی ڈر کچھ تو خدا سے کافرا ترسایا

پہلے اور دوسرے مصرعوں میں ترس آیا اور ترسایا کتابت میں مختلف ہیں۔ اس لیے مرکب مفروق تجنیس ہوئی۔ اس کے خلاف دوسرے اور چوتھے مصرعہ میں ترسایا سے تجنیس مرکب متشابہ بنے گی۔ دوسرے مصرعہ میں ترسایا مفرد ہے۔ چوتھے مصرعہ میں مرکب یعنی ترسایا بصورت نداء الف زائد کرنے سے پہلی کا اضافہ کر لیا جاتا ہے۔ ترسا بمعنی عیسائی۔ نصاری قوم کا عابد۔
تجنیس مرفو۔ اگر ایک لفظ کسی دوسرے لفظ کے جزو سے مل کر کسی اور حرف کا ہم جنس ہو جائے تو اس کو مرفو کہتے ہیں۔ مرفو مشتق ہے رذیافو سے۔ جس کے معنی کپڑے کی پھٹن کو درست کرنے کے ہیں۔

ایسے سینے نہیں دیکھے ہیں کسی نے سن بھر

سینہ وہ سینہ کہ دیکھے تو ترپ جائے بشر

دوسرے مصرعے میں کسی اور نے سے مل کر سینے کی آواز نکلتی ہے۔

تجنیس حُرَف۔ دو لفظ نوع۔ تعداد۔ ترتیب حروف میں تو یکساں ہوں۔ مگر دونوں کی حرکات مختلف ہوں۔ جیسے

ہوتی ہے جمع زر سے پریشانی آخرش درہم کی شکل صورت درہم سے کم نہیں

تجنیس ناقص وزائد۔ اگر دونوں لفظوں کی تعداد حروف میں اختلاف ہو تو اس کو تجنيس ناقص وزائد کہتے ہیں۔ زائد حروف تین صورتوں میں واقع ہوتے ہیں۔ شروع میں جیسے شکوہ و کوہ درمیان میں جیسے قیامت و قامت۔ آخر میں جیسے بادہ اور باد۔ آئینہ و آئینہ وغیرہ۔

تجنیس مُطَرَّف۔ اگر آخر میں ایک حرف زائد ہو جیسے باد و بادہ۔

تجنیس مُذِل۔ آخر میں دو حرف زائد ہوں۔ جیسے غم و غمیس۔

نوٹ:- مذیل تجنيس، مطرف کی ایک قسم ہے۔ مطرف کیمعنی وہ گھوڑا جس کا سر اور دم دیگر اعضا کے مخالف ہو۔ مذیل کے معنی لانے دامن کی چادر کے ہیں۔

تجنيس مُضَارِع۔ دونوں حروف کے الفاظ میں اختلاف ہو لیکن اگر وہ حروف مختلف قریب المخارج ہیں تو انکو تجنيس مضارع کہیں گے۔ یہ بھی تین طریقوں پر ہوتی ہے۔ شروع میں اقارب و عقارب۔ وسط میں بحر و بہر۔ آخر میں شارع و شارح وغیرہ۔

نوٹ:- مضارع بمعنی شریک۔ شبیہ۔ ہم شکل ہونے والا۔

تجنيس بِنَاسِ لَاحِق۔ یہ مضارع کی ایک قسم ہے لیکن یہاں حروف مختلف بعد المخارج ہونے ہیں۔ اس کی بھی تین صورتیں ہیں۔ شروع میں جیسے تنگ و تنگ وسط میں جیسے دست و دشت۔ آخر میں دام و داد وغیرہ۔

تجنيس قَلْب۔ ہر دو الفاظ کی ترتیب حروف مختلف ہو۔ جیسے رفیق و رفیق۔ کان و ناک وغیرہ۔ اس کی تین قسمیں ہیں۔ مقلوب۔ قلب کل۔ قلب مستوفی۔

تجنيس مقلوب۔ حروف کی ترتیب مختلف ہوتی ہے جیسے رفیق و رفیق میں۔

تجنيس قلب کل۔ حروف کی ترتیب آخر سے شروع ہوتی ہے جیسے کان و ناک۔

تجنيس قلب مستوفی۔ حروف کی ترتیب بدلنے پر بھی وہی لفظ باقی رہے جیسے درو۔ قلق وغیرہ۔

تجنيس خطی۔ وہ لفظ جو کتابت میں ہم شکل ہوں مگر تلفظ میں مختلف ہوں جیسے شک و سگ۔ کمان۔ گمان وغیرہ۔

تجنيس مجنح۔ اگر تجنيس قلب کل کے الفاظ میں سے ایک لفظ مصرعہ یا بیت کے شروع میں واقع ہو اور دوسرا آخر میں تو اس کو مجنح مشتق ہے جناح سے جس کے معنی بازو کے ہیں۔ اور مجنح کے معنی بازو رکھنے والے کے آتے ہیں۔ مثال

رام ہوتا نہیں فسوں سے بھی ہے وہ کافر تمہاری زلف کا مار

یہاں رام اور مار میں صنعت واقع ہوتی ہے۔

تصدیر کا بیان

(۳) التصدير ويسمى رد العجز على الصدر هو في النثر ان يجعل احد اللفظين المكررين او المتجانسين او الملحقين بهما (بان جمعهما اشتقاق او شبهه) في اول الفقرة والثاني في آخرها نحو قوله تعالى (وتخشى الناس والله احق ان تخشاه) وقولك مسائل اللئيم يرجع ودمعه سائل .
الاول من السؤال والثاني من السيلان .

ونحو (استغفروا ربكم انه كان غفارا) ونحو (قال اني لعملكم من القالين) وفي النظم ان يكون احدهما في آخر البيت والاخر في صدر المصراع الاول او بعده نحو قوله

سريع الى ابن العم يلط وجهه
وليس الى داعي الندي بسريع

وقوله

تمتع من شميم عرار نجد
فما بعد العشية من عرار

ترجمہ

(۳) تصدیر: اس کا دوسرا نام رد العجز علی الصدر بھی ہے۔ وہ نثر میں یہ ہے کہ دو مکرر لفظوں یا ایک جنس کے دو لفظوں یا ان دونوں کے ساتھ ماخذ اشتقاق کے اعتبار سے الحاق شدہ لفظوں میں سے ایک لفظ کو فقرے کے شروع میں اور دوسرے لفظ کو فقرے کے آخر میں لایا جائے جس طرح کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے وتخشى الناس والله احق ان تخشاه (اور تو لوگوں کے طعن سے ڈرتا تھا اور تجھ کو اللہ سے زیادہ ڈرنا چاہیے) اور جس طرح کہ تو یوں کہے سائل اللئیم يرجع ودمعه سائل (کہینے سے مانگنے والا اس حال میں لوٹتا ہے کہ اس کے آنسو بہتے ہوں پہلا لفظ سائل سوال سے اور دوسرا سائل سیلان سے ہے۔ اور جس طرح کہ استغفروا ربکم انه کان غفارا (تم اپنے رب سے گناہ بخشو اور بے شک وہ بخشنے والا ہے) اور جس طرح کہ قال انی لعملکم من القانتین (میں تمہارے کام سے البتہ بیزار ہوں) اور تصدیر نظم میں یہ ہے کہ ان دونوں میں سے ایک لفظ شعر کے اخیر میں ہو دوسرا پہلے مصرع کے شروع میں یا اس کے بعد ہو جس طرح کہ شاعر کا یہ شعر ہے۔

سريع الى ابن العم يلطم وجهه
وليس الى داعي الندي بسريع

وہ آدمی اپنے چچا زاد بھائی کے چہرے پر طمانچہ مارنے میں بہت تیز ہے۔ حالانکہ بخشش مانگنے والے کی طرف تیز نہیں ہے۔

اور جس طرح کہ شاعر کا یہ شعر ہے۔

فما بعد العشية من عرار

تمتع من شميم عرار نجد

دو درجہ صریح و غیر صریح اور دو درجہ ابلاغی و غیر ابلاغی کے درمیان میں درجہ اولیٰ و ثانیہ کا فرق ہے۔
 بند کے عذر نامی پھول کی خوشبو سے فائدہ اٹھالے۔ کیوں کہ آج کی شام کے بعد پھر عرار نہیں ملے گا۔

صنعت رد العجز علی الصدر

بنو غنہ عجز یعنی ضرب میں واقع ہووے لفظ صدر۔ ابتدا۔ عروض یا حشو میں واقع ہو۔ مذکورہ بالا ہر اک قسم چار چار قسم پر ہے کیونکہ
 نفع کا واقع ہونا چار حالتوں سے خالی نہیں۔
 یہ تو دہی عجز یعنی ضرب کا لفظ ہوگا جیسے

آدی کا مارنا اچھا نہیں مظہر ذات خدا ہے آدی
 یا اس کے ساتھ جنسیت کا علاقہ رکھتا ہو جیسے

مانگ اپنی سنوارتا ہے آج جس نے کل دل لیا تھا ہم سے مانگ
 یہاں مانگ عجز ہے لیکن صدر میں مانگ اس کا جتنس ہے۔
 یا اشتقاق کا تعلق رکھتا ہو جیسے

قرین صدق ہے ملنا تمہارا غیروں سے رقیب رکھتے ہیں گھر سے تمہارے گھر مقرون
 یا شبہ اشتقاق ہو۔ شبہ اشتقاق اس کو کہتے ہیں کہ بظاہر دونوں لفظوں کے مادہ ایک معلوم ہوں مگر وہ مختلف مادوں سے مشتق ہوں
 جیسے

چشمک سے نہ بھائیوں کو بھائی
 یہاں بھائیوں اور بھائی میں شبہ اشتقاق ہے بہر حال مثال نمبر 4 حسب ذیل ہے
 دیار و ملک سے ہم کو کسی کے ہے کیا کام ہم اور تیری گلی۔ سر ہے اور تری دیوار

نتیجہ کا بیان

(۳) السجع هو توافق الفاصلتين نثرا في الحرف الاخير وهو ثلاثة انواع مطرف ان يختلف
 الفاصلتان في الوزن نحو الانسان باذابه لا بريہ و يثابه و متوازن اتفقتان في نحو المرء بعلمه و ادبه
 لا بحسبه و نسبہ۔

و مرصع ان اتفقت الفاظ الفقرتين او اكثرهما في الوزن و التقفية نحو
 يطبع الاسجاع بحواهر لفظہ و يقرع الاسماع بزواجر و عظه

ترجمہ

(۴) سجع: وہ نثر کے دو فاصلوں کا حرف اخیر میں موافق ہونا ہے اور اس کی تین قسمیں ہیں، ایک مطرف ہے اور وہ یہ ہے کہ وزن

میں دو فاصلے مختلف ہوں جس طرح کہ انسان بآدابہ لا بدیہ و ثیابہ انسان اپنے آداب سے پہچانا جاتا ہے نہ کہ لباس اور لباس کے نقش و نگار سے اور دوسری قسم متوازی ہے اگر وہ دونوں فاصلے وزن میں متفق ہوں جس طرح کہ المرء بعلمہ لا محسبہ ونسبہ آدمی اپنے علم و ادب سے پہچانا جاتا ہے نہ کہ اس کے حسب و نسب سے اور تیسری قسم مرصع ہے اور وہ یہ ہے کہ دو فقرہ کے تمام یا زیادہ تر الفاظ وزن اور قافیہ بندی میں متفق ہوں جس طرح کہ کی طبع الاسجاع بجواہر لفظہ و یقرع الاسماع بزواجہر وعظہ وہ اپنے الفاظ کے موتیوں سے مقفی و مسجع کلام ڈھال رہا تھا۔ اور کانوں کو اپنے وعظ کی ڈانٹ ڈپٹ سے کھر کھرا رہا تھا۔

قلب کی ایک صورت کا بیان

(۵) مالا يستحيل بالانعكاس ويسمى القلب هو كون اللفظ يقرء طردا وعكسا نحو كن كما امكنك (وبرك لكبر)

ترجمہ

(۵) مالا يستحيل بالانعكاس: (جس کی حالت پلٹنے سے تبدیل نہ ہو) جسے قلب بھی کہتے ہیں وہ لفظ کا اس انداز میں ہونا ہے کہ اسے الٹا اور سیدھا دونوں طرح پڑھ سکیں جس طرح کہ کن کما امکنک جیسا تیرے لیے ممکن ہو ہو جا ربك فكبر اپنے رب کی بڑھائی بیان کر و کل فی فلک اور ہر ایک اپنے اپنے دائرے میں تیرے ہیں)

عکس کا بیان

(۶) العكس هو ان يقدم جزء في الكلام على اخر ثم يعكس نحو قولك قول الامام امام القول . حر الكلام كلام الحر .

ترجمہ

(۶) عکس: یہ ہے کہ کلام کے ایک جز کو دوسرے پر مقدم کیا جائے پھر اس کے برعکس کیا جائے جس طرح کہ تیرا یہ قول ہے قول الامام امام القول بادشاہ کی بات باتوں میں بادشاہ ہوتی ہے کلام الحر حر الکلام آزاد آدمی کی باتوں میں آزاد ہوتی ہے۔

تشریع کا بیان

(۷) التشريع هو بناء البيت على قافيتين بحيث اذا سقط بعضه كان الباقي شعرا مفيدا كقوله .

يا ايها الملك الذي عم الوري

ما في الكرام له تطير بنظر

لو كان مثلك اخر في عصرنا

ما كان في الدنيا فقير معسر

فانه يصح ان تحذف او اخر الشطور الاربعة ويبقى -

ما في الكرام له تطير
ما كان في الدنيا فقير

يا ايها الملك الذی
لو كان مثلك آخر

ترجمہ

(۷) تشریح: وہ شعر کا دواویسے قافیوں پر بنانا ہے کہ اگر اس کا بعض حصہ گرا دیا جائے جب بھی باقی ماندہ حصہ فائدہ مند شعر بنا رہے جس طرح کہ شاعر کا یہ شعر ہے۔

ما في الكرام له نظير
ما كان في الدنيا فقير معسر

يا ايها الملك الذی عم الوری
لو كان مثلك آخر فی عصرنا

اے وہ بادشاہ جس کی سخاوت مخلوق پر عام ہے۔ غیوں میں جس کی کوئی مثال نہیں دیکھی جاتی۔ اگر تیرے مانند دوسرا اور بادشاہ ہمارے زمانے میں ہوتا تو دنیا میں کوئی تنگ دست فقیر باقی نہ رہتا۔

ان چاروں مصرعوں کے آخری حصوں کو حذف کرنا صحیح ہے اور باقی ماندہ اشعار اس طرح رہیں گے۔

ما في الكرام له نظير
ما كان في الدنيا فقير

يا ايها الملك الذی
لو كان مثلك آخر

اے وہ بادشاہ جس کی نخی لوگوں میں مثال کوئی مثال نہیں ہے۔ اگر تیرے جیسا دوسرا اور ایک شخص ہوتا تو دنیا میں کوئی فقیر نہ رہتا۔

مواربہ کا بیان

(۸) المواربة هي ان يجعل المتكلم كلامه جيث يمكنه ان يغير معناه بتحريف او تصحيف او غيرهما ليسلم من المؤاخدة .

كقول ابی نواس -

كما ضاع عقد علي خالصه

لقد ضاع شعري علي بابكم

فلما انكر عليه الرشيد ذلك قال لم اقل الا -

كما ضاء عقد علي خالصه

لقد ضاء شعري علي بابكم

ترجمہ

(۸) مواربہ: یہ ہے کہ متکلم اپنا کلام اس انداز کا بنائے کہ اس کا معنی تحریف یا تھخیف یا کسی اور طریقے سے بدلا جاسکے تاکہ وہ

مواخذہ اور پکڑ سے محفوظ رہ سکے جس طرح کہ ابونواس کا یہ شعر ہے۔

لقد ضاع شعری علی بابکم کما ضاع عقد علی خالصہ
 بخدا میرا شعر آپ کے دروازے پر اس طرح ضائع ہو گیا جیسا کہ خالصہ (باندی) کے گلے میں ہار ضائع ہو گیا۔ جب اس نے
 ہار دن رشید نے پکڑ کی تو شاعر نے کہہ دیا، نہیں میں نے تو یہ شعر کہا تھا۔
 لقد ضاء شعری علی بابکم کما ضاء عقد علی خالصہ
 میرا شعر تمہارے دروازے پر ایسے چمکتا ہے جیسا کہ خالصہ کے گلے میں ہار چمکتا ہے۔

لفظ کے لفظ کے ساتھ اختلاف کا بیان

(۹) اختلاف اللفظ مع اللفظ هو كون الفاظ العبارة من واد واحد في الغرابة والتأمل كقوله تعالى
 (تالله تفتا تذکر یوسف) لما اتی بالتاء التی هی اغرب حروف القسم اتی بتفتا التی هی اغرب
 افعال الاستمرار .

ترجمہ

(۹) اختلاف اللفظ مع اللفظ (ایک لفظ کا دوسرے لفظ کے موافق ہونا) وہ یہ ہے کہ عبارت کے الفاظ مانوس الاستعمال یا
 غریب الاستعمال ہونے کی حیثیت سے ایک ہی جنس کے ہوں جس طرح کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے تالله تفتو تذکر یوسف اللہ
 کی قسم اے یعقوب تو یوسف کو برابر یاد کرتا رہے گا جبکہ حروف قسم میں سے سب سے زیادہ غریب حرف تاء کو لا یا تو اسی مناسبت سے
 تفتا کو لا یا گیا جو افعال استمرار میں سب سے زیادہ غریب فعل ہے۔



خاتمہ

کتاب کے خاتمہ کا بیان

کلام کے سرقہ کی بعض اقسام کا بیان

(۱) سرقة الکلام انواع -

(مسا) ان یاخذ النثر والشاعر معنی لغيره بدون تغییر لنظمه کما اخذ عبد الله بن زبیر (۱) بیتى

معن (۲) وادعاهما لنفسه وهما -

على طرف الهجران ان كان يعقل

اذالت لم تنصف اخاك وجلته

اذالم يكن شفرة السيف مزحل

وبركب حد السيف من تضيمه

ومثل هذا يسمى نسخا وانتحالا -

ومن قبله ان تبدل الالفاظ بما يراد لها كان يقال فى قول الحطيئة -

واقعد فانك انت الطاعم الكاسى

دع المكارم لا ترحل البغيتا

واجلس فانك انت الأكل اللابس

فرا المآثر لا تلهب لمطلبها

ولرب منه

ان تبدل الالفاظ

بما يضادها فى المعنى مع رعاية النظم والترتيب كما لو قيل فى قول حسان -

شم الانوف من الطراز الاول

بض الوجوه كريمة احسابهم

فطس الانوف من الطراز الآخر

سود الوجوه لثيمة احسابهم

ومتها ان ياخذ المعنى ويغير اللفظ ويكون الكلام الثانى دون الاول او مساوياً له كما قال ابو

الطيب فى قول ابى تمام -

ان الزمان بمثله لبخيل

هيهان لا ياتى الزمان بمثله

ولقد يكون به الزمان بخيلا

اعدى الزمان سخاؤه فسخابه

فالمصراع الثانى مأخوذ من المصراع الثانى لابی تمام والاول اجود سبكا ومثل هذا يسمى

اغارةً ومسحاً .
ومنها ان ياخذ المعنى وحده ويكون الثانی دون الاول او مساوياً له كما قال ابو تمام فی قول
من رثی ابنه .

والصبر یحمد فی المواطن کلها .
وقد کان یدعی لابس الصبر حازماً
وهذا یسمى الماماً وسلخاً .
الا علیک فانی لا یحمد
فما صبح یدعی حازماً حین یجزع

ترجمہ
یہ فن ثالث کا تتمہ ہے، اس عنوان کے ماتحت کلام کی بعد چوریوں اور ان کے متعلقات اور فن ثالث کے اختتام کی مناسبت سے
حسن انتہاء اور اس کے مقابل حسن ابتداء وغیرہ باقی ماندہ صنعتوں کو ذکر کیا جا رہا ہے۔
(۱) سرقہ کلام کی چند انواع ہیں۔ ان میں سے ایک نوع یہ ہے کہ مضمون نگار یا شاعر آدمی کسی دوسرے کے معنی و مضمون کو اس
کے الفاظ میں ترمیم کیے بغیر لے لے جیسا کہ عبداللہ بن زبیر نے معن کے دو اشعار کے لیے اور یہ دعویٰ کیا کہ وہ میرے ہیں اور وہ
شعریہ ہیں۔

اذا انت لم تنصف اخاک وجدته
ویرکب حد السیف من ان تضیمه
علی طرف الہجران ان کان یعقل
اذا لم یکن عن شفرة السیف مزحل
جب تو اپنے بھائی کو اس کے حقوق نہیں دے گا تو تو اسے دوری کے کنارے پر پائے گا اگر وہ عقل مند ہے۔ اور وہ سونے کی دھار
پر سوار ہونے کی تکلیف گوارا کر لے گا اس کے مقابلے میں کہ تو اس پر قلم کرے اگر تلوار کی تیزی سے بچنے کی دوسرا کوئی راستہ نہ
پائے۔ اور اسی جیسی چوری کو نسخ اور انتحال کہیں گے۔
اور اسی کے قبیل سے یہ بھی ہے کہ الفاظ کو اس کے مترادف کے ذریعے بدل دیا جائے، جیسا کہ عطیہ کے اس شعر میں اس طرح
کی ترمیم ممکن ہے۔

دع المکارم لا ترحل لبغیتها
ذر المآثر لا تذهب لمطلبها
واقعد فانک انت الطاعم الکاسی
واجلس فانک انت الاکل اللابس
تو مکارم اخلاق کی ہوس چھوڑ دے اسے حاصل کرنے کے لیے سفر نہ کر۔ اور بیٹھارہ کیوں کہ تو تو کھانے والا اور اچھے کپڑے
پہننے والا ہے۔

اور اسی سرقہ کلام کے قریب قریب یہ بھی ہے کہ الفاظ کو معنی کے لحاظ سے اس کے مخالف و متضاد الفاظ سے بدل دیا جائے البتہ لفظ

جز شعر مصنف ابلاغہ... در شعر و ادب ابلاغہ...
 اور ترتیب کی رعایت باقی رکھی جائے۔ جس طرح کہ سان بن ثابت جی کے قول میں اس طرح اگر ترتیب زہم زدگی جائے۔

مبھس الو حوہ کریمۃ احسابہم شمس الانوف من الطراز الاول
 دو لوگ گھر سے چرے والے ہیں معزز خاندان والے ہیں۔ اونچی ناک والے ہیں اول درجے کے ہیں۔
 سود الو حوہ لثیمۃ احسابہم فطس الانوف من الطراز الآخر
 دوسرا چمڑے والے ہیں رذیل خاندان والے ہیں۔ پست ناک والے ہیں آخری درجے کے ہیں۔

اور سرقہ کلام کی ایک قسم یہ ہے کہ شاعر کسی دوسرے کا معنی اور مضمون لے لے اور الفاظ بدل دے اور کلام ثانی کلام اول کے مقابلے مادون اور پست ہو یا اس کے مساوی ہو جیسا کہ ابوطیب جتنی نے ابوتمام کے قول میں اس طرح کیا ہے۔

مہمات لا یسانی الزمان بمثلہ
 ان الزمان بمثلہ لبخیل
 اعدی الزمان سخاوہ فسخابہ
 ولقد یكون به الزمان بخیل

اس کے مانند ہی آدمی کے لانے کا وقت چلا گیا۔ بلاشبہ اس کے مثل لانے میں زمانہ بخیل ہے، اس کی سخاوت زمانے پر چھا گئی پھر اس پر بھی سخاوت کی۔ اور البتہ زمانہ تو اس پر بخیل ہو رہا تھا۔

پس ابوطیب کے شعر (یعنی شعر ثانی) کا دوسرا مصرع ابوتمام کے شعر (یعنی شعر اول) کے دوسرے مصرع سے ماخوذ ہے اور پہلا (یعنی شعر اول کا دوسرا مصرع) زیادہ عمدہ ہے اور اس جس طرح سرقہ کو لغارت اور مخ کہتے ہیں۔

سرقہ کی ایک قسم یہ ہے کہ شاعر صرف معنی لے لے اور دوسرا کلام پہلے کلام کے مقابلے میں مادون اور پست ہو یا اس کے مساوی ہو جس طرح کہ ابوتمام نے اس آدمی کے کلام سے سرقہ کیا جس نے اپنے بیٹے کے مرثیے میں یہ شعر کہا۔

والصبر یحمد فی المواطن کلھا
 الا علیک فانیہ لا یحمد
 وقد کان یدعی لایس الصبر حازما
 فاصبح یدعی حازما حین یجزع

تیری موت کے موقع کہ اس موقع پر صبر کرنا قابل ستائش نہیں ہے کبھی صبر کا جامہ پہننے والا شخص مستقل مزاج کہا جاتا تھا۔ مگر آج مستقل مزاج اس وقت کہا جاتا ہے جب کہ بے صبری کرے۔ اور اس کو المام اور سلخ کہیں گے۔

شرح

سرقہ (ء) بردزن چرخ۔ بمعنی چوری۔ اصطلاحاً کسی شاعر کے شعر یا کلام کو اپنے نام سے پڑھنا۔ یا قصد ایک دو لفظ گھٹا بڑھا کر کسی دوسرے کے اشعار اپنے کہہ کر سنانا۔

نوٹ:- واضح ہو کہ توارد میں کوئی عیب نہیں مگر سرقہ بہت معیوب بات ہے۔

کسی شاعر کے کلام کو بغیر رد و بدل کے پڑھنے کو انتحال کہتے ہیں اور گھٹا بڑھا کر پڑھنے کو اغارہ کہتے ہیں۔ یہ دونوں سرقہ کی قسمیں

تکرار ہے۔ کسی لفظ کا بے ضرورت بار بار استعمال کرنا۔ اس کو تکرار ہے جایا تکرار قبیح بھی کہتے ہیں۔ جیسے
 اے موت نہ آ اے موت نہ آ جینا ہے ابھی کچھ دن مجھ کو
 یعنی کہ بھروسہ ہے مجھ کو اس شوخ کے وعدوں کا اب تک
 لیکن جب تکرار میں حسن اور لطافت پائی جائے تو اس کو تکرار طبع کہتے ہیں۔ اور ایسی تکرار بہتر ہے جیسے۔ جگر
 اے محسب نہ پھینک مرے محسب نہ پھینک ظالم شراب ہے ارے ظالم شراب ہے۔

اقتباس کا بیان

(۲) الاقتباس هو ان يضمن الكلام شيئاً من القرآن او الحديث لا على انه منه كقوله ۛ
 وانكر بكل ما استطاع
 لا يمكن ظالما ولا ترض بالظلم
 ما من حميم ولا شفيع بطاع
 يوم ياتي الحساب بالظلم
 وقوله ۛ
 لا تعاد الناس في اوطانهم
 قلما يرعى غريب الوطن
 واذا ما شئت عيشا بينهم
 خالق الناس بخلق حسن
 ولا باس بتغيير يسير في اللفظ المقبس للوزن او غيره نحو ۛ
 قد كان ما خفت ان يكونا ۛ انا الى الله راجعون وفي القرآن (انا لله وانا اليه راجعون)

ترجمہ

(۲) اقتباس: یہ ہے کہ کلام (منثور یا منظوم) میں قرآن اور حدیث میں سے کچھ حصہ اس انداز میں شامل کیا جائے کہ یہ پتہ نہ
 چھے یہ قرآن اور حدیث کا کترا ہے جس طرح کہ شاعر کا یہ شعر ہے۔
 لا تکن ظالما ولا ترض بالظلم
 وانكر بكل ما استطاع
 ما من حميم ولا شفيع بطاع
 يوم ياتي الحساب بالظلم
 تو خود ظالم نہ بن اور نہ ہی ظلم سے راضی ہو۔ اور ہر ممکن طریقے سے (لوگوں کو ظلم سے) منع کر۔ جس دن کہ روز حساب میں بڑے
 ظالم کی سزا آ پہنچے گی۔ تو نہ ہوگا کوئی دوست اور نہ سفارشی جس کی بات مانی جائے۔
 اور جس طرح کہ شاعر کا یہ شعر ہے۔
 قلما يرعى غريب الوطن
 لا تعاد الناس في اوطانهم

خالق الناس بخلق حسن

واذا ما شئت عيشا بينهم

لوگوں سے ان کے وطن میں دشمنی نہ کر کیوں کہ پر دہی آدمی کی بہت کم رعایت کی جاتی ہے۔ اور جب ان کے درمیان نزاع گزرتا چاہے۔ تو لوگوں سے اچھے اخلاق سے پیش آ۔

اور وزن وغیرہ کے لیے الفاظ مقتبہ (اٹھائے گئے الفاظ) میں معمولی ترمیم کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے جس طرح کہ

قد كان ما خفت ان يكونا انا الى الله راجعونا

جس بات کے ہونے کا مجھے خطرہ تھا وہ ہو کر رہا بلاشبہ ہم اللہ کی طرف لوٹ کے جانے والے ہیں۔ حالانکہ قرآن کریم میں اللہ

وانا اليه راجعون کے الفاظ ہیں۔

تضمین کا بیان

(۳) التضمين ويسفي الابداع هو ان بضمن الشعر شيئا من شعر اخر مع التنبيه عليه ان لم

يشتهر كقوله

تمثلت بيتا بحالی بليق

اذا ضاق صدري وخفت العد

وبالله ادفع مالا اطيع

فبالله ابلغ ما ارتجى

ولا بأس بالتغيير اليسير كقوله

من الشيخ الرشيد وانكروه

اقول لمعشر غلطوا وغضوا

متى يضع العمامة تعرفوه

هو ابن جلا وطلاع الثنايا

ترجمہ

(۳) تضمین: جسے ابداع بھی کہتے ہیں وہ یہ ہے کہ ایک شاعر اپنے شعر میں کسی دوسرے شاعر کے شعر کا ٹکڑا شامل کر لے اس

تضمین کی وضاحت کے ساتھ بشرطیکہ وہ مشہور نہ ہو جس طرح کہ شاعر کا یہ شعر ہے۔

تمثلت بيتا بحالی بليق

اذا ضاق صدري وخفت العدى

وبالله ادفع مالا اطيع

فبالله ابلغ ما ارتجى

جب میرا سینہ تنگ ہوتا ہے اور میں دشمنوں کا خوف محسوس کروں تو میں اپنے حال کی تمثیل بیان کرتا ہوں ایک ایسے شعر سے جو

میرے لیے زیادہ مناسب ہے۔ پس میں اللہ ہی کی مدد و توفیق سے اپنی مراد کو پاتا ہوں اور اللہ ہی کی مدد و توفیق سے ایسے ضرر کو دور

کرتا ہوں جس کے دفع کرنے کی مجھ میں طاقت نہیں ہے۔

اور تضمین میں معمولی ترمیم کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ جس طرح کہ شاعر کا یہ شعر ہے

اقول لمعشر غلطوا وعضوا

هو ابن جلا وطلاع الشبايا

من الشيخ الرشيد والكسوة

متى يضع العمامة تعرفوه

میں یہودیوں کی ایک ایسی جماعت سے کہتا ہوں جنہوں نے نیک بوڑھے کا حق پہچاننے میں غلطی کی اور اسے دیکھنے سے آنکھیں بند کر لیں اور اس سے اپنے آپ کو ناواقف بتایا۔
وہ تو ایک ایسا شخص ہے جس کا معاملہ واضح ہے اور مشقتوں کو برداشت کرنے والا ہے جب وہ عمامہ سر پر رکھے گا تب اسے تم پہچانو گے۔

شرح

تضمین۔ (ع) بروزن تفسیر۔ بمعنی ضامن کرنا۔ اصطلاحاً پہلے شعر کے مضمون کو دوسرے شعر کے مضمون سے دست و گریبان کرنا۔ قدامت اس چیز کو معیوب تصور کرتے تھے۔ اس لئے تضمین کو عیوب کلام میں داخل کیا گیا ہے۔ متاخرین اور فصحاء حال بھی اس کو صنعت تصور نہیں کرتے۔ ان کے نزدیک کسی دوسرے شعر کو اپنا لینا آسان بات نہیں۔ تضمین اور خمسہ میں اتنا فرق ہے کہ خمسہ میں پانچ مصرعے ہوتے ہیں۔ تین اپنے اور دو وہ جن پر تضمین کی گئی ہے۔ لیکن تضمین کے لئے تین مصرعوں کی قید نہیں ہے۔

عقد وصل کا بیان

(۴) (العقد والحل) الاول نظم المنشور والثاني نثر المنظوم فالاول نحو

والظلم من شيم النفوس فان تجد ذاعقة فلعله لا يظلم

عقد به قول حكيم . الظلم من طباع النفس وانما يصدما عنه احدى علتين دينية وهى خوف المعاد و دليوية وهى خوف العقاب الديوى .

والثانى نحو قوله (العيادة سنة ماجورة ومكرمة ماثورة ومع هذا فخن المرضي ونحن العواد وكل وداده يدوم فليس بوداد)

وحل فيه قول القائل

اذا مرضنا اتيناكم نعودكم وتذنبون فناتيكم ونعتذر

ترجمہ

(۴) عقد وصل: پہلا کلام منشور کو منظوم اور دوسرا کلام منظوم کو منشور کرنے کو کہتے ہیں پہلے کی مثال یہ شعر ہے۔

والظلم من شيم النفوس فان تجد ذاعقه فلعله لا يظلم

اور ظلم کرنا انسانوں کی عادت ہے سوا اگر تو کوئی ایسا شخص دیکھے جو ظلم سے محفوظ ہے تو وہ کسی ایک سبب سے ظلم نہیں کر رہا ہے۔

شعر کے اس نام میں کسی وہ قصہ کا یہ قول منظم نہ دیا ہے الظلم من طاع النفس وانما يصدها عنه احدى عظم
دسبہ وہی خوف المعاد و سوبہ وہی خوف العقاب الدیوی ظلم کرنا انسان کی طبیعت ہے اور اس سے پہلے
۴۰ میں سے ایک نہ ایک سبب ہوتا ہے ایک سبب تو دینی ہے اور وہ آخرت کا خوف ہے اور دوسرا سبب دنیوی ہے اور وہ دوزخ
خوف ہے اور دوسرے کی مثال کسی حکیم کا یہ قول ہے۔ العیادة سنة ما جوراة ومكرمة ماثورة ومع هذا فنحن المرعوس
ومع العواد وكل و داد لا يدوم فليس بوداد عیادت کرنا ایسی سنت ہے جو موجب اجر ہے اور ایسی خصلت ہے جو پھول
سے پھل آ رہی ہے اس کے باوجود ہم ہم ہی بیمار بھی ہوتے ہیں اور ہم ہی عیادت بھی کرتے ہیں اور ہر ایسی محبت جو دائمی نہ ہو وہ بہت
ہی نہیں اس مضمون میں شاعر کے اس شعر کو (منثور) کھول دیا گیا ہے۔

اذا مرضنا اتيناكم نعودكم وتذنبون فئاتيكم وتعتذر

جب بیمار ہوتے ہیں تو تمہارے پاس آ کر تمہاری عیادت کرتے ہیں اور تم کرتے ہو مگر ہم آپ کے پاس آتے ہیں وہ عذر خرابی کرتے ہیں۔

تلمیح کا بیان

(۵) التلمیح هو ان يشير المتكلم في كلامه لآية او حديث او شعر مشهور او مثل سائر اوقصة كقوله ر

لعمرو مع الرمضاء والنار تلتظي ارق واحفى منك في ساعة الكرب
اشار الى البيت المشهور وهو ر
المستجير بعمر عند كربته كالمستجير من الرمضاء بالنار

ترجمہ

(۵) تلمیح یہ ہے کہ متکلم اپنے کلام میں کسی آیت یا حدیث یا مشہور شعر یا رائج الاستعمال کہاوت یا قصے کی جانب اشارہ کرے جس طرح کہ شاعر کا یہ شعر ہے۔

لعمرو مع الرمضاء والنار تلتظي ارق واحفى منك في ساعة الكرب

سخت تپش والی پتھر ملی زمین اور بھڑکنے والی آگ کے ہمراہ عمرو جس طرح ظالم کا ظلم بھی سختی اور پریشانی کی گھڑی میں تیرے مقابلے میں نرم اور مہربان ہے

اس شاعر نے اپنے اس شعر میں ایک دوسرے مشہور شعر کی طرف اشارہ کیا ہے اور وہ شعر یہ ہے۔

المستجیر بعمره عند کربته
کا المستجیر من الرمضاء بالار

اپنی پریشانی کی گھڑی میں عمرو کی پناہ لینے والا اس کی طرح ہے جو تھکی ہوئی پھریلی زمین کی تری سے بھاگ کر آگ کی پناہ پکڑے۔

شرح

تلمیح کے لغوی معنی ہیں اشارہ کرنا۔ شعری اصطلاح میں تلمیح سے مراد ہے کہ ایک لفظ یا مجموعہ الفاظ کے ذریعے کسی تاریخی سیاسی اخلاقی یا مذہبی واقعے کی طرف اشارہ کیا جائے۔ تلمیح کے استعمال سے شعر کے معنوں میں وسعت اور حسن پیدا ہوتا ہے۔ مطالعہ شعر کے بعد پورا واقعہ قاری کے ذہن میں تازہ ہو جاتا ہے۔

تلمیح بھی ایک ایسی ترکیب کا نام ہے جو ایک، دو یا دو سے زائد لفظوں پر مشتمل ہوتی ہے، لیکن ان دو یا دو سے زائد لفظوں کے تناظر یا پس منظر میں کوئی تاریخی واقعہ، کردار کوئی سانحہ یا رسم رواج مذکورہ ہوتا ہے۔ ایک دو لفظوں کے بولنے یا سن لینے سے وہ تاریخی یا نیم تاریخی واقعہ جو تاریخ کے کسی قدیم زمانے میں، کسی شخصیت یا کسی رسم رواج سے متعلق ہوتا ہے، فوراً ہماری نگاہوں کے سامنے آ جاتا ہے۔ تلمیح دراصل ہمارے بزرگوں کے قدموں کے وہ نشان ہیں، جن پر ہم اُلٹے قدم چلتے ہوئے، اُس واقعے تک پہنچ جاتے ہیں۔ زبان میں تلمیح کی اہمیت بہت بنیادی ہوتی ہے۔ ہر زبان کی تلمیحات اس زبان کی تہذیب، ماضی، کلچر اور اس کی قوم کے اسلاف کی زندگیوں سے پھوٹی ہیں۔

موسوی وحید الدین سیم کے نزدیک "اگر کسی زبان کی تلمیحات بغور مطالعہ کی جائیں، تو ان سے اس زبان کے بولنے والوں کے گزشتہ واقعات اور تاریخ پر روشنی پڑتی ہے۔ ان کے مذہبی عقائد، ان کے اوہام، ان کے معاشرتی حالات اور ان کی رسوم اور مشاغل معلوم ہوتے ہیں۔ کسی قوم نے جس طرح تمدنی منزلیں رفتہ رفتہ طے کی ہیں اور جو تبدیلیاں اس کی زندگی میں یکے بعد دیگرے ہوتی رہی ہیں، اس کی زبان کی تلمیحات کے مطالعہ سب نظر کے سامنے آ جاتی ہیں۔

تلمیح اور محاورے میں معنوی ربط اور علاقہ تو موجود ہوتا ہے کہ دونوں کے پس منظر میں کوئی واقعہ، سانحہ، کوئی حکمت اور دانائی کی بات یا کوئی رسم رواج اور طرز زندگی کا کوئی پہلو یا کوئی مذہبی قصہ یا کوئی متھ یا دیو مالائی صورت موجود ہوتی ہے، لیکن دونوں کا خارجی پیکر یا پیٹرن ایک دوسرے سے مختلف ہوتا ہے۔ تلمیح اور محاورے کو ان کے ظاہری اور خارجی پیکر یا اوصاف کی بنا پر کبھی موجود ہو سکتا ہے یعنی کوئی محاورہ Combination یا سانی علیحدہ کیا جاسکتا ہے۔ دونوں کے درمیان تلمیح محاورہ بھی ہو سکتی ہے، لیکن دونوں اپنے اپنے معنوی پس منظر ایک ہونے کے باوجود دونوں ایک نہیں ہوتے، بلکہ یہ دونوں اصلاً مختلف ہیں اور دونوں اپنے اپنے معنوی دائرہ ہائے کار مرتبہ کرتی ہیں۔ دونوں کا ایک علیحدہ علیحدہ خارجی پیکر ہے، لیکن جو چیزیں محاورے کے لیے لازمی ہوتی ہیں، ان میں ایک تو یہ ہے کہ الفاظ کی جو ترکیب ہوتی ہے اور ان کا جو معنوی آہنگ ہوتا ہے، وہ مجازی ہوتا ہے۔ دوسرا یہ کہ وہ اہل زبان کے قواعد کے مطابق ہوتا ہے، جبکہ تلمیح کے لیے اُس زبان کے قواعد کی پابندی ضروری نہیں ہے۔ وہ دوسری زبان سے سفر کرتی آتی

ہے۔ مثلاً اردو، پنجابی، سندھی بلوچی یا پاکستان کی دیگر زبانوں میں تلمیحات کا جو نظام ہے، وہ عربی، عجمی معاشرے سے مسلمانوں کے ساتھ سفر کرتا ہوا یہاں تک پہنچا ہے۔ پشتون تہذیب اور زبان کی زیادہ تر تلمیحات عربی اور فارسی کی وساطت سے پشتو میں مروج ہوئیں۔ اسی طرح اردو اور پاکستان کی دیگر زبانوں میں بھی تلمیح کا فکری تناظر اسی طرح مرتب ہوتا ہے، لیکن محاورے میں دوسری زبانوں سے اخذ و استفادے کے باوجود ہر زبان کا اپنا ایک فکری کیس ہوتا ہے، جس پر وہ زبان قوم یا تہذیب جس سے وہ محاورہ متعلق ہوتا ہے، ان کی زندگی کے مختلف رنگوں کو اپنے رسم و رواج، مذہبی تصورات، سیاسی، فکری اور سماجی رویوں کے تناظر میں مرتب کرتا ہے۔

تلمیح کی طرح ترکیب بھی محاورے کے ساتھ معنوی ربط بھی رکھتی ہے اور ظاہری اور لفظی اختلاف بھی۔ دراصل ترکیب ایک ایسی اصلاح ہے، جس میں دو یا دو سے زیادہ لفظوں کو کسی حوالے سے باہم مربوط کیا جاتا ہے۔ مثلاً بعض اوقات مضاف اور مضاف الیہ کو حرف اضافت کی مدد سے جوڑ دیا ہے، بعض اوقات صفت اور موصوف کو حرف اضافت کے تناظر میں باہم جوڑ کر ایک ترکیب بنائی جاتی ہے۔ بیشتر پاکستانی زبانوں کی ترکیب سازی کے عمل میں فارسی کی ترکیب کے نظام کے اثرات بے پناہ ہیں، بلکہ برصغیر پاک و ہند میں بولی جانے والی مسلم اکثریت کی تمام زبانیں اپنی ترکیب سازی کے نظام کو فارسی سے مستعار لیتی رہی ہیں۔ نوے فیصد سے زیادہ ترکیب سازی فارسی قواعد کے زیر اثر ہوئی ہے، ہوتی رہی ہے۔ محاورہ اپنے خارجی پیکر میں ترکیب ہوتا ہے، اس لیے ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہر محاورہ ایک ترکیب ہوتا ہے، لیکن ہر ترکیب محاورہ نہیں ہوتی۔ محاورے اور ترکیب کا خارجی آہنگ مختلف ہوتا ہے، لیکن ان کے معنوی نظام میں، معنوی یکجائی کے عناصر موجود ہو سکتے ہیں۔ مختصر یہ کہ جب ہم ان تمام مذکورہ اصطلاحات (روزمر، ضرب المثل اور تلمیح) کے تناظر کو محاورے کے ساتھ رکھ کر دیکھتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ ان تمام اصطلاحات کے پس منظر میں موجود معنوی رویہ تو تقریباً یکساں رہا ہے لیکن اس کے بعد اس کا خارجی آہنگ اور رنگ ڈھنگ مختلف ہوتا ہے۔

حسن ابتداء کا بیان

(۶) حسن الابتداء هو ان يجعل المتكلم مبدء كلامه عذب اللفظ حسن السبك صحيح المعنى

فاذا اشتمل على اشارة لطيفة الى المقصود

سمى براءة الاستهلال كقوله في تهنية بزوال مرض م

المجد عوفي اذ عوفيت والكرم و زال عنك الى اعدائك السقم

و كقول الآخر في التهنية ببناء قصر م

قصر عليه نحية وسلام خلعت عليه جمالها الايام

ترجمہ

(۶) حسن ابتداء: یہ ہے کہ متکلم اپنے کلام کا آغاز شیریں الفاظ اچھی ساخت اور صحیح معنی سے کرے، پھر اگر وہ معنی مقصود کی

ترجمہ مصباح البلاغۃ، از محمد شریح الدین ابوالکلام

جانب غمازی کرنے والے لطیف اشارے پر مشتمل بھی ہو تو اسے براعت استہلال کہیں گے جس طرح کہ شاعر نے اپنے ممدوح کو بیماری سے شفا یاب ہونے کی مبارکباد پیش کرتے ہوئے کہا۔

المجد عوفی اذ عوفیت والکرم
وزال عنک الی اعدانک السقم

آپ کے شفا یاب ہونے سے بزرگی اور سخاوت نے شفا پائی۔ اور بیماری آپ سے رخصت ہو کر آپ کے دشمنوں کو پہنچ گئی۔ اور جس طرح کہ دوسرے شاعر نے محل کی تعمیر کی مبارکباد دیتے ہوئے یوں کہا۔

قصر علیہ تحیة و سلام
خلعت علیہ جما لها الایام

یہ ایک ایسا محل ہے جس پر ہمارا دعا و سلام پہنچے۔ اس کو زمانے نے اپنے جمال کا لباس عطا کیا۔

حسن تخلص کا بیان

(۷) حسن التخلص هو الانتقال مما افتح به الکلام الی المقصود مع رعاية المناسبة بينهما
کقولہ ۔

دعت النوى بفراقهم فتشتوا
وقضى الزمان بينهم فتبدوا
دھر زمیم الحالین فمابہ
شیء سوى جود ابن ارتق یحمد

ترجمہ

(۷) حسن تخلص: وہ منتقل ہونا ہے اس غرض کلام سے جسے بیان کرنا شروع کیا تھا معنی مقصود کی طرف دونوں کے درمیان مناسبت قائم رکھتے ہوئے جس طرح کہ شاعر کا یہ شعر ہے۔

دعت النوى بفراقهم فتشتوا
وقضى الزمان بينهم فتبدوا
دھر ذمیم الحالین فمابہ
شیء سوى جود ابن ارتق یحمد

دوری نے ان کے حق میں فراق کو چاہا تو وہ منتشر ہو گئے اور زمانے نے ان کے درمیان فیصلہ کر دیا تو وہ متفرق ہو گئے۔ زمانہ دو بری حالتوں والا ہے سو اس کے پاس ایسی کوئی چیز نہیں ہے جس کی تعریف کی جائے سوائے ابن ارتق کی سخاوت کے۔

برأت طلب کا بیان

(۸) براعة الطلب هو ان تسيير الطالب الى ما في نفسه دون ان يصرح في الطلب كما في قوله

وفي النفس حاجات فيك فطانة
سكوتی کلام عندها وخطاب

ترجمہ

(۸) براعت طلب: یہ ہے کہ سائل اور طالب اپنے کسی مطلب اور مراد کی جانب اشارہ کرے اور اپنی مراد کی تصریح نہ کرے

جس طرح کہ شاعر کا یہ شعر ہے۔

سکوتی کلام عندها و خطاب

ولی النفس حاجات و لیک فطانة

میرے دل میں چند مرادیں ہیں اوت تجھ میں ایسی دانائی ہے کہ اس کے ہوئے میرا چپ رہنا کلام اور خطاب ہے۔

حسن انتہاء کا بیان

(۹) حسن الانتہاء هو ان يجعل آخر الكلام عذب اللفظ حسن السبك صحيح المعنى فان

اشتمل على ما يسر بالانتہاء سمي براعة المقطع كقوله و

وهذا دعاء للبرية شامل،

بقیت بقاء الدهر یا کھف اہلہ

ترجمہ

(۹) حسن انتہاء: یہ ہے کہ متکلم اپنے کلام کا اختتام شیریں الفاظ اور اچھی ساخت اور صحیح معنی پر کرے پھر اگر وہ اپنے کلام کی انتہاء

کی جانب مشعر بھی ہو تو اسے براعت منقطع کہیں گے جس طرح کہ شاعر کا یہ شعر ہے۔

بقیت بقاء الدهر یا کھف اہلہ وهذا دعاء للبرية شامل

آپ زمانے کے باقی رہنے تک زندہ رہیں اے زمانہ والوں کی جائے پناہ، اور یہ دعاء سب مخلوق کو شامل ہو۔



تنبیہ

نوٹ: مناسب ہوگا کہ اساتذہ کرام خود طلباء کے فہم میں مضبوطی کیلئے ان سے کلام کی فصاحت و بلاغت سے متعلق سوالات کریں اور تکرار کے ذریعے ان سے پوچھیں تاکہ اس علم کے پڑھنے کا اندازہ کیا جاسکے۔ ذیل میں تنبیہ اسی مقصد کیلئے کتاب کے آخر میں ذکر کی گئی ہے ملاحظہ ہو۔

ينبغي للمعلم ان يناقش تلامذته في مسائل كل مجت شرحه لهم من هذا الكتاب ليتمكنوا من فهمه جيدا فاذا رأى منهم ذلك سألهم مسائل اخرى ممكنهم ادراكها مما فهموه .

(۱) كان يسألهم بعد شرح الفصاحة والبلاغة وفهمهما عن اسباب خروج العبارات الالية عنهما او عن احدهما .

(۱) رب جفنة مشعجرة وطعنة مسحفرة بقى عدا بانقرة اى جفنة ملاى وطعنة مستعة بقى ببلك انقرة .

(۲) الحمد لله العلى الاجل .

(۳) اكلت العرين وشربت الصمادح تريد اللحم والماء الخالص .

(۴) وازور من كان له زائرا

وعاف فى العرف عرفانه

(۵) الاليت شعرى هل يلوم من قومه

زهيرا اعلى من جر من كل جانب

(۶) من يهتدى فى الفعل مالا يهتدى

فى القول حتى يفعل الشعراء

اى يهتدى فى الفعل مالا يهتديه الشعراء فى القول حتى يفعل .

(۷) قرب منا فرأينا اسدا (تريد الجز) (۱)

(۸) يجب عليك ان تفعل كذا (تقوله بشدة مخاطبا لمن اذا فعل عدفعه كرما وفصلا)

(ب) و كان يسألهم بعد باب الخبر والانشاء ان يجيبوا عما يأتى .

(١) امن الخبير ام الانشاء قولك الكل اعظم من الجزء وقوله تعالى (ان قارون كان من قوم موسى)

(٢) ماوجه الاتيان بالخبر جملة في قولك الحق ظهر والغضب آخره ندم

(٣) ماالذى يستفيدة السامع من قولك انا معترف بفضلك انت تقوم فى السحر رب انى لا استطيع اصطبارا .

(٤) من اى الاضرب قوله تعالى حكاية عن رسل عيسى (انا اليكم مرسلون) (ربنا يعلم انا اليكم لمرسلون)

(٥) هل للمهتدى ان يقول (اهدنا الصراط المستقيم)

(٦) من اى انواع الانشاء هذه الامثلة وما معانيها المستفادة من القرائن .

اولئك الهائى فجتنى بمثلهم اذا جمعنا يا جرير المجامع
اعمل ما بذاك لا ترجع عن غيك لا ابالى اعدام قال اليس الله يكاف عبده هل يجازى
الا الكفور الم نربك لنا وليدا .

ليت هذا الجزتنا ماتعد وشفت انفسنا مما تجد
لوياتنا فيحدثنا امكان العقيق كفى فراقا

(ج) او كان يسألهم بعد الذكر والحذف عن دواعى الذكر فى هذه الامثلة (ام اراد بهم ربهم
رشدا) الرئيس كلمنى فى امرك والرئيس امرنى بمقابلتك (تخاطب غيبا) الامير نشر المعارف
وامن المخاوف (جوابا لمن سال ما فعل الامير) حضر السارق (جوابا لقائل هل حضر السارق
الجلال مشرف على السقوط) (تقوله بعد سبق ذكره تنبيها لصاحبه)

فعباس يصد الخطب عنا وعباس يجير من استجارا

(تقوله فى مقام المدح) .

وعن دواعى الحذف فى هذه الامثلة (وانا لاتدرى اشررو اريد بمن فى الارض) فاما من اعطى
واتقى وصدق بنالحسنى فسيسرو لليسرى (خلق فسوى) (الم يجدك يتيما فاوى) (سولت
لكم انفسكم امر الفصير جميل) متضجة الزروع ومصلحة الهواء محتال مراوغ (بعدد
كرانسان)

والهر يحدث ما يشاء فيدفن

ام كيف ينطق بالقبيح مجاهرا

(د) و كان يسألهم عن دواعى التقديم .

والناخير في هذه الامثلة (ولم يكن له كفوا احد) ما كل ما يمتنى المرء يدركه السفاح في دارك
اذا اقل عليك الزمان نقترح عليك منشاء . الانسان جسم نام حساس لاطق . الله اسأل ان
يصلح الامر . الدهر مودى نسيا .

(لكم دينكم ولي دين)

(ثلاثة تشرق الدنيا ببهجتها
وما انما اسقمت جسمي به
شمس الصلح و ابو اسحاق والقمر
وما انما اضمرمت في القلب نارا
(ه) وكان يسألهم عن اغراض التعريف والتكثير في هذه الامثلة .
اذا انت اكرمت الكريم ملكته

وارة الت اكرمت اللئيم تمردا (واذا رأيتهم تعجبك اجسامهم وان يقولوا تسمع لقولهم كانهم
خشب مسندة) (تبت يدا ابي لهب) ما كان محمدا با احد من رجالكم

عباس عباس اذا احتدم الوغى والفضل فضل والربيع ربيع
ترأنا شعر ابي الطيب وحبيب ولم نقرأ شعر الوليد (وما هذه الحياة الدنيا الا لعب ولهو) (هكذا
الذي بعث الله رسولا)

هذا ابو الصقر فردا في محاسنه من نسل شيان بين الضال والسر
(فاوحى الى عبده ما اوحى) (الذين كذبوا شعيبا كانوا هم الخاسرين) الذي خاط ملايس الامير
خاط هذا الثوب . اخذما اعطيته وسار . الرجل خير من المرأة . (عالم الغيب والشهادة) .
اليوم يستقبل الامال راجيها . لبث القوم ساعة وقضوا الساعة في الجدال . اطيعوا الله واطيعوا
الرسول) . ادخل السوق واشتر اللحم زيد الشجاع . علماء الدين اجمعوا على كذب . ركب
وزراء السلطان هذا قريب اللص . اخو الوزير ارسل لي . وان شفائي عبرة مهراقة يا بواب افتح
الباب ويا حارس لا تبرح . (وجاء رجل من اقصى المدينة) (وعلى ابصارهم غشاوة) . ان له
لا بلا وان له لغنا ما قدم من احد .

(ولله عندي جانب لا اضيعه
فيوما يبخيل تطرد الروم عنهمو
وللهو عندي والخلاعة جانب)
ويوما بجود يطرد الفقر والجدا
(وان يكذبوك فقد كذبت رسل من قبلك) (ان لنا لاجرا)

(و) كان يسألهم بعد التشبيه عن التشبيهات الآتية:-

(١) وقد لاح في الصبح الثريا لمن رأى كمنفقود ملاحيه حين تورا

والفخيم من فوقها يغطيها
 من فوق نار نجة لتخفيها
 درد ثرون على بساط ازرق
 لو لم يكن لثاقبات الفول
 او سمته حلقا يزيد لباتها
 على ولم يحدث سوالك بديل
 به مدة الايام وهو قتييل
 امل يرنجى لنفع وضر
 منها انار حمد وشكر
 نجاسة من الجاساء بعد وقع

(٢) كاسما النار في لتيها
 ربحه نيكيت اما ملها
 (٣) وكان اجرام النجوم لو اعا
 (٤) عزمانه مثل النجوم لواقبا
 (٥) اهدل فان المال شمر كلما
 (٦) ولما بدالى منك ميل مع العدا
 صددت كما صد الرمي تطاولت
 (٧) رب حى كعبت ليس فيه
 وعظام تحت التراب وفوق الارض
 (٨) كان انتضاء البدر من تحت غيم

(ز) وكان يسألهم عن المحسنات البديعية فيما ياتى .

(١) كان ما كان وزا لا

فاطرح قيدا وقلالا

حبك الله تعالى

(٢) ليت النية حالت دون نصحك لى

(٣) يحيى ويميت (او من كان ميتا فاحييناه)

خلقوا وما خلقوا مكرمة

(٤) على رأس حرقاج عزيزينه

(٥) نهيت من الاعمار والوحوت

(٦) واستوطنوا السرمى وهو منزلهم

(٧) من قاس جدواك يوما

السحب تعطى وتيسكى

(٨) اراؤكم ووجوهكم وسيوفكم

مها معالم للهدى ومصباح

(٩) اما هذه الحياة متاع

وامضى فوات والمؤمل غيب

ايها المعرض عنا

فيستريح كلانا من اذى التهم

فكانهم خلقوا وما خلقوا

وفى رجل عبد قبيد ذل يشينه

لهنئت الدنيا بانك خالد

ولا افوه به يوما لغيرهم

بالسحب اخطأ مدحك

وانت تعطى وتضحك

فى الحادثات اذا دجون نجوم

تجلو الدجى والأخريات نجوم

والسفيه الغبى من يصطفها

ولك الساعة التى أنت فيها

رايته يا صاح طوع البد
سابق الكاري الى المقصد
يسلو عن الاهل والاوطان والحتم

(١٠) وسابق ايمان وجهته
في السبق لمالم يجد مشها
(١١) لا عيب فيهم سوى ان الريل بهم
(١٢) عاشر الناس بالجميل المزاحمه .

بتعاطي المزاح مه

ويتقظ وقد لمن

ولا قالوا لبلان قدر شاني
ودوام السرور وبكاء الغمام ونوح الحمام .

(١٣) ملم تضع الاعادي قدر شاني
(١٤) أي شيء اطيب من ابتسام الثفور
(١٥) كمالك تحت كلام

(١٦) ويولج الليل في النهار ويولج النهار في الليل

شرك الردى وقرارة الاكدار
الكست غدا تباليها من دار
فيه وحسن رجائي فبك مختنمي

(١٧) يا مخاطب الدنيا الدينه انها
دار منى ما اضحكت في يومها
(١٨) مدحت مجدك والاخلاص ملتزمي

ولا يصعب على المعلم اقتفاء هذا المنهج والله الهادي الى طريق النجاح .



مختصر المعانی کا شمار

مختصر المعانی کا پس منظر

امام سکا کی اسے مفتاح العلوم نامی ایک کتاب لکھی جس میں تین قسمیں تھیں:

قسم اول میں تین فنون تھے: نحو، صرف اور اشتقاق۔

قسم ثانی میں بھی تین فنون تھے: عروض، قوافی، منطق۔

قسم ثالث میں بھی تین فنون تھے: معانی، بیان، بدیع۔

پھر قاضی القضاۃ ابو عبد اللہ محمد بن عبد الرحمن قزوینی نے مفتاح العلوم کی قسم ثالث کی تلخیص کی اور اس کتاب کا نام تلخیص المفتاح رکھا۔

پھر علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی نے اس تلخیص المفتاح کی ایک مفصل شرح لکھی جس کا نام مطول رکھا۔

لیکن بعد میں لوگوں کے اصرار پر انھوں نے اپنی اس طویل شرح کو مختصر کر کے لکھا اور اس کا نام مختصر المعانی رکھا۔

پوری کتاب کا خلاصہ بارہ سوالات کے جوابات ہیں۔

سوالات

(سوال: متن کا کیا نام ہے؟) (سوال: شرح کا کیا نام ہے؟) (سوال: شارح کا کیا نام ہے؟) (سوال: متن کا کیا نام ہے؟) (سوال: شارح کا کیا نام ہے؟)

(سوال: شرح کے خطبہ میں شارح صاحب کیا کہنا چاہتے ہیں؟) (سوال: متن کے خطبہ میں ماتن صاحب کیا کہنا چاہتے ہیں؟) (سوال: متن کا خلاصہ کیا ہے؟) (سوال: شرح کا خلاصہ کیا ہے؟) (سوال: اس کتاب میں کل کتنے

فنون ہیں؟) (سوال: ہر فن کی تعریف کیا ہے؟) (سوال: ہر فن کا خلاصہ کیا ہے؟) (سوال: خاتمہ کا خلاصہ کیا ہے؟)

جوابات:

(پہلے سوال کا جواب) متن کا نام تلخیص المفتاح ہے۔

(دوسرے سوال کا جواب) شرح کا نام مختصر المعانی ہے۔

(تیسرے سوال کا جواب) ماتن صاحب کا نام قاضی القضاۃ ابو عبد اللہ محمد بن عبد الرحمن قزوینی ہے۔

(چوتھے سوال کا جواب) شارح صاحب کا نام سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی ہے۔

(پانچویں سوال کا جواب) شرح کے خطبہ کا خلاصہ یہ ہے۔

شارح صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے تلخیص المباح کی شرح تمام مطول لکھی تھی جس میں میں نے کئی نکات اور باریک باریک مسائل تفصیل سے بیان کیے تھے، لیکن پھر بہت سے علمائے کرام نے مجھ سے مطالبہ کیا کہ اس کو مختصر کروں، ان کے اس مطالبہ کی دو وجوہات تھیں۔

- 1 اب طلباء میں اتنی ہمت نہیں ہے کہ مطول کے باریک اور پیچیدہ مسائل کو سمجھ سکیں۔
- 2 انہیں اس بات کا خدشہ تھا کہ اگر میں نے مطول کو مختصر نہ کیا تو کلام چور قسم کے لوگ میری ہی عبارتوں کو چرا کر مختصر شروحات لکھ ڈالیں گے۔

لیکن میں ان کا یہ مطالبہ نالتار ہا اور میرے ٹال مٹول کی بھی دو وجوہات تھیں۔

- 1 ایسی شرح لکھنا جو سب کو اچھی لگے یہ انسانی طاقت سے باہر ہے، یہ خالق قدرت کی ہی دسترس میں ہے۔
 - 2 اب اس علم کا دور دورہ بھی ختم ہو چکا ہے، فصاحت اور بلاغت کا علم تو بس نام کارہ گیا ہے۔
- پھر شارح صاحب نے مطالبہ کرنے والوں کے مطالبہ کی دوسری وجہ کا جواب دیا کہ کلام چور قسم کے لوگ اگر میرے کلام سے فائدہ اٹھاتے ہیں تو انہیں اٹھانے دو، کیوں کہ نہروں سے پیاسوں کو کیسے روکا جاسکتا ہے۔
- پھر وہ لوگ اپنے مطالبے میں غالب آ گئے اور مجبور ہو کر میں نے مطول کو مختصر کرنا شروع کر دیا، حالاں کہ میرے پاس نہ وسائل تھے اور نہ میں اپنے وطن میں تھا، بلکہ دورانیہ سفر میں یہ شرح لکھی ہے۔

(چھٹے سوال کا جواب)

متن کے خطبہ کا خلاصہ یہ ہے۔

ماتن صاحب نے حمد و صلاۃ کے بعد وجہ تالیف بیان کی ہے کہ چونکہ علم بلاغت تمام علوم میں سب سے زیادہ بلند مرتبہ اور پیچیدہ ترین تھا اور اس علم پر لکھی جانے والی تمام کتابوں میں سب سے زیادہ نفع بخش کتاب امام سکا کی اکی مفتاح العلوم کی قسم ثالث تھی اس لیے میں نے اس علم اور اس کتاب کا انتخاب کر کے اس کی تلخیص کر دی، کیوں کہ اس کتاب میں بعض چیزیں غیر ضروری تھیں انہیں ختم کر دیا اور بعض چیزیں ضرورت سے زیادہ طویل تھیں انہیں مختصر کر دیا اور بعض مقام بہت پیچیدہ اور مغلط تھے انہیں واضح کر دیا۔

(ساتویں سوال کا جواب)

مقدمے کے متن کا خلاصہ

ابتدا میں دو چیزیں ہیں: 1 فصاحت 2 بلاغت

فصاحت کی تین قسمیں ہیں

1 کلمہ کی فصاحت 2 کلام کی فصاحت 3 متکلم کی فصاحت

1 کلر کی فصاحت یہ ہے کہ کلر تین چیزوں سے خالی ہو:

☆ تنافر حروف - ☆ مخالف قیاس لغوی - ☆ غرابت -

2 کلام کی فصاحت یہ ہے کہ تمام کلمات کے فصیح ہونے کے ساتھ ساتھ کلام تین چیزوں سے خالی ہو:

☆ تنافر کلمات ☆ ضعف تالیف ☆ تعقید (لفظی و معنوی)

3 متکلم کی فصاحت یہ ہے کہ وہ کلام فصیح بولنے پر قادر ہو۔

بلاغت کی دو قسمیں ہیں

1 کلام کی بلاغت 2 متکلم کی بلاغت

1 کلام کی بلاغت یہ ہے کہ اس کو صحیح موقع پر استعمال کیا جائے (یعنی کلام فصیح ہونے کے ساتھ ساتھ مقتضائے حال کے مطابق بھی ہو۔)

2 متکلم کی بلاغت یہ ہے کہ وہ کلام بلیغ کہنے پر قادر ہو۔

خلاصہ

کسی بھی شخص کو فصیح اور بلیغ بننے کے لیے سات خرابیوں سے بچنا ضروری ہے:

1 تنافر حروف 2 مخالف قیاس لغوی 3 غرابت 4 تنافر کلمات 5 ضعف تالیف 6 تعقید 7 مقتضائے حال کے ساتھ عدم مطابقت

علم لغت کے ذریعے غرابت سے بچا جاسکتا ہے۔

علم صرف کے ذریعے مخالف قیاس لغوی سے بچا جاسکتا ہے۔

علم نحو کے ذریعے ضعف تالیف اور تعقید لفظی سے بچا جاسکتا ہے۔

علم بیان کے ذریعے تعقید معنوی سے بچا جاسکتا ہے۔

علم معانی کے ذریعے عدم مطابقت مقتضائے حال یعنی مرادی معنی کی ادائیگی میں غلطی سے بچا جاسکتا ہے۔

تنافر حروف اور تنافر کلمات کا تعلق ذوقِ سلیم سے ہے نہ کہ کسی خاص فن سے۔

(آٹھویں سوال کا جواب)

مقدمہ کی شرح کا خلاصہ یہ ہے۔

یوں تو شارح نے پوری کتاب میں متن کے الفاظ کی تحقیق اور تشریح کی ہے، لیکن جوں کہ مقدمے میں متن سے پہلے شارح نے

چار ایسی بحثیں کی ہیں جو متن میں نہیں ہیں اس لیے انھیں خصوصیت کے ساتھ ذکر کیا جاتا ہے۔

۱ مختصر المعانی کی ابحاث کی وجہ سے

جتنی چیزیں کتاب میں مذکور ہیں یا تو وہ مقاصد بلاغت کی قبیل سے ہوں گی یا نہیں، نہ ہونے کی صورت میں وہ مقدمہ ہے اور ہونے کی صورت میں یا تو اس سے مقصود مرادی معنی کی ادائیگی میں غلطی سے پچنا ہوگا یا تعقید معنوی سے پچنا مقصود ہوگا یا پھر کسی بھی چیز سے احتراز مقصود نہیں ہوگا، پہلی صورت میں فنِ اول (علم معانی) ہے، دوسری صورت میں فنِ ثانی (علم بیان) ہے، تیسری صورت میں فنِ ثالث (علم بدیع) ہے۔

۲ فنونِ ثلاثہ اور خاتمہ پر ایک اشکال کا جواب

اشکال: الفن الاول، الفن الثانی، الفن الثالث ان تینوں فنون کو تو ماتن نے معرفہ ذکر کیا جبکہ خاتمہ کے لفظ کو نکرہ لائے، اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب: الف لام عہدی ہے جس کے لیے شرط ہے کہ مدخول کا ذکر پہلے ہو چکا ہو، چوں کہ مقدمے میں فنونِ ثلاثہ کا ذکر آچکا ہے اس لیے انھیں معرفہ بنا کر لائے اور خاتمہ کا ذکر نہیں ہوا تھا اس لیے اسے نکرہ بنا کر لائے۔

۳ مقدمہ کا ماخذ:

مقدمہ ماخوذ ہے مقدمۃ النجیش سے، مشتق ہے قَدَّمَ بمعنی تقدَّم سے۔ مقدمۃ النجیش لشکر کے اس حصہ کو کہا جاتا ہے جو مقدم یعنی آگے آگے ہو۔

مقدمہ کی دو قسمیں ہیں: (۱) مقدمۃ العلم (۲) مقدمۃ الکتاب

مقدمۃ العلم: وہ چیزیں جن پر شروع فی العلم موقوف ہو یعنی تعریف، موضوع اور غرض وغایت۔

مقدمۃ الکتاب: کلام کا وہ حصہ جس کو مقصود کلام سے پہلے بیان کیا جائے، ایک تو اس وجہ سے کہ مقصود کلام کو اس سے ایک تعلق اور ارتباط ہے، دوسرے اس وجہ سے کہ اس کے سمجھنے سے مقصود کے سمجھنے میں آسانی ہو جائیگی۔

۴ اس کتاب (مختصر المعانی) کا مقدمہ کونسا ہے؟

یہ مقدمۃ الکتاب ہے، کیوں کہ اس میں اس بات کا بیان ہے کہ علم بلاغت دو علموں میں منحصر ہے ایک علم معانی دوسرا علم بیان، جب کہ مقصود یعنی فنونِ ثلاثہ کا اس مقدمہ سے ربط بالکل واضح ہے۔

(نویں سوال کا جواب)

اس کتاب میں تین فنون ہیں:

۱ علم معانی ۲ علم بیان ۳ علم بدیع

(دسویں سوال کا جواب)

ہر فن کی تعریف:

علم معانی کتاب کے الفاظ میں:

هُوَ عِلْمٌ يُعْرِفُ بِهِ أَحْوَالَ اللَّفْظِ الْعَرَبِيِّ الَّتِي بِهَا يُطَابِقُ اللَّفْظُ مُقْتَضَى الْحَالِ .
یہ ایک ایسا علم ہے جس کے ذریعے عربی لفظ کے ان احوال کو پہچانا جاتا ہے جن کے ذریعہ لفظ مقتضائے حال کے مطابق ہوتا

ہے۔

اپنے الفاظ میں:

اس علم کے ذریعہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ کس وقت کیا بات کرنی ہے اور کس طرح کرنی ہے۔

علم بیان کتاب کے الفاظ میں:

هُوَ عِلْمٌ يُعْرِفُ بِهِ أَيْرَادُ الْمَعْنَى الْوَاحِدِ بِطُرُقٍ مُتَخِلِفَةٍ فِي وَضُوحِ الدَّلَالَةِ عَلَيْهِ .
یہ ایک ایسا علم ہے جس کے ذریعے اس بات کو پہچانا جاتا ہے کہ ایک معنی کو کئی ایسے طریقوں سے بیان کیا جائے جو لفظ کی معنی پر دلالت کے واضح ہونے کے اعتبار سے مختلف ہوں۔

اپنے الفاظ میں:

اس علم کے ذریعہ ایک ہی بات کو کئی انداز سے پیش کرنا آ جاتا ہے جن میں سے بعض انداز کم واضح ہوتے ہیں اور بعض زیادہ واضح۔

علم بدیع کتاب کے الفاظ میں:

هُوَ عِلْمٌ يُعْرِفُ بِهِ وَجُوهَ تَحْسِينِ الْكَلَامِ بَعْدَ رِعَايَةِ الْمُطَابَقَةِ وَ وَضُوحِ الدَّلَالَةِ .
یہ ایک ایسا علم ہے جس کے ذریعہ مطابقت مقتضائے حال اور وضوح دلالت کی رعایت کے بعد کلام کو حسین و جمیل بنانے کے طریقے پہچانے جاتے ہیں۔

اپنے الفاظ میں:

علم معانی اور علم بیان کے ذریعہ کلام کو فصیح اور بلیغ بنانے کے بعد اب کلام کو مزید خوشنما بنانے کے طریقے علم بدیع کے ذریعہ معلوم ہوتے ہیں۔

(گیارہویں سوال کا جواب)

فن معانی، فن بیان اور فن بدیع میں سے ہر فن کا خلاصہ درج ذیل ہے:

علم معانی کا خلاصہ

اس فن میں کل آٹھ ابواب ہیں۔

11 احوال اسناد خبری 2 احوال مسند الیہ 3 احوال مسند 4 احوال متعلقات فعل 5 قصر 6 انشاء 7 فصل و وصل 8 مجاز، اطلاق،

مسادات

پہلا باب: (احوال اسناد خبری)

خبر دینے والے کے دو ہی مقصد ہوتے ہیں۔ یا تو اس لیے خبر دیتا ہے کہ مخاطب کو بھی معلوم ہو جائے (اس کو فائدہ خبر کہتے ہیں) یا اس لیے خبر دیتا ہے کہ مخاطب کو یہ معلوم ہو جائے کہ وہ بھی یہ بات جانتا ہے (اس کو لازم فائدہ خبر کہتے ہیں)۔
اب اگر مخاطب کو وہ خبر بالکل معلوم نہ ہو تو کلام کو بغیر تاکید کے لانا چاہیے، اسے ابتدائی کہتے ہیں اور اگر مخاطب کو تردد ہو تو تاکید لانا حسن ہے، اسے طلبی کہتے ہیں اور اگر مخاطب منکر خبر ہو تو اس کے انکار کے بعد تاکید لانا واجب ہے، اسے انکاری کہتے ہیں یہی کلام کو مقتضائے ظاہر کے مطابق لانا ہے۔

اسناد کی دو قسمیں ہیں: 1 حقیقی 2 مجازی

فاعل اگر حقیقی ہو تو اسناد حقیقی ہوگی۔ جیسے: نہر کا پانی بہہ رہا ہے۔

اور اگر فاعل حقیقی نہ ہو تو اسناد مجازی ہوگی۔ جیسے: نہر بہہ رہی ہے۔

ماتن صاحب کہتے ہیں کہ امام سکا کی نے مجاز کا انکار کیا ہے اور فرمایا ہے کہ یہ استعارہ بالکنایہ ہے اس پر ماتن صاحب نے ان پر چار شکالات کیے ہیں اور شارح نے امام سکا کی کی طرف داری کرتے ہوئے ان چاروں کے جوابات دیے ہیں۔

دوسرا اور تیسرا باب: (احوال مسند الیہ و مسند)

ان دونوں کو یا کسی ایک کو کبھی حذف کیا جاتا ہے کبھی ذکر، کبھی معرفہ لایا جاتا ہے کبھی نکرہ، کبھی مقدم کیا جاتا ہے کبھی موخر، کبھی اسم لایا جاتا ہے کبھی فعل، کبھی ان کا تابع لایا جاتا ہے کبھی نہیں لایا جاتا۔

ہر ایک کی وجوہات اور مثالیں کتاب میں آسان طریقے سے مذکور ہیں، زبانی یاد کرنے کے لائق ہیں۔

مَا أَنَا قُلْتُ ایک مشہور بحث ہے اس کا تعلق تقدیم مسند الیہ سے ہے۔

چوتھا باب: (احوال متعلقات فعل)

متعلقات سے مراد مفعول بہ اور دیگر معمولات فعل ہیں۔

اس باب میں تین چیزیں ہیں۔

1 مفعول بہ کو حذف کرنے کے نکات۔

2 مفعول بہ کو فعل پر مقدم کرنے کے نکات۔

3 معمولات فعل میں سے بعض کو بعض پر مقدم کرنے کے نکات۔

پانچواں باب: (قصر)

قصر کے لغوی معنی ہیں روکنا، بند کرنا اور تجاوز کرنا۔
اصطلاحی معنی یہ ہیں کہ ایک شے کو دوسری شے پر منحصر کر دینا چار طریقوں میں سے کسی ایک طریقے سے۔ وہ چار طریقے یہ ہیں۔

1 عطف جیسے: زید شاعر لا کا تب۔

2 نفی اور استثناء جیسے: مازید الا شاعر۔

3 انما جیسے: انما زید کا تب۔

4 تقدیم جیسے: تمیسی انا۔

قصر کی دو قسمیں ہیں: 1 حقیقی 2 اضافی

دونوں میں سے ہر ایک کی دو قسمیں ہیں:

1 قصر الموصوف علی الصفة۔ 2 قصر الموصوف علی الموصوف۔

قصر اضافی کی دو قسمیں ہیں

1 تخصیص شئی بشی دون شئی۔ 2 تخصیص شئی بشی مکان شئی۔

پہلی کو قصر افراد کہتے ہیں۔ دوسری کی دو قسمیں ہیں: 1 قصر قلب 2 قصر تعیین

چھٹا باب: (انشاء)

انشاء کی دو قسمیں ہیں۔ () طلبی () غیر طلبی

اس کتاب میں صرف طلبی سے بحث ہے اس کی پانچ قسمیں کتاب میں مذکور ہیں:

1 تمنی 2 استفہام 3 امر 4 نہی 5 نداء

ساتواں باب: (فصل وصل)

دو جملوں میں سے ایک کا دوسرے پر عطف ہوتا ہے وصل کہتے ہیں اور اگر عطف نہ ہو تو اسے فصل کہتے ہیں۔

عطف ہونے کی صورت میں پہلے جملے کا کوئی محل اعراب ہوگا یا نہیں ہوگا۔ اگر ہوگا تو دوسرے جملے کو پہلے جملے کے اعراب میں شریک کرنے کا ارادہ کیا جائے گا یا نہیں اور اگر محل اعراب نہیں ہوگا تو دوسرے جملے کا پہلے جملے کے ساتھ واؤ کے علاوہ کسی اور عطف کے ذریعہ ربط کرنا ہوگا یا نہیں گا، نہ ہونے کی صورت میں پہلے جملے میں کوئی حکم ہوگا یا نہیں ہوگا۔ ہر صورت کا حکم الگ الگ ہے۔

آٹھواں باب: (ایجاز، اطناب، مساوات)

مساوات: مرادی معنی کو اتنے الفاظ کے ساتھ بیان کیا جائے جو نہ کم ہوں نہ زیادہ۔

ایجاز: الفاظ کم ہوں مگر مرادی معنی کو ادا کرنے کے لیے کافی ہوں۔

مساوات: الفاظ زیادہ ہوں، مگر بلا فائدہ نہ ہوں۔

ایجاز اور اطناب کی کئی قسمیں ہیں۔

علم بیان کا خلاصہ

اس علم کے ذریعے ایک معنی کو کئی ایسے انداز سے پیش کرنا آ جاتا ہے جن میں لفظ کی معنی پر دلالت کے واضح ہونے کے اعتبار سے فرق ہو، گو یہ اصل چیز دلالت ہے۔

دلالت کی تین قسمیں ہیں: 1 مطابق 2 تفسیمی 3 التزامی

پہلی کو اہل بیان کی اصطلاح میں وضعیہ کہتے ہیں اور باقی دونوں کو عقلیہ۔

دلالت مطابقی کا تو علم بیان میں کوئی دخل نہیں ہے۔

دلالت تفسیمی اور التزامی دونوں میں لفظ کی معنی پر دلالت پورے معنی موضوع نہ پر نہیں ہو رہی ہوتی، اگر اس دلالت کے نہ ہونے پر کوئی قرینہ قائم ہو جائے تو اس لفظ کو مجاز کہتے ہیں اور اگر قرینہ قائم نہ ہو تو اسے کنایہ کہتے ہیں۔

پھر مجاز کی دو قسمیں ہیں: 1 مجاز مرسل 2 استعارہ

کیوں کہ معنی حقیقی اور معنی مجازی میں اگر علاقہ تشبیہ ہے تو اس کو استعارہ کہتے ہیں اور اگر کوئی اور علاقہ ہے تو اسے مجاز مرسل کہتے ہیں۔

اصولیین کے نزدیک استعارہ اور مجاز ایک چیز کے دو نام ہیں، جب کہ اہل بیان کے نزدیک مجاز کی قسمیں ہیں، کو مجاز مرسل اور پچیسویں کو استعارہ کہتے ہیں۔

لہذا اس فن میں تین مقاصد ہیں: 1 تشبیہ 2 مجاز 3 کنایہ

تشبیہ کا بیان

تشبیہ کی تعریف:

إِلْحَاقُ أَمْرٍ بِأَمْرٍ لِيُوصَفَ بِأَدَاةِ لُغَوِيٍّ .

ایک چیز کو دوسری چیز کے ساتھ حرف تشبیہ کے ذریعے کسی وصف کے اندر کسی غرض سے ملانا۔

ارکان تشبیہ

1 مشبہ 2 مشبہ بہ 3 حرف تشبیہ 4 وجہ تشبیہ

جیسے: زید کالا سد فی الشجاعة، اس مثال میں زید مشبہ ہے، اسد مشبہ بہ ہے، ک حرف تشبیہ ہے اور شجاعت وجہ تشبیہ ہے۔

مشبہ اور مشبہ بہ کو طرفین تشبیہ بھی کہتے ہیں۔

اغراض تشبیہ:

دو قسمیں ہیں:

- 1 دو اغراض جو مشبہ کے اعتبار سے ہوں۔
- 1 دو اغراض جو مشبہ بہ کے اعتبار سے ہوں۔
- پہلی قسم میں سات غرضیں ہیں۔
- 2 بیان حال مشبہ
- 1 بیان امکان مشبہ
- 3 بیان مقدار حال مشبہ
- 4 تقریر حال مشبہ
- 5 تزیین مشبہ
- 6 تصحیح مشبہ
- 7 اسطراف مشبہ (یعنی مشبہ کو انوکھا اور دلچسپ بنانا)
- دوسری قسم میں دو غرضیں ہیں۔
- 1 یہ وہم ڈالنا کہ مشبہ بہ وجہ تشبیہ میں مشبہ سے اتم ہے۔
- 2 مشبہ بہ کو اہتمام کے ساتھ بیان کرنا۔

اقسام تشبیہ

- پانچ اعتبار سے تشبیہ کی مختلف قسمیں ہیں۔
- 1 باعتبار طرفین 2 باعتبار وجہ تشبیہ 3 باعتبار حرف تشبیہ 4 باعتبار ارکان تشبیہ 5 باعتبار غرض تشبیہ۔
- 1 باعتبار طرفین، تشبیہ کی تین قسمیں ہیں۔
- پہلی تقسیم: ☆ حسیان ☆ عقلیان ☆ مختلفان
- دوسری تقسیم: ☆ تشبیہ مفرد بمفرد ☆ تشبیہ مرکب بمركب
- ☆ تشبیہ مفرد بمركب ☆ تشبیہ مرکب بمفرد
- تیسری تقسیم: ☆ طرفین متعدد ہوں ☆ صرف مشبہ متعدد ہو
- ☆ صرف مشبہ بہ متعدد ہو
- 2 باعتبار وجہ تشبیہ، تشبیہ کی چار قسمیں ہیں:
- پہلی تقسیم: ☆ خارج از حقیقت طرفین ☆ غیر خارج از حقیقت طرفین
- دوسری تقسیم: ☆ واحد ☆ بمنزل واحد ☆ متعدد
- تیسری تقسیم: ☆ مجمل ☆ مفصل
- چوتھی تقسیم: ☆ قریب کثیر الاستعمال ☆ بعید نلیل الاستعمال

3 باعتبار حرف تشبیہ، تشبیہ کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ مؤنث (جسمیں حرف تشبیہ محذوف ہو) مثلاً مرسل (جسمیں حرف تشبیہ مذکور ہو)

4 باعتبار ارکان تشبیہ، تشبیہ کی آٹھ قسمیں ہیں۔

مشبہ مذکور۔ مشبہ محذوف 1 وجہ شبہ مذکور، ادات مذکور 5 وجہ شبہ مذکور، ادات مذکور 2 وجہ شبہ مذکور، ادات محذوف 6 وجہ شبہ مذکور، ادات محذوف 3 وجہ شبہ محذوف، ادات مذکور 7 وجہ شبہ محذوف، ادات مذکور 4 وجہ شبہ محذوف، ادات محذوف 8 وجہ شبہ محذوف، ادات محذوف 5 باعتبار غرض تشبیہ، تشبیہ کی دو قسمیں ہیں: مقبول اور مردود۔

مجاز کا بیان

مجاز کی دو قسمیں ہیں 1: مجاز مفرد 2 مجاز مرکب

مجاز مفرد:

وہ مفرد جو غیر معنی موضوع لہ میں استعمال ہو کسی علاقہ کی وجہ سے۔

پھر اس کی دو قسمیں ہیں: اگر وہ علاقہ تشبیہ ہے تو استعارہ کہلاتا ہے اور اگر تشبیہ کے علاوہ کوئی اور علاقہ ہے تو اس کو مجاز مرسل کہتے

ہیں۔

استعارہ کی چار قسمیں ہیں

1 استعارہ مکنیہ:

جس میں ارکان تشبیہ میں سے صرف مشبہ کو ذکر کیا جائے۔

2 استعارہ تخیلیہ:

جس میں مشبہ بہ متروک کے لازم کو مشبہ کیلئے ثابت کیا جائے۔

3 استعارہ تصریحیہ:

جس میں مشبہ بہ بول کر مشبہ کو مراد لیا جائے۔

4 استعارہ ترشیحیہ:

جس میں مشبہ بہ کے ملائم کو مشبہ کیلئے ثابت کیا جائے۔

مجاز مرسل کی چوبیس قسمیں ہیں۔

1 سبب، مسبب 2 اس کا عکس 3 کل، جزء 4 اس کا عکس 5 لازم، ملزوم 6 اس کا عکس 7 مقید، مطلق 8 اس کا عکس

9 خاص، عام۔ اس کا عکس q محفل، حال w اس کا عکس e حذف مضاف r حذف مضاف الیہ ا باعتبار ما کان y باعتبار ما یوول u بدلیں

اضدین ۵ معترف، منکر p اسم آلہ a زیادت s حذف d کماورت اعموم النکرۃ فی الاثبات
مجاز مرکب:

وہ مرکب جو غیر معنی موضوع لہ میں استعمال ہو کسی علاقہ کی وجہ سے۔
پھر اس کی دو قسمیں ہیں۔

- ۱ اگر وہ علاقہ تشبیہ ہے تو استعارہ تمثیلیہ کہلاتا ہے۔
- ۲ اگر تشبیہ کے علاوہ کوئی اور علاقہ ہے تو اس کو مجاز مرکب مرسل کہتے ہیں۔

کنایہ کا بیان

کنایہ کی تعریف:

وہ لفظ جس سے بجائے معنی حقیقی کے معنی لازمی مراد لیا جائے، لیکن اس بات کا امکان ہو کہ معنی حقیقی کو مراد لے لیا جائے۔

کنایہ کی اقسام

کنایہ کی تین قسمیں ہیں۔

- ۱ وہ کنایہ جس سے مطلوب صفت ہو۔
 - ۲ وہ کنایہ جس سے مطلوب نسبت ہو۔
 - ۳ وہ کنایہ جس سے مطلوب نہ صفت نہ نسبت ہو۔
- امام سکا کی اسکے نزدیک کنایہ کی پانچ قسمیں ہیں:
- ۱ تعریف ۲ تلوخ ۳ رمز ۴ ایماء ۵ اشارہ

تشبیہ:

اہل بلاغت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ مجاز میں زیادہ بلاغت ہے نسبت حقیقت کے، اسی طرح کنایہ میں زیادہ بلاغت ہے بہ نسبت تصریح کے۔

علم بدیع کا خلاصہ

علم معانی کے ذریعے مرادی معنی کی ادائیگی میں غلطی سے بچنے کے بعد اور علم بیان کے ذریعے تعقید معنوی سے بچنے کے بعد، اب کلام کو مزید خوشنما بنانے کے جو طریقے ہیں ان کا ذکر علم بدیع میں ہوتا ہے اور ان طریقوں کو جوہ تحسین کلام اور بدائع و صنائع بھی کہا جاتا ہے۔

پھر جوہ تحسین کلام کی دو قسمیں ہیں: ۱ معنوی ۲ لفظی

معنوی کی تین قسمیں ہیں جبکہ لفظی کی سات قسمیں ہیں۔

معنوی وجود تحسین کلام:

(یعنی کلام کے معنی کو خوشنما بنانے کے طریقے)

مطابقت

دو لفظوں میں کچھ نہ کچھ یا مکمل تقابل ہونا۔ جیسے: حرکت و سکون، وجود و سلب، ناپید و آنکھ، باپ ہونا اور بیٹا ہونا۔

مراعاتِ نظیر

دو ایسی چیزوں کا ذکر کرنا جن میں کچھ مناسبت ہو، لیکن تضاد نہ ہو۔ جیسے: شمس و قمر، درود یوار

ارصاد

جملہ یا شعر کے آخری کلمہ سے پہلے ایسا لفظ لانا جو آخری کلمہ پر دال ہو، بشرطیکہ قافیہ کا وزن اور حرف روی معلوم ہو۔ جیسے:

(وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُظْلِمَهُمْ وَلَكِنْ كَانُوا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ)

صنعتِ ارصاد کا بیان

ارصاد کے معنی نگہبان، بٹھانے کے ہیں۔ چونکہ یہ لفظ آئندہ قافیہ کا نگہبان ہے اس لئے اس صنعت کا نام ارصاد رکھا گیا ہے۔

اصطلاحاً کسی شعر میں ختم کلام سے پہلے ایسا لفظ لائیں جس سے مصرعہ ثانی کے اخیر لفظ (قافیہ) کا حال معلوم ہو جائے۔ جیسے ذوق

کیا قہر ہے آنے میں میں ابھی وقفہ ہے ان کے اور جانے میں دم میرا توقف نہیں کرتا

یہاں وقفہ کی وجہ سے توقف جو قافیہ ہے فوراً معلوم ہو جاتا ہے۔

مشاکلت

ایک شے کو اس کے لفظ کے علاوہ کسی دوسرے لفظ سے ذکر کرنا، اس شے کے اُس دوسرے لفظ کے ساتھ لانے کے ارادے کی

وجہ سے۔ جیسے: زید درزی سے کپڑے سلوانے گیا، درزی نے اخلاقاً اس سے پوچھا کہ بتائیے ہم آپ کے لیے کیا پکائیں، زید نے

کہا میرے لیے ایک قمیص پکا لو۔

مزاوجت

جملہ شرطیہ کے شرط اور جزا دونوں میں ایک ایسی چیز کو ذکر کرنا جو شرط اور جزا پر مرتب ہو رہی ہو۔ جیسے: جب زید نے میرے

پاس آ کر مجھے سلام کیا تو میں نے بھی اس کا اکرام کیا اور پھر اُس کو سلام کیا۔

عکس

کلام کے اندر دو چیزوں کو ذکر کرنا پھر پہلے والی کو بعد میں اور بعد والی کو پہلے ذکر کرنا جیسے عادات السادات سادات
العادات۔

رجوع

ایک بات کہہ کر اسے رد کر دینا کسی نکتہ کی وجہ سے۔ جیسے: شاعر کے شعر کا ترجمہ ہے:
ٹھہرا یہ گھر میں جس کو زمانے کے پرانا ہونے نے ختم نہیں کیا، کیوں نہیں! ہواؤں اور بارشوں نے اسے بدل کر رکھ دیا ہے۔

توریہ

ایک سیاق و سباق میں ذکر کرنا جس کے دو معنی ہوں، ایک قریب دوسرا بعید، پھر کسی خفیہ قرینے پر اعتماد کرتے ہوئے معنی بعید کو مراد لینا۔
جیسے (الرَّحْمَنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَى) استوئی کے دو معنی ہیں: معنی قریب استقرار ہے اور معنی بعید غالب آنا ہے، یہاں معنی
بعید مراد لیا گیا ہے، جبکہ قرینہ یہ ہے کہ معنی قریب یعنی استقرار اللہ کے حق میں محال ہے۔

استخدام

لفظ مشترک سے ایک معنی مراد لینا، پھر اس کی طرف لوٹنے والی ضمیر سے دوسرا معنی مراد لینا۔ جیسے: جب سماء نازل ہوتا ہے تو ہم
اس میں جانور چراتے ہیں۔ اس جملے میں لفظ سماء سے بارش مراد لیا اور ضمیر سے گھاں۔

لفظ و نشر

چند چیزوں کو اکٹھے یا الگ الگ ذکر کرنے کے بعد ان کے متعلقات کو بغیر تعیین کے ذکر کرنا سامع کی سمجھ پر بھروسہ کرتے
ہوئے۔ جیسے: کلمہ کی تین اقسام ہیں: اسم، فعل اور حرف اور ان کی مثالیں ہیں زید، ضرب اور من۔

جمع

چند چیزوں پر ایک ہی حکم لگانا۔ جیسے: (الْمَالُ وَالْبَنُونَ زِينَةُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا)

تفریق

ایک طرح کی دو چیزوں کا فرق بیان کرنا۔ جیسے: (فَوَجَدَ فِيهَا رَجُلَيْنِ يُتَقَاتِلَانِ هَذَا مِنْ شِيعَتِهِ وَهَذَا مِنْ عَدُوِّهِ)

تقسیم

چند چیزیں ذکر کر کے ان کے متعلقات کو تعیین کے ساتھ ذکر کرنا۔
جیسے علامہ اقبال کا یہ شعر

پروانہ اک چنگا، جگنو بھی اک پتنگا وہ روشنی کا طالب، یہ روشنی سراپا

جمع مع التفریق

دو چیزوں پر ایک حکم لگا کر اعتباری فرق کرنا۔ جیسے: تیرا چہرہ آگ کی طرح ہے روشنی کے اعتبار سے اور میرا دل آگ کی طرح ہے گرم ہونے کے اعتبار سے۔

جمع مع التقسیم

چند چیزوں پر ایک ہی حکم لگانا پھر ان کو الگ الگ کر دینا یا چند چیزوں کو الگ الگ بیان کر کے ان پر ایک ہی حکم لگانا، جیسے شاعر کا قول: وہ روم کے شہر خرسنہ پر مسلط ہوا تو رومی لوگ، ان کی صلیبیں اور عبادت گاہیں سب بد بخت ہو گئے، کیوں کہ اس نے ان کی بیویوں کو قید کر لیا، بچوں کو قتل کر دیا، ان کا مال و متاع چھین لیا اور ان کی کھیتوں کو آگ لگا دی۔

جمع مع التفریق والتقسیم

جیسے سورہ ہود (آیت) میں اللہ نے نفس میں سب کو جمع کر دیا، پھر یہ کہہ کر تفریق کی کہ بعض بد بخت اور بعض نیک بخت ہیں، پھر ان کی تقسیم کی کہ بد بختوں کے لیے یہ سزا ہے اور نیک بختوں کے لیے یہ جزا ہے۔

تجربہ

کسی صفت والی شے سے دوسری ایسی شے نکالنا جو اس صفت میں پہلی شے کے مشابہ ہو۔ یہ عمل اس لیے کیا جاتا ہے، تاکہ اس صفت میں مبالغہ ہو جائے، جیسے: لَئِنْ مِنْ فُلَانٍ صَدِيقٌ حَمِيمٌ۔

مبالغہ مقبولہ

کسی وصف کا اس حد تک دعویٰ کیا جائے جو ناممکن ہو یا بعید از طبع ہو مبالغہ کہلاتا ہے۔ پھر اگر عقلاً و عادتاً دونوں اعتبار سے ناممکن ہو تو غلو کہلاتا ہے جو بعض صورتوں میں مقبول اور بعض صورتوں میں مردود ہے اور اگر عقلاً ممکن ہو تو مبالغہ مقبولہ کہلاتا ہے۔ جیسے: کسی شاعر نے گھوڑے کے بارے میں کہا: اس نے ایک ہی حملے میں گائیں اور بیلوں کو گرا دیا، لیکن اسے پسینا تک نہیں آیا۔

مذہب کلامی

صغریٰ اور کبریٰ کو ملا کر اہل کلام کے طریقے کے مطابق نتیجہ نکالنا۔

جیسے: (لَوْ كَانَتْ فِيهِمَا إِلَهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا)

حسن تعلیل

کسی بات کی ایسی علت تلاش کرنا جو اس کے ساتھ باریک سی مناسبت رکھتی ہو، لیکن وہ حقیقتاً علت نہ ہو، جیسے ایک شعر کا ترجمہ

۲۰۲
 اگر کسی نے میری ابتدا غلط اور بد شرع اور منہ بولانہ سمجھ لی تو اس کے بخار کا پینا ہے۔
 ہے بادل نے تیری سخاوت کی نقل نہیں کی، یہ جو پانی برس رہا ہے یہ تو اس کے بخار کا پینا ہے۔

تفریع
 کسی شے کے ایک متعلق کے لیے حکم کو ثابت کرنے کے بعد اس شے کے دوسرے متعلق کے لیے اسی حکم کو ثابت کرنا۔ جیسے:
 شاعر کا قول ہے بادشاہ کے خاندان کی مدح میں کہ تمہاری عقلیں جہالت کی بیماری کو ختم کرتی ہیں جس طرح کہ تمہارا خون کلب نامی بیماری کو ختم کرتا ہے۔

تاکید المدح بمایہ الذم
 بظاہر برائی کرنا، لیکن درحقیقت مزید تعریف کرنا۔ جیسے: ایک شعر کا ترجمہ:
 ان لوگوں میں عیب صرف یہ ہے کہ مستقل لڑائی کی وجہ سے ان کی تلواروں پر دندنے پڑ چکے ہیں۔

تاکید الذم بمایہ المدح
 بظاہر تعریف کرنا، لیکن درحقیقت مزید برائی کرنا۔ جیسے: مزید میں صرف یہی اچھائی ہے کہ وہ اچھائی کرنے والوں کے ساتھ برائی کرتا ہے۔

استنباع
 کسی کی تعریف ان الفاظ سے کرنا جن سے اس کی اور بھی تعریف ہو جائے۔ جیسے: شاعر کا قول ہے کہ تو نے اتنی زندگیوں کو ختم کر دیا کہ اگر تو ان کو جمع کر لیتا تو دنیا کو تیرے ہمیشہ رہنے کی خوش خبری دے دی جاتی۔

ادماج
 کسی مقصد کے لیے بات اس طرح کرنا کہ اس میں ساتھ ساتھ اور باتیں بھی آجائیں یعنی اگر کسی کی ایک تعریف کی ہے تو وہ بات ایک اور تعریف پر بھی مشتمل ہو اسی طرح برائی بھی۔ ادماج عام ہے، استنباع خاص ہے، لہذا جو مثال اس کی ہے وہی اس کی بھی ہے۔

توجیہ
 بات اس طرح کرنا کہ اس میں دو احتمال ہوں اور دونوں متضاد ہوں۔ جیسے: کسی نے کانے کے متعلق کہا: کاش! اس کی دونوں آنکھیں ایک جیسی ہو جائیں۔

ہزل
 بظاہر مذاق کرنا، لیکن درحقیقت صحیح بات کہہ دینا، بالفاظ دیگر ہلسی مذاق میں کام کی بات کر جانا۔ جیسے ایک شعر کا ترجمہ ہے: جب کوئی تہی تیرے پاس فخر کرتے ہوئے آئے تو کہہ دینا کہ فخر مت کر، یہ بتا تو گوہ کو کس طرح کھاتا ہے؟ یہ بظاہر مذاق ہے، لیکن

حقیقت میں تمیسی کی برائی ہے، کیوں کہ عرب گوہ کے کھانے کو کھنیا سمجھتے ہیں۔

تجاہل عارفانہ

ایک بات معلوم ہونے کے باوجود کسی خاص نکتے کی وجہ سے اس کے بارے میں سوال کرنا۔ جیسا کہ شعر کا ترجمہ ہے: اے پہاڑی ہرنیو! مجھے بتاؤ میری لیلیٰ تم میں سے ہے یا انسانوں میں سے ہے؟

قول بالموجب

مخاطب کی بات کو اس انداز سے تسلیم کر لینا کہ مخاطب کی بات کا جو مقصود ہے وہ فوت ہو جائے۔ جیسا کہ شعر کا ترجمہ ہے: میں نے اس سے کہا: میں جب آتا ہوں تو بوجھ بن جاتا ہوں، اس نے کہا: ہاں، تو بوجھ بنتا ہے میرے کندھے پر اپنی نعمتوں کے اعتبار سے۔

اطراد

بغیر کسی تکلف کے کسی کا ذکر اس کے آباء و اجداد کے ساتھ کیا جائے۔ جیسے ارشاد نبوی ہے: **الکریم بن الکریم بن الکریم** **بن الکریم یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم**،

لفظی وجوہ تحسین کلام

(یعنی کلام کے لفظوں کو خوش نمائنانے کے طریقے)

جناس

دو لفظوں کا لفظ کے اعتبار سے ایک جیسا ہونا۔ جیسے: **(يَوْمَ تَكُونُ السَّاعَةُ يَفْصِمُ الْعَجْرُ مَوْنٌ، مَا لَيْكُ أَعْيَزَ سَاعَةً)** پہلے ساعۃ سے مراد قیامت ہے، جبکہ دوسرے ساعۃ سے مراد وقت ہے۔

رد العجز علی الصدر

دو ایک جیسے: لفظوں میں سے ایک کو جملے کے شروع میں لانا دوسرے کو آخر میں لانا۔ جیسے: **(تَحَنَّنِي النَّاسُ وَاللَّهُ أَحَقُّ أَنْ تَحَنَّنَ)**

تجمع

دو جملوں کے آخر میں با وزن لفظوں کو جمع کہتے ہیں۔ جیسے: **الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى**۔ میں کفی اور اصطفیٰ

موازنہ

دو جملوں کے آخر میں با وزن لفظوں کا آنا، لیکن قافیہ نہ ہو۔

جیسے: **(وَنَمَارِقُ مَصْفُوفَةٌ، وَزَرَائِبِي مَبْثُوثَةٌ)**

قلب

جملے میں ایسے حروف کا آنا کہ اگر آخر سے شروع تک پڑھا جائے تو وہی جملہ بن جائے۔ جیسے: (رَبِّكَ فَتَنَّا)۔

تشریح

شعر کا ایسا ہونا کہ اگر اس کے ہر مصرع سے کچھ الفاظ کم کر دیے جائیں تو شعر صحیح بن کر باقی رہے۔ جیسے: شاعر کا قول ہے:

لو كان مثلك آخر في عصرنا
ما كان في الدنيا فقير يعسر

يا ايها الملك الذي عم الوري

ما في الكرام له نظير ينظر

اور اگر اس شعر کو یوں پڑھا جائے:

لو كان مثلك آخر

ما كان في الدنيا فقير

يا ايها الملك الذي

ما في الكرام له نظير

تب بھی صحیح ہے۔

لزوم مالا يلزم

ہر حرف روی سے پہلے ایسے حرف کا آنا جس کا آنا ضروری نہ ہو۔ جیسے: (فَأَمَّا الْيَتِيمَ فَلَا تَقْهَرْ، وَأَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ)

ر حرف روی ہے اور ہ لزوم مالا يلزم کا مصداق ہے۔

(بارھویں سوال کا جواب)

خاتمہ کا خلاصہ

خاتمہ میں سرقہ، اس کی اقسام اور اس کے ملحقات کے بارے میں بحث کی ہے۔

دوسرے کے کلام کو اپنے کلام میں لانے کی کئی صورتیں ہیں اور یہ ایک طرح سے دوسرے کے کلام کی چوری ہے اور چوری کو عربی

میں سرقہ کہتے ہیں۔

سرقہ کی تین قسمیں ہیں۔

1. انتحال و نسخ:

دوسرے کے الفاظ کو بعینہ اپنے الفاظ بنانا یا اس کے مترادفات کے ساتھ لانا۔ جیسے:

دع المكارم لا ترحل لبغيتها واقعد فانك انت الطاعم الكاسي

اس شعر کے شاعر کے علاوہ کوئی اور اگر یہ دعویٰ کرے کہ یہ میرا شعر ہے تو یہ سرقہ ہے اس کو نسخ کہتے ہیں اور یہ مذموم ہے۔

اسی طرح اگر کوئی اس شعر کو یوں کہے:

اغارہ و سخی

الفاظ بدل دینا اور معنی کو برقرار رکھنا اس طور پر کہ سارق کا کلام قائل کے کلام کے برابر ہو یا اس سے بھی کم درجے کا ہو۔

الماس و سلیخ

صرف معنی کو لے لینا، الفاظ نہ لینا اس طور پر کہ سارق کا کلام قائل کے کلام کے برابر یا اس سے بھی کم درجے کا ہو۔
ملکقات سرقہ کی پانچ قسمیں ہیں۔

- 1 اقتباس: قرآن یا حدیث کے کچھ حصے کو اپنے کلام کے طور پر لانا۔
- 2 تضمین: کسی دوسرے شاعر کے شعر کو اپنی نظم میں لانا اور اگر شعرا کے ہاں وہ شعر مشہور نہ ہو تو نشان دہی بھی کر دینا کہ یہ فلاں کا شعر ہے۔

3 عقد: کسی کے شعر کلام کو منظوم بنادینا۔

4 حل: کسی کے منظوم کلام کو نثر بنادینا۔

5 تلمیح: کسی قصہ، شعر یا ضرب المثل کی طرف اشارہ کرنا اسے ذکر کیے بغیر۔

آخری فصل کا خلاصہ

خاتمے کے آخر میں ایک فصل ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ کہنے یا لکھنے والے کو تین مواقع پر اچھے سے اچھا انداز اختیار کرنا چاہیے:

1 ابتداء 2 تخلص 3 انتہاء

1 ابتداء میں اگر ایسی باتیں ہوں جو مقصود کے مناسب ہوں تو اسے براعت استہلال کہتے ہیں۔

2 تخلص یہ ہے کہ ابتدائے کلام سے مقصود کلام کی طرف آتے ہوئے اس بات کا خیال رکھا جائے کہ دونوں میں مناسبت ہو اور

اگر مناسبت نہ ہو تو اسے اقتضاب کہتے ہیں۔

3 انتہاء میں اگر ایسی بات ہو جس سے تشفی حاصل ہو جائے اور انتہائے کلام پر دلالت کرے تو اسے براعت مقطع کہتے ہیں۔

کتاب مصباح البلاغت کے اختتامی کلمات کا بیان

الحمد للہ! آج بروز پیر ۱۲ ذیقعدہ ۱۴۳۵ھ بمطابق ۸ ستمبر ۲۰۱۴ء کو کتاب دروس البلاغہ کا اردو ترجمہ مع مختصر شرح مصباح

البلاغت کے مکمل ہو گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ مجھے دنیا و آخرت میں سرخرو ہونے کی توفیق عطاء

فرمائے۔

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے، اے اللہ میں تجھ سے کام کی مضبوطی، ہدایت کی پختگی، تیری نعمت کا شکر ادا کرنے کی توفیق اور اچھی طرح عبادت کرنے کی توفیق کا طلبگار ہوں اے اللہ میں تجھ سے سچی زبان اور قلب سلیم مانگتا ہوں تو ہی غیب کی چیزوں کا جانتے والا ہے۔ یا اللہ مجھے اس تحریر میں غلطی کے ارتکاب سے محفوظ فرما، آمین، بوسیلة النبی
الکریم ﷺ۔

من احقر العباد محمد لیاقت علی رضوی حنفی

خبریں

مسک اہلسنت و جماعت کے عقائد و

نظریات۔۔

بد مذہبوں کے باطلہ عقائد اور ان

کے رد۔۔

اہلسنت پر کئے جانے والے

اعتراضات کے جوابات پر مشتمل

کتب و رسائل، آڈیو ویڈیو بیانات اور

والیپیپر حاصل کرنے کے لئے

تحقیقات چینل ٹیلیگرام جوائن کریں

<https://t.me/tehqiqat>